سائنسی سوشلزم کی لائبریری

■ سائنسی سوشلزم کی لائبریری

لینن

سامراج اور سامراجی

■ دارالاشاعت ترقی
■ ماسکو ۱۹۷۱ء

پبلشر کا نوٹ

اس مجموعے کے مضامین کا ترجمہ لینن کے مکمل مجموعۂ تصانیف سے کیا گیا ہے اور اسکو ا۔ فومینکو نے ترتیب دیا ہے۔

В. И. ЛЕНИН
ОБ ИМПЕРИАЛИЗМЕ И ИМПЕРИАЛИСТАХ
На языке урду

■
فہرست
■

صفحہ

سرمایہ‌دار سماج میں مفلسی

بورژوا اصلاح پرست اور ان کی پیروی میں سوشل ڈیمو کریٹوں کی صفوں سے کچھ موقع پرست یہ کہہ رہے ہیں کہ سرمایہ‌دار سماج میں عوام کے اندر مفلسی نہیں پھیل رہی ہے۔ ان کا دعوی ہے کہ ''مفلسی کی تھیوری،، ٹھیک نہیں ہے۔ عوام کی خوشحالی، خواہ سست ہی کیوں نہ ہو، بڑھ رہی ہے۔ ملکیت رکھنےوالوں اور نہ رکھنےوالوں کے درمیان کا خلا کم ہورہاہے، وسیع نہیں ہورہا ہے۔

پچھلے دنوں اس طرح کے تمام دعوؤں کا جھوٹ عوام کے سامنے زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوکر آرہا ہے۔ گرانی بڑھتی جا رہی ہے۔ حتی‌کہ مزدوروں کی انتہائی زوردار اور بہت ہی کامیاب ہڑتالوں کی جدوجہد کے باوجود مزدوروں کی اجرتیں بمقابلہ محنتی طاقت کے ضروری صرف میں اضافے کے کافی سستی سے بڑھ رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سرمایہ‌داروں کی دولت سرچکرا دینے والی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

یہاں جرمنی سے متعلق کچھ حقائق دئے جاتے ہیں جہاں زیادہ اونچے تہذیبی معیار کیوجہ سے، ہڑتالوں اور یونینوں کی آزادی، سیاسی آزادی کی وجہ سے، ٹریڈیونینوں کے لکھوکہا ممبروں، مزدوروں کے اخباروں کے لکھوکہا قارئین کیوجہ سے مزدوروں کی حالت بمقابلہ روس کے کہیں بہتر ہے۔

سرمایہ‌دار سماج میں مفلسی

بورژوا اصلاح پرست اور ان کی پیروی میں سوشل ڈیموکریٹوں کی صفوں سے کچھ موقع پرست یہ کہہ رہے ہیں کہ سرمایہ‌دار سماج میں عوام کے اندر مفلسی نہیں پھیل رہی ہے۔ ان کا دعوی ہے کہ ''مفلسی کی تھیوری،، ٹھیک نہیں ہے۔ عوام کی خوشحالی، خواہ سست ہی کیوں نہ ہو، بڑھ رہی ہے۔ ملکیت رکھنےوالوں اور نہ رکھنےوالوں کے درمیان کا خلا کم ہورہا ہے، وسیع نہیں ہورہا ہے۔

پچھلے دنوں اس طرح کے تمام دعوؤں کا جھوٹ عوام کے سامنے زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوکر آرہا ہے۔ گرانی بڑھتی جا رہی ہے۔ حتی کہ مزدوروں کی انتہائی زوردار اور بہت ہی کامیاب ہڑتالوں کی جدوجہد کے باوجود مزدوروں کی اجرتیں بمقابلہ محنتی طاقت کے ضروری صرف میں اضافے کے کافی سستی سے بڑھ رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی سرمایہ‌داروں کی دولت سرچکرا دینے والی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

یہاں جرمنی سے متعلق کچھ حقائق دئے جاتے ہیں جہاں زیادہ اونچے تہذیبی معیار کیوجہ سے، ہڑتالوں اور یونینوں کی آزادی، سیاسی آزادی کی وجہ سے، ٹریڈیونینوں کے لکھوکھا ممبروں، مزدوروں کے اخباروں کے لکھوکھا قارئین کیوجہ سے مزدوروں کی حالت بمقابلہ روس کے کہیں بہتر ہے۔

سماجی سیاست کے بورژوا ماهرین کی تحریروں کے مطابق، جنکا انحصار سرکاری ذرائع پر ہے، جرمنی میں پچھلے ۳۰ سال کے دوران اجرتوں میں اوسطاً ۲۵ فیصدی کا اضافہ ہوا ہے۔ اسی دوران میں اخراجات زندگی کم از کم ۴۰ فیصدی بڑھ گئے ہیں!!

غذائی اشیا، کپڑے، ایندھن اور کرایہ مکان — سب کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ مزدور قطعی طور پر مفلس ہو رہا ہے یعنی پہلے سے زیادہ غریب ہو گیا ہے، بدتر حالت میں رہنے پر، بدتر کھانے پر، بھوک سے زیادہ پریشان رہنے پر اور تہہ خانوں اور کوٹھریوں میں رہنے پر مجبور ہے۔

بهرحال، اس سے زیادہ نمایاں مزدوروں کی نسبتی مفلسی ہے یعنی قومی آمدنی میں ان کا حصہ گھٹنا۔ اپنی دولت میں تیزی کے ساتھ اضافہ کرنے والے سرمایہ‌دار سماج میں مزدوروں کا حصہ نسبتاً کم ہوتا جا رہا ہے کیونکہ کروڑپتی بڑی تیزی کے ساتھ اور امیر ہوتے جا رہے ہیں۔

روس میں نہ تو انکم ٹیکس ہے اور نہ سماج کے خوش حال طبقوں کی دولت میں اضافے کے بارے میں معلومات۔ ہماری اس سے کہیں زیادہ افسوس ناک حقیقت پر پردہ پڑا ہوا ہے — جہالت اور عدم اشاعت کا پردہ۔

جرمنی میں صاحب جائداد طبقات کی دولت کے بارے میں ٹھیک ٹھیک معلومات موجود ہیں۔ مثلاً پروشیا میں قابل ٹیکس جائداد کے اولیں دس ارب مارک (پانچ ارب روبل) ۱۹۰۲ء میں ۱۸۵۳ اشخاص کی اور ۱۹۰۸ء میں ۱۱۰۸ اشخاص کی ملکیت تھے۔

بہت زیادہ امیر لوگوں کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ ان کی دولت میں اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۰۲ء میں ان میں سے ہر ایک کے پاس اوسطاً پچاس لاکھ مارک (۲۵ لاکھ روبل) کی جائداد تھی اور ۱۹۰۸ء میں نوے لاکھ مارک (۴۵ لاکھ روبل) کی۔

''چوٹی کے دس ہزار،، کا چرچا کیا جاتا ہے۔ پروشیا میں ''چوٹی کے ۲۱ ہزار،، امیروں کے پاس ساڑھے تیرہ ارب مارک کی جائداد تھی جبکہ باقی تیرہ لاکھ صاحبان جائداد کی قابل ٹیکس جائداد صرف تین ارب مارک کی تھی۔

پروشیا کے سب سے زیادہ امیر چار کروڑپتی (ایک شہزادہ، ایک ڈیوک اور دو نواب) ۱۹۰۷ء میں ۱۴ کروڑ نوے لاکھ مارک کی اور ۱۹۰۸ء میں ۴۸ کروڑ دس لاکھ مارک کی جائداد رکھتے تھے۔

سرمایہ‌دار سماج میں دولت ناقابل یقین تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ساتھ ھی ساتھ کثیرتعداد مزدوروں کی مفلسی بھی۔

"پراودا"، کا شمارہ ۱۸۱، ۳۰ نومبر ۱۹۱۲ء
دستخط: و۔

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۲، صفحات ۲۲۱ — ۲۲۲

اسلحہ‌بندی اور سرمایہ‌دار نظام

برطانیہ دنیا کا ایک بہت امیر، بہت آزاد اور بہت ہی ترقی‌یافتہ ملک ہے۔ مدتوں سے برطانوی ''سماج،، اور برطانوی حکومت پر بھی اسلحہ‌بندی کا بخار اسی طرح سوار ہے جس طرح فرانس اور جرمنی وغیرہ پر۔

اور اب برطانوی پریس، خصوصاً لیبر پریس بڑی ہی دلچسپ معلومات شایع کر رہا ہے جو اسلحہ‌بندی کے عیارانہ سرمایہ‌دار طریقۂ عمل کو دکھاتی ہیں۔ برطانیہ کی بحری اسلحہ‌بندی خاص طور سے زبردست ہے۔ برطانیہ کے جہازساز کارخانے (ویکرس، آرم‌سٹرونگ اور براؤن وغیرہ) عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ برطانیہ اور دوسرے ملک کروڑوں اور اربوں روبل جنگ کی تیاریوں پر خرچ کرتے ہیں — ظاہر ہے کہ یہ سب قطعی طور سے امن کے مفاد میں، کلچر کے تحفظ کے مفاد میں، وطن اور تہذیب وغیرہ کے مفاد میں کیا جا رہا ہے۔

ان جہازساز، بارودساز، ڈائنامائٹ اور توپیں وغیرہ بنانے‌والے کارخانوں کے حصہ‌داروں اور ڈائرکٹروں میں ہم امیرالبحروں اور برطانیہ کی دونوں پارٹیوں کنسرویٹیو اور لبرل کے بہت ہی نمایاں ریاستی کارکنوں کو دیکھتے ہیں۔ بورژوا سیاستدانوں کی جیبوں میں براہ‌راست سونے کی بوچھار ہو رہی ہے جنھوں نے لٹیروں کا ایک مضبوط بین‌اقوامی گروہ بنا لیا جو عوام کو اسلحہ‌بندی کا اشتعال

دلاتا رہتا ہے اور ان اعتماد رکھنےوالے، بیوقوف، کندذہن اور مطیع لوگوں کو بھیڑوں کی طرح سونڈتا رہتا ہے۔

اسلحہبندی کو قومی کام، حب‌الوطنی کا کام سمجھا جاتا ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سب اس کو سختی کےساتھ راز رکھتے ہیں۔ لیکن جہازسازی، توپسازی، ڈائناسائٹ اور اسلحہ بنانےوالی فیکٹریاں اور کارخانے بین‌اقوامی کارخانے ہوتے ہیں جن میں مختلف ملکوں کے سرمایہ‌دار ملکر مختلف ملکوں کی ''پبلک،، کو احمق بناتے اور جونک کی طرح چوستے ہیں اور یکساں طور پر اٹلی کے خلاف برطانیہ کے لئے یا برطانیہ کے خلاف اٹلی کے لئے جہاز یا توپیں بناتے رہتے ہیں۔

عیارانہ سرمایہ‌دار طریقۂ عمل ہے یہ! ایک طرف تہذیب، نظم، کلچر اور امن ہے اور دوسری طرف جہازسازی اور ڈائناسائٹ وغیرہ بنانے میں سرمایہ‌دار کاروباری اور ٹھگ کروڑھا روبل لوٹتے ہیں۔

برطانیہ اتحاد ثلاثہ کا ممبر ہے جو معاہدۂ ثلاثہ کا دشمن ہے۔ اٹلی معاہدۂ ثلاثہ کا ممبر ہے۔ مشہور فرم ویکرس (برطانیہ) کی شاخیں اٹلی میں ہیں۔ اس فرم کے حصےدار اور ڈائرکٹر (ان کے ہاتھ بکے ہوئے اخباروں اور بکے ہوئے پارلیمانی ''کارکنوں،،، یکساں طور پر کنسرویٹیو اور لبرل دونوں کے ذریعہ) برطانیہ کو اٹلی کے خلاف اور اس کے برعکس مشتعل کرتے رہتے ہیں اور برطانیہ اور اٹلی دونوں کے مزدوروں سے نفع حاصل کرتے رہتے ہیں اور دونوں جگہوں کے عوام کو سونڈتے رہتے ہیں۔

کنسرویٹیو اور لبرل وزرا اور ممبران پارلیمنٹ تقریباً سب کے سب ان فرموں میں حصےدار ہیں۔ چور کا بھائی گرہ‌کٹ ہوتا ہے۔ ''عظیم،، لبرل وزیر گلیڈسٹون کا بیٹا آرم‌سٹرونگ فرم کا ڈائرکٹر ہے۔ نائب امیر البحر بیکن، جو مشہور ماہر بحریات اور برطانیہ میں ''حکومت کے ادارے،، کے اعلی افسر ہیں شہر کاوینٹری میں سات ہزار پونڈ اسٹرلنگ (ساٹھ ہزار روبل سے زیادہ) کی تنخواہ پر توپ خانے کے اسلحہ بنانےوالے کارخانے میں مقرر کئے گئے ہیں جبکہ

برطانوی وزیر اعظم کی تنخواہ پانچ ہزار پونڈ (تقریباً ۵۰ ہزار روبل) ہے۔

ظاہر ہے کہ یہی سارے سرمایہ‌دار ملکوں میں ہو رہا ہے۔ حکومتیں سرمایہ‌داروں کے طبقے کی کارندہ ہوتی ہیں۔ ان کارندوں کو اچھی رقم دی جاتی ہے۔ یہ کارندے خود حصےدار ہوتے ہیں اور یہ مل کر ''حب الوطنی،، کی بلندبانگ تقریروں کی آڑ میں بھیڑوں کو مونڈتے ہیں...

۱۶ (۲۹) مئی ۱۹۱۳ء کو لکھا گیا اور اخبار ''پراودا،، کے شمارہ ۱۱۵ میں ۲۱ مئی ۱۹۱۳ء کو ''ف ر،، کے دستخط سے شایع ہوا

لینن کا مجموعہ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۳، صفحات ۱۷۶ — ۱۷۵

سرمایہ دارانہ دولت کی افزائش

سرمایہ‌داروں کو اپنی آمدنیوں کے بارے میں علانیہ بات چیت کرنا پسند نہیں ھے۔ ''کاروباری رازوں،، کو سختی سے محفوظ رکھا جاتا ھے اور انجان آدمی کے لئے ان ''رازوں،، کو جاننا کہ دولت کیسے پیدا کی جاتی ھے بہت ھی مشکل ھے۔ ذاتی ملکیت مقدس ھے اور اس کے مالک کے معاملے میں کوئی بھی دخل‌انداز نہیں ھو سکتا۔ یہی سرمایہ‌داری کا اصول ھے۔

بہرحال، سرمایہ‌داری مدت ھوئے ذاتی ملکیت کے حدود پار کر چکی ھے اور جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کی صورت اختیار کر چکی ھے۔ سیکڑوں اور ھزاروں شیرھولڈر جو ایک دوسرے کو جانتے تک نہیں ھیں ایک کاروبار میں شامل ھوتے ھیں اور ان صاحبان جائداد کو اکثر ایسے چالاک کاروباری لوگ ھڑپ کر گئے ھیں جو ''کاروباری راز،، کے پردے میں اپنے کاروبار کے حصے‌داروں کی جیبیں صاف کرتے ھیں۔

مقدس ذاتی ملکیت کو اپنے تقدس کے کچھ حصے کی قربانی دینی پڑی۔ قانون کے ذریعہ جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے لئے ٹھیک ٹھیک حساب رکھنا اور اپنے حساب کے خاص نتائج کو شایع کرنا لازمی قرار دیا گیا۔ بہرحال، اس سے پبلک کو بیوقوف بنانا بند نہیں ھوا بلکہ اس کی صورت بدل گئی اور زیادہ چالاکی برتی جانے لگی۔ بڑا سرمایہ، ساری دنیا سے حصے داروں کی چھوٹی رقمیں اپنے پاس جمع کرکے اور بھی زیادہ طاقتور بن گیا۔ جوائنٹ

اسٹاک کمپنیوں کے ذریعہ اب کروڑپتی کے پاس نہ صرف اپنے دس لاکھ روبل ہوتے ہیں بلکہ مزید سرمایہ بھی ہوتا ہے مثلاً آٹھ لاکھ روبل جو ممکن ہے ۸ ہزار چھوٹے مالکوں سے جمع کئے گئے ہوں۔

چنانچہ اسی لئے سرمایہ‌داری کی لغویت کثیر تعداد آبادی کے لئے صاف اور نمایاں ہوتی جا رہی ہے۔

مثلاً یہ رہیں وہ رپورٹیں جو روس میں بیمہ کمپنیوں نے دس سال کے دوران، ۱۹۰۲ء سے ۱۹۱۱ء تک اپنے حساب کتاب کی شایع کی ہیں۔

۱۹۰۲ء میں حصوں کا سرمایہ تین کروڑ تیرہ لاکھ روبل (۲۱ جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں میں) اور ۱۹۱۱ء میں (یہ بھی ۲۱ کمپنیوں میں) تین کروڑ ۴۸ لاکھ روبل تھا۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ سرمائے کا بڑا حصہ مٹھی‌بھر کروڑ پتیوں کی ملکیت میں رہتا ہے۔ ممکن ہے کہ دس یا بیس کروڑپتی ایک کروڑ ۸۰ لاکھ روبل کے حصے رکھتے ہوں، جس میں ان کی اکثریت ہوتی ہے اور وہ باقی ایک کروڑ تیس لاکھ یا ایک کروڑ ساٹھ لاکھ کا جو ''چھوٹے،، حصہ‌داروں کے ہیں بلا کسی کنٹرول کے وارانیارا کرتے رہتے ہیں۔

سرمایہ‌داری کی وکالت کرنےوالے پروفیسر چھوٹے حصےداروں کی تعداد میں اضافہ دیکھ کر صاحبان جائداد کی تعداد میں اضافے کی باتیں بناتے ہیں۔ اور حقیقت میں امیر کروڑ پتیوں کی قوت (اور آمدنی) ''چھوٹے لوگوں،، کے سرمائے کے اوپر بڑھ رہی ہے۔

دیکھئے، دس سال کے دوران ہمارے بیمے کے بادشاہ کیسے پھلے پھولے ہیں۔ حصوں کے سرمائے پر دس سال کے دوران منافع کا اوسط دس فیصدی سے اوپر رہا ہے!! کیا یہ برا منافع ہے؟ دھائی کے برے برسوں میں انھوں نے روبل میں ۶ کوپک ''کمائے،، اور اچھے برسوں میں ۱۲ کوپک!

محفوظ سرمایہ دگنا ہو گیا۔ ۱۹۰۲ء میں یہ پندرہ کروڑ بیس لاکھ روبل تھا اور ۱۹۱۱ء میں ۳۲ کروڑ ستر لاکھ روبل۔ جائداد بھی بڑھکر دگنی ہو گئی۔ ۱۹۰۲ء میں یہ چار کروڑ چالیس لاکھ روبل کی تھی اور ۱۹۱۱ء میں سات کروڑ ساٹھ لاکھ کی۔

نتیجہ — دس سال کے دوران ۲۱ کمپنیوں میں تین کروڑ بیس لاکھ روبل کی نئی جائداد!

کس نے یہ جائداد ''کمائی،،؟

انھوں نے، جنھوں نے کام نہیں کیا، حصےداروں نے اور سب سے پہلے امیر کروڑپتیوں نے جنکے حصوں کی اکثریت تھی۔

کام سیکڑوں ملازمین نے کیا۔ انھوں نے بیمہ کرانےوالوں کو ترغیب دی اور ان کی تنظیم کی، ان کی جائداد کا معائنہ کیا اور حساب کتاب پر محنت کی۔ یہ ملازم، ملازم ھی رہے۔ ان کو تنخواہ کے سوا (جیسا کہ معلوم ھے کہ یہ ان کی اکثریت کے لئے اچھی طرح اپنے خاندانوں کی کفالت کے واسطے بھی کافی نہیں ھے) کچھ نہیں ملتا ھے۔ وہ کوئی بھی جائداد پس‌انداز نہیں کر سکتے۔

اگر کوئی امیر کروڑپتی ڈائرکٹری جیسے ''کام،، کو ھاتھ بھی لگا دیتا ھے تو اس کو وزارتی تنخواہ اور بونسوں کی صورت میں خاص عطیہ پیش کیا جاتا ھے۔

حصےدار حضرات اسلئے امیر بن گئے کہ انھوں نے کام نہیں کیا۔ ان کو دس سال کے دوران اوسطاً تیس لاکھ روبل سالانہ کی خالص آمدنی ھوئی، انھوں نے کوپن کاٹنے کی ''محنت کر کے،، تین کروڑ بیس لاکھ روبل کا مزید سرمایہ جمع کر لیا۔

۱۹ مئی (یکم جون) ۱۹۱۳ء کو لکھا گیا اور ۹ جون ۱۹۱۳ء کو اخبار ''پراودا،، کے شمارہ ۱۳۱ میں شایع ھوا
دستخط: و۔ ای۔

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۳، صفحات ۱۸۵ — ۱۸۷

مہذب بربریت

برطانیه اور فرانس دنیا میں سب سے زیادہ مہذب ملک ہیں۔ لندن اور پیرس، دنیا کے وہ دارالحکومت ہیں جو باترتیب ساٹھ لاکھ اور تیس لاکھ آبادی رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان آٹھ نو گھنٹے کے سفرکا فاصلہ ہے۔

یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ان دارالحکومتوں کے درمیان کیسے تجارتی روابط ہیں اور ان دونوں کے درمیان کتنا کثیر سامان اور کثیر تعداد لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔

اور لیجئے یہی دنیا کے سب سے زیادہ امیر، سب سے زیادہ مہذب اور سب سے زیادہ آزاد ملک، اب خوف و ہراس کے ساتھ اس ''مشکل،، سوال پر بحث کر رہے ہیں، اور وہ بھی پہلی بار نہیں، کہ آیا رود بار انگلستان (جو برطانیه کو براعظم یورپ سے الگ کرتی ہے) کے نیچے سے سرنگ نکالنا ممکن ہے؟

انجنیر مدتوں ہوئے کہہ چکے ہیں کہ ایسا ممکن ہے۔ برطانیه اور فرانس کے سرمایہداروں کے پاس دولت کے ڈھیر ہیں۔ اس کام میں جو سرمایہ لگےگا اس پر نفع کی قطعی ضمانت ہے۔

تو رکاوٹ کیا ہے؟

برطانیه کو ڈر ہے حملے کا! دیکھئے نا ''اگر کچھ ہوا،، تو سرنگ سے برطانیه کی دشمن فوج کو حملے میں آسانی ہوگی۔ اسی لئے برطانیه کے فوجی صاحبان‌اختیار نے بار بار سرنگ کی تعمیر کے خیال کو ناکام بنایا ہے۔

اس کے بارے میں پڑھکر مہذب قوموں کے پاگل‌پن اور اندھےپن پر تعجب ھوتا ھے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جدیدترین ٹکنیکی آلات کے ذریعہ سرنگ کے اندر آمد و رفت کو روکنا اور سرنگ کی مکمل بربادی چند سکنڈ کا کام ھے۔

لیکن مہذب قوموں نے اپنی حالت بربریت کی بنالی ھے۔ سرمایہ‌داری نے یہ کیا کہ بورژوازی کے لئے، مزدوروں کو بیوقوف بنانے کی غرض سے، برطانیہ کے لوگوں کو ''حملے،، کے احمقانہ قصوں سے ڈرانا ضروری ھو گیا۔ سرمایہ‌داری نے یہ کیا کہ وہ متعدد سرمایہ‌دار جن کو سرنگ بننے سے ''کاروباری آمدنی،، کا نقصان ھوگا، دل وجان سے اس کے لئے کوشاں ھیں کہ اس منصوبے کو ناکام بنادیں اور ٹکنیکی ترقی میں روڑا اٹکائیں۔

انگریزوں کا سرنگ سے خوف خود اپنے سے خوف ھے۔ سرمایہ‌دارانہ بربریت ھر طرح کی تہذیب سے زیادہ طاقتور ھے۔

جہاں بھی دیکھئے ھر طرف ایسے فریضے ملتے ھیں جنکو انسانیت فوراً مکمل طور سے حل کرنے کی صلاحیت رکھتی ھے لیکن سرمایہ‌داری اسمیں حائل ھوتی ھے۔ اس نے ڈھیروں دولت جمع کرلی ھے اور لوگوں کو اس دولت کا غلام بنا لیا ھے۔ اس نے انتہائی پیچیدہ ٹکنیکی مسائل حل کرلئے ھیں اور کروڑوں لوگوں کی غربت اور جہالت کیوجہ سے، مٹھی‌بھر کروڑپتیوں کی کنجوسی کیوجہ سے ٹکنیکی ترقیوں کو زندگی میں رائج کرنے سے روک رکھا ھے۔

سرمایہ‌داری میں تہذیب، آزادی اور دولت اس پیٹو امیر کی یاد دلاتی ھیں جو خود زندہ جان سڑ رہا ھو لیکن اس کو زندہ نہیں رہنے دیتا ھو جو کم‌سن ھو۔

لیکن اس کے باوجود کم‌سن پروان چڑھ رہا ھے اور برتری حاصل کر لیگا۔

''پراودا ترودا،، کے شمارہ ۶ میں ۱۷ ستمبر ۱۹۱۳ء کو شایع ھوا
دستخط: W

لینن کا مجموعہٴ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۴، صفحات ۱۶ — ۱۷

جنگ اور روسی سوشل ڈیموکریسی[1]

(اقتباس)

یورپی جنگ جس کی تیاری تمام ملکوں کی حکومتیں اور بورژوا پارٹیاں دسیوں برسوں سے کر رہی تھیں چھڑ گئی ہے۔ اسلحہ‌بندی میں افزائش، ترقی یافتہ ملکوں میں سرمایہ‌دارانہ ترقی کے جدیدترین، سامراجی دور کی منزل میں منڈیوں کے لئے جدوجہد میں شدت اور مشرقی یورپ کے زیادہ پسماندہ ملکوں کے شاہی خاندانوں کے مفادات کے پیش نظر اس جنگ کا ہونا ناگزیر تھا اور یہ جنگ ہوگئی۔ دوسری قوموں کے علاقوں پر قبضہ کرنا اور ان کو ماتحت بنانا، مقابلہ کرنےوالی قوم کو تباہ کرنا اور اس کی دولت کو لوٹ لینا، روس، جرمنی، برطانیہ اور دوسرے ملکوں میں محنت‌کش عوام کی توجہ اندرونی سیاسی بحرانوں سے ہٹانا، پرولتاریہ کی انقلابی تحریک کو کمزور کرنے کے مقصد سے مزدوروں کو غیرمتحد کرنا اور قوم‌پرستی کے جذبات کی حماقت میں مبتلا کرنا اور ان کے ہراول کو ختم کر دینا -- یہ ہے واحد اور اصلی مافیہ، اہمیت اور معنی موجودہ جنگ کے۔

سوشل ڈیموکریسی پر سب سے پہلے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ جنگ کے اس حقیقی معنی کو ظاہر کرے اور بےدھڑک اس جھوٹ، سوفسطائیت اور ''وطن‌دوست'' لفاظی کا پردہ چاک کرے جو حکمراں طبقوں، جاگیرداروں اور بورژوازی نے جنگ کے حق میں پھیلایا ہے۔

جنگ کرنےوالی قوموں کے ایک گروہ کی سردار جرمن بورژوازی ہے۔ وہ مزدور طبقے اور محنت‌کش عوام کو یہ یقین دلاکر بیوقوف

بنا رهی هے کہ جنگ وطن، آزادی اور کلچر کی حفاظت کے لئے، زارشاهی کے مظالم کی شکار قوموں کی نجات کے لئے اور رجعت‌پرست زارشاهی کی تباهی کے لئے هو رهی هے - لیکن حقیقت میں یہی بورژوازی پروشیا کے یونکروں (۲) کی کاسہ لیسی کرتی هے جنکا سربراہ ولہلم ثانی هے اور همیشه سے زارشاهی کی وفادار اتحادی اور روس کے مزدوروں اور کسانوں کی انقلابی تحریک کی دشمن رهی هے - حقیقت میں یہ بورژوازی یونکروں کے ساتھ مل کر پوری کوشش کرے‌گی (جنگ کا نتیجہ خواہ کچھ بھی هو) کہ روس میں انقلاب کے خلاف زارشاهی کی حمایت کرے -

حقیقت میں جرمن بورژوازی نے سیربیا کے خلاف قزاقانہ دھاوا بول دیا تاکہ اس کو اپنا ماتحت بنا لے اور جنوبی سلاف لوگوں کے قومی انقلاب کا گلا گھونٹ دے، اور ساتھ هی اپنی خاص فوجی طاقت زیادہ آزاد ملکوں، بلجیم اور فرانس کی طرف روانہ کر دی تاکہ زیادہ امیر مقابلہ کرنے والوں کو لوٹا جائے - جرمن بورژوازی نے اپنی جنگ کے دفاعی هونے کی داستان پھیلا کر حقیقت میں اپنے نقطۂ نظر سے جنگ کا سب سے مناسب وقت منتخب کیا جسمیں اس نے اپنی جنگی ٹکنیک کے تازہ‌ترین کمالات استعمال کئے اور اس نئی اسلحہ‌بندی پر بازی لے گئی جس کا روس اور فرانس نے منصوبہ بنایا تھا اور فیصلہ کیا تھا -

جنگ کرنے‌والی قوموں کے دوسرے گروہ کی سردار برطانیہ اور فرانس کی بورژوازی هے جو مزدور طبقے اور محنت کش عوام کو یہ یقین دلا کر بیوقوف بنا رهی هے کہ جنگ وطن، آزادی اور کلچر کے لئے اور جرمن عسکریت‌پرستی اور استبداد کے خلاف هو رهی هے - حقیقت میں یہ بورژوازی مدتوں سے یورپ کی انتہائی رجعت‌پرست اور بربریت‌پسند شاهی، روسی زارشاهی کی فوجوں کی تیاری پر اربوں کی رقمیں خرچ کر رهی هے تاکہ وہ جرمنی پر حملہ کرسکیں -

حقیقت میں برطانوی اور فرانسیسی بورژوازی کی جدوجہد کا مقصد جرمن نوآبادیوں پر قبضہ اور ایک ایسی مدمقابل قوم کی تباهی هے جو زیادہ تیزرفتار ترقی میں ممتاز رهی هے - اور اس نیک مقصد کے لئے ''ترقی یافتہ،، اور ''جمہوری،، قومیں وحشی زارشاهی کو

پولینڈ اور یوکرین وغیرہ کا گلا اور گھونٹتے ہیں، روس میں انقلاب کو اور زیادہ دبانے میں مدد دے رہی ہیں۔

جنگ کرنےوالے ملکوں کے دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی لوٹ‌مار، درندگی اور جنگ کی بےشمار اذیت‌رسانیوں میں ایک دوسرے سے پیچھے نہیں ہے۔ لیکن پرولتاریہ کو بیوقوف بنانے اور اس کی توجہ ''اپنے،، ملک کی بورژوازی اور اسی طرح ''غیر،، ملک کی بورژوازی کے خلاف واحد اور حقیقی جنگ آزادی سے یعنی خانہ جنگی سے ہٹانے کے لئے، اس اعلی مقصد کے لئے ہر ملک کی بورژوازی حب الوطنی کے بارے میں جھوٹی لفاظی کرکے ''اپنی،، قومی جنگ کی مدح سرائی اور اس بات کی یقین دھانی کی کوشش کرتی ہے کہ وہ لوٹ مار اور زمین پر قبضہ کرنے کے لئے مدمقابل پر فتح کی خواھاں نہیں ہے بلکہ وہ تمام دوسری قوموں کی، سوائے اپنی قوم کے، ''نجات،، چاھتی ہے۔

لیکن تمام ملکوں کی حکومتیں اور بورژوازی مزدوروں کو غیرمتحد کرنے اور ان کو ایک دوسرے سے لڑانے کی جتنی زیادہ سخت کوششیں کرتی ہیں اور اس اعلی مقصد کے لئے مارشل‌لا اور فوجی سنسر کے طریقے (جو اس وقت، جنگ کے زمانے میں بھی، بمقابلہ بیرونی دشمن کے ''اندرونی،، دشمن کے خلاف زیادہ شدید ہیں) جتنی زیادہ سختی سے نافذ کئے جاتے ہیں اتناھی زیادہ باشعور پرولتاریہ کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ تمام ملکوں کے ''وطن دوست،، بورژوا جتھوں کے بےلگام شاونزم کے خلاف اپنی طبقاتی یکجہتی، اپنی بین اقوامیت پر اور اپنے سوشلسٹ عقائد پر اٹل رہے۔ باشعور مزدوروں کی طرف سے اس فریضے سے انکار کا مطلب آزادی اور جمہوریت کے لئے (سوشلزم کی تو بات ھی جانے دیجئے) اپنی تمام خواھشوں سے انکار ھوتا۔

ستمبر ۱۹۱۴ء میں، ۲۸ ستمبر (۱۱ اکتوبر) سے پہلے لکھا گیا۔ یکم نومبر ۱۹۱۴ء کو اخبار ''سوشل ڈیموکریٹ،، کے شمارہ ۳۳ میں شائع ھوا

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۶، صفحات ۱۵ — ۱۷

سوشلزم اور جنگ[۳]

پہلا باب
سوشلزم کے اصول اور ۱۵ — ۱۹۱۴ء کی جنگ

(اقتباس)

جنگوں کی طرف سوشلسٹوں کا رویہ

سوشلسٹوں نے ہمیشہ قوموں کے درمیان جنگ کی بربریت آمیز اور وحشیانہ اقدام کی حیثیت سے مذمت کی ہے۔ لیکن جنگ کے بارے میں ہمارا رویہ بمقابلہ بورژوا امن پرستوں (امن کے حامی اور تبلیغ کرنے والے) اور انارکسٹوں کے اصولی طور پر مختلف ہے۔ اول الذکر سے ہمارا فرق یہ ہے کہ ہم جنگ کو ملک کے اندر طبقاتی جنگ سے ناگزیر طور پر مربوط سمجھتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ طبقات کو ختم کئے اور سوشلزم کو قائم کئے بغیر جنگوں کو ختم کرنا ناممکن ہے۔ ہمارا فرق یہ بھی ہے کہ ہم خانہ جنگی یعنی مظلوم طبقے کی ظالم طبقے کے خلاف، غلاموں کی غلام مالکوں کے خلاف، کسان غلاموں کی جاگیرداروں کے خلاف، اجرتی مزدوروں کی بورژوازی کے خلاف جنگ کے جواز، ترقی پسندی اور ضرورت کو پوری طرح تسلیم کرتے ہیں۔ اور امن پرستوں (pacifists) اور انارکسٹوں سے ہم مارکسیست یہ فرق رکھتے ہیں کہ تاریخی طور سے (مارکس کی جدلیاتی مادیت کے نقطۂ نظر سے) ہر ایک جنگ کے مطالعہ کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تاریخ میں بارہا ایسی جنگیں ہوئی ہیں جو ان تمام ہولناکیوں، درندگی، غربت اور مصیبتوں کے باوجود جو ہر طرح کی جنگوں سے ناگزیر طور پر مربوط ہوتی ہیں، ترقی پسند تھیں یعنی وہ خاص طور پر مضرت رساں اور رجعت پرست اداروں کو (مثلاً شخصی حکومت یا کسان غلامی کو) اور یورپ میں انتہائی بربرانہ استبدادی حکومتوں کو (ترکی اور روس کی) برباد

کرنے میں مدد دیکر انسانیت کی ترقی کے لئے مفید ثابت ہوئیں۔ اسی لئے موجودہ جنگ ھی کی تاریخی خصوصیات کا جائزہ لینے کی ضرورت ھے۔

موجودہ زمانے کی جنگوں کی تاریخی قسمیں

عظیم فرانسیسی انقلاب نے انسانیت کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ اس زمانے سے پیرس کمیون (۴) تک، ۱۷۸۹ء سے ۱۸۷۱ء تک جنگوں کی قسموں میں سے بورژوا ترقی‌پسند، قومی آزادی کا کردار رکھنےوالی جنگیں تھیں۔ دوسرے الفاظ میں ان جنگوں کا خاص مافیہ اور تاریخی اھمیت مطلق العنانی اور جاگیرداری کا تختہ الٹنا، ان کو اندرسے برباد کرنا اور غیرملکی جبروتشدد کے جوے کو اتار پھینکنا تھا۔ اسی لئے یہ جنگیں ترقی‌پسند تھیں اور تمام ایماندار، انقلابی ڈیموکریٹوں اور تمام سوشلسٹوں نے بھی ایسی جنگوں میں اس ملک (یعنی اس بورژوازی) سے ھمیشہ ھمدردی رکھی جو جاگیرداری، مطلق العنانی اور غیرقوموں پر جبروتشدد کی انتہائی خطرناک بنیادوں کو ختم کرنے یا اندر سے تباہ کرنے کے لئے سرگرم عمل ھوا۔ مثلاً جو انقلابی جنگیں فرانس نے لڑیں (۵) ان میں لوٹ‌مار اور دوسروں کے علاقوں پر قبضے کا عنصر بھی تھا لیکن اس سے ان جنگوں کی بنیادی تاریخی اھمیت ذرا بھی نہیں بدلتی جنھوں نے سارے پرانے اور غلام مالکوں والے یورپ میں جاگیردار نظام اور مطلق العنانی کو برباد کر دیا اور توڑپھوڑ کر رکھ دیا۔ فرانسیسی — پروشیائی جنگ (۶) میں جرمنی نے فرانس کو لوٹا لیکن اس سے اس جنگ کی تاریخی اھمیت میں تبدیلی نہیں ھوتی کیونکہ اس نے کروڑوں جرمن لوگوں کو جاگیردارانہ پراگندگی اور دو مطلق العنان بادشاھوں، روسی زار اور نپولین سوم کے مظالم سے نجات دلائی۔

۱۷۸۹ء — ۱۸۷۱ء کے دور نے گہرے نشان اور انقلابی یادیں چھوڑی ہیں ۔ جاگیرداری، مطلق العنانی اور غیرملکی جبروتشدد کو ختم کرنے تک سوشلزم کے لئے پرولتاری جدوجہد کی ترقی کے بارے میں کوئی سوال ہی نہیں ہو سکتا تھا ۔ ایسے ادوار کی جنگوں کے تعلق سے ''دفاعی،، جنگوں کے جواز کا ذکر کرتے ہوئے سوشلسٹوں نے ہمیشہ وہی مقاصد پیش نظر رکھے جو قرون وسطی کے نظام اور کسان غلامی کے خلاف انقلاب تک لے جانےوالے تھے ۔ سوشلسٹوں نے ''دفاعی،، جنگ کو ہمیشہ اس معنی کے لحاظ سے ''منصفانہ،، سمجھا (ولہلم لیبکنیخت نے ایک بار یہی کہا (۷)) ۔ صرف اسی معنی میں سوشلسٹوں نے ''حفاظت وطن،، یا ''دفاعی،، جنگ کے جائز، ترقی‌پسند اور منصفانہ ہونے کو تسلیم کیا اور اب بھی تسلیم کرتے ہیں ۔ مثلاً اگر کل مراکش فرانس کے خلاف، ہندستان برطانیہ کے خلاف، ایران یا چین روس کے خلاف وغیرہ وغیرہ جنگ کا اعلان کر دے تو یہ بلالحاظ اس کے کہ کس نے پہلے حملہ کیا ''منصفانہ،،، ''دفاعی،، جنگ ہوگی، اور ہر سوشلسٹ کو مظلوم، ماتحت اور پورے حقوق نہ رکھنےوالی ریاستوں کی ظالم، غلام مالک، لٹیری ''عظیم،، طاقتوں پر فتح سے ہمدردی ہوگی ۔

لیکن تصور کیجئے کہ ۱۰۰ غلاموں کا مالک ایسے غلام مالک سے جنگ کر رہا ہے جو ۲۰۰ غلام رکھتا ہے تاکہ غلاموں کی تقسیم زیادہ ''منصفانہ،، طور سے ہوسکے ۔ صاف بات ہے کہ ایسے واقعہ کو ''دفاعی،، جنگ یا ''حفاظت وطن،، سمجھنا تاریخی جھوٹ اور عملی طور پر عام لوگوں، پیٹی‌بورژوا اور جاہل لوگوں کے لئے چالاک غلام مالکوں کا محض دھوکا ہوگا ۔ اسی طرح سے قوموں کو ''قومی،، نصب‌العین اور حفاظت وطن کے خیال سے موجودہ جنگ میں، جو غلام مالکوں کے درمیان غلامی کو مضبوط اور استوار کرنے کے لئے ہو رہی ہے، آج کی سامراجی بورژوازی دھوکا دے رہی ہے ۔

موجودہ جنگ سامراجی جنگ ہے

تقریباً سبھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ جنگ سامراجی ہے لیکن زیادہ‌تر اس خیال کو مسخ کیا جاتا ہے یا اس کو ایک رخ سے لیا جاتا ہے یا اس بات کا امکان چھوڑ دیا جاتا ہے کہ یہ جنگ بورژوا ترقی‌پسندی اور قومی آزادی کی اہمیت کی حامل ہے۔ سامراجیت سرمایہ‌دارانہ ارتقا کی وہ اعلیٰ‌ترین منزل ہے جو محض بیسویں صدی میں حاصل ہوئی ہے۔ سرمایہ‌دار نظام کے لئے اب وہ پرانی قومی ریاستیں تنگ ہو گئی ہیں جنکی تشکیل کے بغیر وہ جاگیردار نظام کا تختہ نہیں الٹ سکتا تھا۔ سرمایہ‌دار نظام نے ارتکاز کو اس حد تک فروغ دیا کہ صنعت کی ساری شاخوں پر سینڈیکیٹوں، ٹرسٹوں، ارب پتی سرمایہ‌داروں کی کمپنیوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور تقریباً سارا کرۂ ارض ان ''سرمائے کے فرماں‌رواؤں'' کے درمیان یا تو نوآبادیوں کی شکل میں یا دوسرے ملکوں کو مالیاتی استحصال کے ہزاروں پھندوں میں پھنسا کر تقسیم ہو گیا۔ آزاد تجارت اور مقابلے کو اجارے‌داری، سرمایہ لگانے اور خام اشیا کے حصول کے ذرائع کی حیثیت سے علاقوں پر قبضے وغیرہ کرنے کی خواہش نے دبا دیا۔ قوموں کے نجات دہندہ کی حیثیت سے، جو سرمایہ‌دار نظام جاگیرداری کے خلاف جدوجہد میں تھا، اب سامراجی سرمایہ‌دار نظام قوموں پر سب سے زیادہ جبروتشدد کرنے‌والا بن گیا ہے۔ سرمایہ‌دار نظام ترقی‌پسندی سے ہٹکر رجعت‌پرستی پر آگیا ہے۔ اس نے پیداواری طاقتوں کو اس حدتک فروغ دے دیا ہے کہ انسانیت اب اس سے دوچار ہے کہ یا تو وہ سوشلزم کی طرف جائے یا برسوں بلکہ دسیوں برس ''عظیم'' طاقتوں کی اس مسلح جدوجہد کی مصیبتیں برداشت کرے جو نوآبادیوں، اجارے‌داریوں، خصوصی رعایتوں اور ہر طرح کے قومی جبروتشدد کے ذریعہ سرمایہ‌دار نظام کو مصنوعی طور پر برقرار رکھنے کے لئے ہو رہی ہے۔

غلامی کو برقرار رکھنے اور مضبوط بنانے کے لئے بڑے بڑے غلام مالکوں کے درمیان جنگ

سامراج کے معنی کو واضح کرنے کے لئے ہم ان طاقتوں کے درمیان جن کو ''عظیم،، کہا جاتا ہے (یعنی وہ جو لوٹ‌مار میں بہت زیادہ کامیاب ہیں) دنیا کی تقسیم کے بارے میں ٹھیک معلومات پیش کر رہے ہیں (خاکے کو صفحے ۲۶ پر دیکھئے۔ایڈیٹر)۔

اس سے ظاہر ہے کہ وہ قومیں جو ۱۷۸۹ء — ۱۸۷۱ء میں آزادی کی جدوجہد میں زیادہ‌تر دوسروں کی سربراہ تھیں، اب ۱۸۷۶ء کے بعد، اعلی ترقی یافتہ اور ''حد سے زیادہ پکے ہوئے،، سرمایہ‌دار نظام کی بنیاد پر، سارے کرۂ ارض کی زیادہ‌تر آبادی اور قوموں پر جبروتشدد کرنےوالی اور ان کو غلام بنانےوالی قوموں میں تبدیل ہو گئی ہیں۔ ۱۸۷۶ء سے ۱۹۱۴ء تک چھہ ''عظیم،، طاقتوں نے ڈھائی کروڑ مربع کلومیٹر کے علاقے پر یعنی یورپ سے ڈھائی گنے زیادہ بڑے رقبے پر زبردستی قبضہ کر لیا! چھہ طاقتوں نے نوآبادیوں میں نصف ارب سے زیادہ (۵۲ کروڑ تیس لاکھ) آبادی کو غلام بنا رکھا ہے۔ ''عظیم،، طاقتوں کے ہر چار باشندوں پر ''انکی،، نوآبادیوں کے پانچ باشندوں کا اوسط ہے۔ اور یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ یہ نوآبادیاں بربادی اور قتل و غارت کے ذریعہ جیتی گئی ہیں، کہ نوآبادیوں میں باشندوں کے ساتھ درندگی کا برتاؤ کیا جاتا ہے، کہ انکا ہزاروں طریقوں سے (سرمائے کی برآمد اور مراعات وغیرہ کے ذریعہ، اشیائے تجارت کی فروخت میں دھوکا دے کر، ''حکمراں،، قوم کے حاکموں کی فرماں‌برداری وغیرہ کے ذرائع سے) استحصال کیا جاتا ہے۔ برطانوی — فرانسیسی بورژوازی لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکا دیتی ہے کہ وہ قوموں اور بلجیم کی آزادی کے لئے جنگ کر رہی ہے۔ اور درحقیقت جنگ ہو رہی ہے ان نوآبادیوں کو برقرار رکھنے کے لئے جن میں بورژوازی نے بےحد لوٹ مار مچا رکھی ہے۔ جرمن سامراجی بلجیم وغیرہ کو فوراً آزاد کر دیتے اگر برطانیہ اور فرانس اس پر راضی ہو جاتے کہ وہ ان کے ساتھ ملکر اپنی نوآبادیاں ''ایمانداری،، سے تقسیم کر لیں گے۔ انوکھی صورت حال یہ ہے کہ اس جنگ میں نوآبادیوں کی قسمت کا فیصلہ وہ جنگ کریگی جو

''عظیم،، غلام مالک طاقتوں کے درمیان دنیا کی تقسیم

''عظیم،، طاقتیں	نوآبادیاں ۱۸۷۶ء مربع کلومیٹر	نوآبادیاں ۱۸۷۶ء آبادی	نوآبادیاں ۱۹۱۴ء مربع کلومیٹر	نوآبادیاں ۱۹۱۴ء آبادی	نوآبادکار ملک ۱۹۱۴ء مربع کلومیٹر	نوآبادکار ملک ۱۹۱۴ء آبادی	میزان مربع کلومیٹر	میزان آبادی
	لاکھ میں	لاکھ میں	لاکھ میں	لاکھ میں	لاکھ میں	لاکھ میں	لاکھ میں	لاکھ میں
برطانیہ	۲۲۵	۲۰۱۹	۳۳۵	۳۹۳۵	۳	۴۶۵	۳۳۸	۴۴۰۰
روس	۱۷۰	۱۵۹	۱۷۴	۳۳۲	۵۴	۱۳۶۲	۲۲۸	۱۶۹۴
فرانس	۹	۶۰	۱۰۶	۵۵۵	۵	۳۹۶	۱۱۱	۹۵۱
جرمنی	—	—	۲۹	۱۲۳	۵	۶۴۹	۳۴	۷۷۲
جاپان	—	—	۳	۱۹۲	۴	۵۳۰	۷	۷۲۲
ریاستہائے متحدہ امریکہ	—	—	۳	۹۷	۹۴	۹۷۰	۹۷	۱۰۶۷
میزان چھہ ''عظیم،، طاقتوں کے لئے	۴۰۴	۲۷۳۸	۶۵۰	۵۲۳۴	۱۶۵	۴۳۷۲	۸۱۵	۹۶۰۶
عظیم طاقتوں کے علاوہ دوسرے نوآبادکاروں (بلجیم، ہالینڈ اور دوسری ریاستوں) کی نوآبادیاں			۹۹	۴۵۳			۹۹	۴۵۳
تین ''نیم نوآبادی،، ممالک (ترکی، چین اور ایران)							۱۴۵	۳۶۱۲
میزان							۱۰۵۹	۱۳۶۷۱
دوسری ریاستیں اور ملک							۲۸۰	۲۸۹۹
پورا کرۂ ارض (آرکٹک اور انٹارکٹک کے علاقوں کو چھوڑ کر)							۱۳۳۹	۱۶۵۷۰

براعظم یورپ میں ہو رہی ہے۔ بورژوا انصاف اور قومی آزادی (یا قوموں کے وجود کے حق) کے نقطۂ نظر سے جرمنی بلاشبہ برطانیہ اور فرانس کے خلاف حق پر ہوتا کیونکہ اس کو نوآبادیوں سے ''محروم،، کر دیا گیا ہے، اس کے دشمن بمقابلہ اس کے کہیں زیادہ قوموں پر جبروتشدد کر رہے ہیں اور جرمنی کا اتحادی آسٹریا جن سلاف پر جبروتشدد کر رہا ہے وہ بلاشبہ زیادہ آزادی رکھتے ہیں بمقابلہ زار کے روس کے جو واقعی ''قوموں کا جیل،، ہے۔ لیکن خود جرمنی آزادی کے لئے نہیں بلکہ قوموں پر جبروتشدد کے لئے لڑ رہا ہے۔ یہ سوشلسٹوں کا کام نہیں ہے کہ وہ زیادہ نوجوان اور قوت ور ڈاکو (جرمنی) کو زیادہ پرانے اور پیٹوڈاکوؤں کو لوٹنے میں مدد دیں۔ سوشلسٹوں کو چاہئے کہ وہ ڈاکوؤں کے درمیان جدوجہد سے فائدہ اٹھائیں تاکہ ان سب کا تختہ الٹ دیں۔ اس کے لئے سب سے پہلے سوشلسٹوں کو عوام سے سچی بات کہنا چاہئے یعنی یہ جنگ تین لحاظ سے غلامی کو مضبوط بنانے کے لئے غلام مالکوں کی جنگ ہے۔ اول، یہ جنگ ہے نوآبادیوں کی غلامی میں مضبوطی کے لئے، ان کی زیادہ ''منصفانہ،، تقسیم اور آئندہ زیادہ ''ملی بھگت،، سے ان کے استحصال کے ذریعہ۔ دوسرے، خود ''عظیم،، طاقتوں کے اندر دوسری قوموں پر جبروتشدد میں زیادہ سختی کے لئے کیونکہ آسٹریا اور روس دونوں صرف اسی جبر و تشدد کی بنا پر (روس بمقابلہ آسٹریا کے کہیں بدتر) قائم ہیں، جنگ کے ذریعہ اس کو تیز کرکے۔ تیسرے، اجرتی غلامی کو مضبوط کرنے اور اس کو جاری رکھنے کے لئے کیونکہ پرولتاریہ منقسم اور کچلا ہوا ہے جبکہ سرمایہ‌دار جنگ سے خوب کما رہے ہیں، قومی تعصبات کو ہوا دے رہے ہیں اور رجعت‌پرستی کو بڑھا رہے ہیں جس نے تمام ملکوں میں، حتی کہ انتہائی آزاد اور انتہائی رپبلکن ملکوں میں بھی، سر اٹھایا ہے۔

''جنگ پالیسی کا تسلسل دوسرے (یعنی تشدد آمیز) ذرائع سے ہے

یہ مشہور مقولہ کلاؤزیویتس کا ہے (۸) جو جنگی مسئلوں پر بڑی گہرائی سے لکھنے‌والوں میں تھے۔ مارکسیستوں نے ہمیشہ اس

اصول کو بجا طور پر ہر جنگ کے معنی کے بارے میں خیالات کی نظریاتی بنیاد سمجھا۔ مارکس اور اینگلس نے ہمیشہ اسی نقطۂ نظر سے مختلف جنگوں کو دیکھا ہے۔

اس خیال کو موجودہ جنگ پر منطبق کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ دسیوں برسوں کے دوران، تقریباً نصف صدی میں، برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی، آسٹریا اور روس کی حکومتوں اور حکمراں طبقوں نے نوآبادیوں کو لوٹنے، دوسری قوموں پر جبر و تشدد کرنے اور مزدور تحریک کو دبانے کی پالیسی چلائی ہے۔ اور یہی، صرف ایسی ہی سیاست اس جنگ میں بھی جاری ہے۔ خصوصاً آسٹریا اور روس دونوں میں پرامن زمانے کی طرح، جنگ کے زمانے میں بھی قوموں کو غلام بنانے کی پالیسی چلائی جارہی ہے نہ کہ ان کو آزاد کرنے کے لئے۔ اس کے برعکس، چین، ایران، ہندستان اور دوسرے ماتحت ملکوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ پچھلے دہائی برسوں میں لاکھوں اور کروڑوں لوگوں کو قومی زندگی کے لئے بیدار کرنے، ان کو رجعت‌پرست ''عظیم،، طاقتوں کے جبروتشدد سے نجات دلانے کی پالیسی چلی ہے۔ اس تاریخی بنیاد پر جنگ آج بھی بورژوا ترقی‌پسند، قومی آزادی کی جنگ ہو سکتی ہے۔

موجودہ جنگ کو ''عظیم،، طاقتوں اور ان کے اندر بنیادی طبقوں کی پالیسی کے تسلسل کے نقطۂ نظر سے دیکھنا کافی ہوگا تاکہ اس رائے کی صریحی تواریخ دشمنی، جھوٹ اور مکاری کو فوراً دیکھا جاسکے کہ گویا اس جنگ میں ''حفاظت وطن،، کے خیال کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

بلجیم کی مثال

تہرے (اب چوہرے) اتحاد (۹) کے سوشل شاونسٹ (روس میں پلیخانوف اینڈ کمپنی) بلجیم کی مثال پیش کرنا بہت پسند کرتے ہیں۔ لیکن یہ مثال ان کے خلاف کہتی ہے۔ جرمن سامراج نے بےشرمی کے ساتھ بلجیم کی غیرجانبداری کو توڑا ہے، جیسا کہ ہمیشہ اور ہر جگہ جنگ کرنےوالی قومیں کرتی آئی ہیں جو ضرورت پڑنے پر سارے معاہدوں اور ذمےداریوں کو رد کرتی رہی ہیں۔

مانے لیتے ہیں کہ ساری ریاستیں جو بین‌اقوامی معاہدوں پر عمل سے دلچسپی رکھتی ہیں جرمنی کے خلاف اس مطالبے کے ساتھ اعلان جنگ کردیتیں کہ بلجیم کو آزاد کیا جائے اور اس کے نقصان کا معاوضہ ادا کیا جائے ۔ اس صورت میں واقعی سوشلسٹوں کی ہمدردی جرمنی کے دشمنوں کے ساتھ ہوتی ۔ لیکن معاملہ تو بالکل یہ ہے کہ ''تہرا (اور چوہرا) اتحاد،، بلجیم کے لئے جنگ نہیں کر رہا ہے ۔ یہ بات اچھی طرح واضح ہے اور صرف مکار ہی اس کو چھپاتے ہیں ۔ برطانیہ جرمنی اور ترکی کی نوآبادیوں کو لوٹ رہا ہے، روس گالیشیا اور ترکی کو، فرانس الساس ـ لورین اور حتی کہ دریائے رائن کے بائیں کنارے کو دبا لینا چاہتا ہے، اٹلی سے لوٹ مار (البانیہ، ایشیائے کوچک) کی تقسیم کا معاہدہ ہوا ہے، بلغاریہ اور رومانیہ سے بھی لوٹ مار کی تقسیم کے لئے سودا ہو رہا ہے ۔ موجودہ حکومتوں کی موجودہ جنگ کی بنیاد پر بلجیم کی مدد اس کے سوا دوسرے طریقے سے نہیں کی جا سکتی کہ آسٹریا یا ترکی وغیرہ کا گلا گھونٹنے میں مدد دی جائے! یہاں ''حفاظت وطن،، کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟؟ اسی میں سامراجی جنگ، رجعت‌پرست، بورژوا اور تاریخی طور پر فرسودہ حکومتوں کے درمیان جنگ کی خصوصیت ہے جو دوسری قوموں پر جبروتشدد کے لئے ہو رہی ہے ۔ جو موجودہ جنگ میں شرکت کو جائز قرار دیتا ہے وہ قوموں پر سامراجی جبروتشدد کو جاوداں بناتا ہے ۔ جو اس بات کی وکالت کرتا ہے کہ حکومتوں کی موجودہ مشکلات سے سماجی انقلاب کی جدوجہد کے لئے فائدہ اٹھایا جائے وہ واقعی تمام قوموں کے لئے سچی آزادی کا علمبردار ہے جو صرف سوشلزم میں ممکن ہے ۔

جولائی ـ اگست ۱۹۱۵ء میں لکھا گیا ۔
اگست ۱۹۱۵ء میں اخبار ''سوشل ڈیموکریٹ،، کے ادارئے نے الگ پمفلٹ میں جنیوا سے شائع کیا

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۶، صفحات ۳۱۸ ـ ۳۱۱

ن۔ بوخارین کے پمفلٹ ''عالمی معیشت اور سامراج'' کا پیش لفظ

ن۔ ای۔ بوخارین کی تصنیف میں جس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے اس کے اہم اور فوری ہونے کے بارے میں کسی خاص وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔ سامراج کا سوال نہ صرف ایک بہت ہی اہم بلکہ یوں کہا جا سکتا ہے انتہائی اہم سوال ہے معاشی سائنس کے اس شعبے میں جو جدیدترین زمانے میں سرمایہ‌داری کی شکلوں میں تبدیلی کا مطالعہ کرتا ہے۔ ان حقائق سے واقفیت، جنکا تعلق اس شعبے سے ہے اور جن کو مصنف نے تازہ‌ترین مواد کی بنا پر اتنی افراط سے جمع کیا ہے، بلاشبہ نہ صرف معیشت سے بلکہ موجودہ سماجی زندگی کے کسی شعبے سے بھی ہر دلچسپی رکھنےوالے کے لئے ضروری ہے۔ یہ بات بجائے خود ظاہر ہے کہ موجودہ جنگ کے ٹھوس تاریخی اندازے کے بارے میں بات تک نہیں کی جاسکتی اگر اس اندازے کی بنیاد سامراج کے ماہیہ کی پوری وضاحت نہ ہو، اس کے معاشی اور سیاسی پہلو دونوں سے۔ کسی دوسری طرح پچھلے دس سال کی معاشی اور سیاسی تاریخ کو سمجھنا ممکن نہیں ہے اور اس کے بغیر جنگ کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے کی بات تک مضحکہ‌انگیز ہے۔ مارکس‌ازم کے نقطۂ نظر سے، جو اس مسئلے میں عام طور پر جدید سائنس کے مطالبات کا خاص صفائی سے اظہار کرتا ہے، ایسے طریقوں کی ''سائنسی'' اہمیت پر محض مسکرایا ہی جا سکتا ہے، جب جنگ کے ٹھوس تاریخی اندازے کے بجائے سیاسی ''دستاویزوں'' اور روزمرہ کی سیاسی باتوں سے وہ

واقعات لئے جاتے ھیں جو کسی ملک کے حکمراں طبقوں کے لئے پسندیدہ یا سوزوں ھیں۔ مثلاً جناب پلیخانوف مارکس‌ازم کو بالکل خدا حافظ کہہ دیتے ھیں جب وہ جدیدترین اعلی ترقی یافتہ، پکی ہوئی اور حد سے زیادہ پکی ھوئی سرمایہ‌داری کے معاشی تعلقات کے سسٹم کی حیثیت سے سامراج کی بنیادی صفات اور رجحانات کے تجزئے کی جگہ ایسے چند معمولی واقعات ٹٹولنے کے لئے دیتے ھیں جو پوریشکیوچ اور میلیوکوف کے لئے پسندیدہ ہوں۔ ساتھ ھی سامراج کے سائنسی مفہوم کو گالی کی حد تک گرا دیا جاتا ھے جب اس کا ذکر ان دوسامراجیوں کے براہ راست مدمقابل، رقیب اور مخالف لوگوں کے لئے کیا جاتا ھے جن کا ذکر ابھی کیا جا چکا ھے اور جن کی طبقاتی بنیاد بالکل اسی قسم کی ھے جیسے ان کے مدمقابل اور مخالف لوگوں کی! ھمارے زمانے میں جب کہ الفاظ فراموش کر دئے جاتے ھیں، اصولوں کو کھو دیا جاتا ھے، عالمی نقطۂ نظر کو اوندھا کر دیا جاتا ھے اور تجویزوں اور سنجیدہ وعدوں کو بالائے طاق رکھدیا جاتا ھے یہ کوئی قابل حیرت بات نہیں ھے۔

بوخارین کی تصنیف کی سائنسی اھمیت یہ ھے کہ وہ سامراج سے تعلق رکھنےوالے عالمی معیشت کے بنیادی حقائق کا جائزہ لیتا ھے، مجموعی طور پر اور انتہائی ترقی‌یافتہ سرمایہ‌دار نظام کے ارتقا کی معینہ منزل کی حیثیت سے۔ نسبتاً ’’پرامن،، سرمایہ‌دار نظام کا دور بھی تھا جبکہ اس نے یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں میں جاگیردار نظام پر مکمل فتح حاصل کی تھی اور نسبتاً زیادہ سکون و اطمینان کے ساتھ ترقی کر سکا تھا، ان وسیع علاقوں پر جو ابھی تک غیرآباد تھے اور ان ملکوں میں جو مختتم طور پر سرمایہ‌دار بھنور میں نہیں کھنچ آئے تھے، ’’پرامن،، طور سے پھیل سکا تھا۔ واقعی، اسی دور میں، تقریباً ۱۸۷۱ء — ۱۹۱۴ء کے برسوں میں، ’’پرامن،، سرمایہ‌دار نظام نے زندگی کے ایسے حالات پیدا کئے جو حقیقی ’’امن،، سے بہت دور تھے، فوجی اور سماجی دونوں لحاظ سے۔ ترقی‌یافتہ ملکوں کی نوے فیصدی آبادی کے لئے، نوآبادیوں اور پسماندہ ملکوں کے کروڑوں باشندوں کے لئے یہ ’’امن،، کا نہیں بلکہ جبروتشدد، صعوبتوں اور دھشت کا دور تھا جو کہ اس وجہ سے اور بھی

دهشتناک ہو گیا تھا کہ وہ ''نہ ختم ہونےوالی دہشت،، کا دور معلوم ہونے لگا تھا۔ یہ دور اب کبھی واپس نہ آئےگا، وہ ایسے دور سے بدل گیا ہے جو زیادہ ہیجان، الٹ پلٹ، آفتوں اور تصادم سے بھرا ہے، جو کثیر تعداد آبادی کے لئے ''نہ ختم ہونےوالی دہشت،، کا اتنا دور نہیں رہا ہے جتنا کہ ''دہشت‌ناک انجام،، کا۔

ان سب باتوں میں اس کو پیش نظر رکھنا بہت ہی اہم ہے کہ یہ تبدیلی سرمایہ‌دار نظام کے انتہائی گہرے اور بنیادی رجحانات میں اور عام طور پر اشیائے تجارت کی پیداوار میں براہ راست ترقی، وسعت اور اجرا کے سوا کسی اور ذریعہ سے نہیں ہوئی ہے۔ تبادلے میں اضافہ، بڑے پیمانے کی پیداوار میں اضافہ — یہ ہیں وہ بنیادی رجحانات جو دنیا بھر میں صدیوں سے دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ تبادلے میں ترقی کی ایک معینہ منزل میں، بڑے پیمانے کی پیداوار میں اضافے کی ایک معینہ منزل میں یعنی اس منزل میں جس کو انیسویں اور بیسویں صدی کی سرحد پر حاصل کیا گیا، تبادلے نے معاشی تعلقات اور سرمائے کو اتنا بین‌اقوامی بنا لیا اور بڑے پیمانے کی پیداوار اتنی بڑھ گئی کہ آزاد مقابلے کی جگہ اجارےداریاں لینے لگیں۔ اب ملکوں کے اندر اور بین ملکی تعلقات میں ''آزاد،، مقابلہ کرنےوالے کارخانے نہیں بلکہ کارخانےداروں کی اجارےدار یونینیں اور ٹرسٹ مثالی ہو گئے۔ مالیاتی سرمایہ دنیا کا مثالی ''مالک،، بن گیا جو خاص طور پر متحرک اور لوچدار ہے، خاص طور پر اندرون ملک اور بین اقوامی لحاظ سے گتھا ہوا ہے، خاص طور پر براہ راست پیداوار سے ذاتی تعلق نہیں رکھتا اور اس سے کٹا ہوا ہے، خاص آسانی سے اس کا ارتکاز ہوتا ہے اور خاص طور پر اس کا اتنا زیادہ ارتکاز ہو چکا ہے کہ لفظ بلفظ یہ بات ٹھیک ہے کہ چند سو ارب‌پتیوں اورکروڑپتیوں کے ہاتھ میں دنیا کا انجام آگیا ہے۔

تجریدی نظریاتی طور پر بحث کرتے ہوئے، اسی نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے جس پر ذرا مختلف طریقے سے لیکن مارکس‌ازم کو ترک کرکے کاؤتسکی بھی پہنچا تھا یعنی وہ دن دور نہیں ہے جب یہ سرمائے کے مالک ایک واحد عالمی ٹرسٹ میں متحد

2—258

هو جائیں گے جو علحدہ علحدہ ملکوں کے مالیاتی سرمائے کی کشمکش کی جگہ مالیاتی سرمائے کے بین‌اقوامی اتحاد کو دے دیگا۔ یہ نتیجہ بہرحال، ایسا ہی تجریدی، سادہ لوحانہ اور غلط ہوگا جیسا کہ پچھلی صدی کی آخری دھائی میں ''استرووے کے پیرووں،، اور ''اکونومسٹوں،، (۱۰) کا اسی طرح کا نتیجہ تھا جبکہ انھوں نے سرمایہ‌دار نظام کی ترقی پسندی سے، اس کی ناگزیریت سے، روس میں اس کی مختتم فتح سے ایسے نتیجے اخذ کئے جو کبھی تعریفی (سرمایہ‌دار نظام کی تعریف، اس سے صلح جوئی، اور جدوجہد کے بجائے ستائش) کبھی سیاست سے عاری (یعنی سیاست سے انکار یا سیاست کی اہمیت، عام سیاسی ہنگاموں وغیرہ کے امکان سے انکار جو ''اکونومسٹوں،، کی خاص غلطی ہے) اور کبھی سیدھے ''ہڑتالی،، (''عام ہڑتال،، کو ہڑتالی تحریک کی اعلی ترین شکل سمجھنا اور اس کو اس حد تک لانا جہاں تحریک کی دوسری شکلوں کو فراموش یا نظرانداز کر دیا جاتا ہے اور سرمایہ داری سے محض ہڑتال تک، صرف ہڑتال تک ''جست،، لگاکر سرمایہ داری پر قابو پالیا جاتا ہے) ہوتے تھے۔ اس کی علامتیں موجود ہیں کہ اب بھی یہ مسلمہ حقیقت کہ آزاد مقابلے کی نیم پیٹی بورژوا ''جنت،، کی بہ نسبت سامراج ترقی‌یافتہ ہے اور دنیا کے ترقی‌یافتہ ملکوں میں سامراج اور ''پرامن،، سرمایہ‌داری پر اس کی فتح ناگزیر ہے، یہ حقیقت اس کا امکان رکھتی ہے کہ وہ کثیر تعداد اور نوع بنوع سیاسی اور غیرسیاسی غلطیوں اور غلط‌کاریوں کا باعث ہو۔

خاص طور سے کاؤتسکی کے مارکس‌ازم سے علانیہ الگ ہو جانے نے نہ تو سیاست سے انکار یا اس کو فراموش کرنے کی شکل اختیار کی، نہ سیاسی تصادموں، ہنگاموں اور تبدیلیوں کے پار ''چھلانگ،، کی جو خاص طور سے سامراجی دور میں اتنی کثیر تعداد اور نوع بنوع ہیں اور نہ سامراج کی تعریف کی بلکہ ''پرامن،، سرمایہ‌داری کے خواب دیکھنے کی شکل اختیار کی۔ ''پرامن،، سرمایہ‌داری نے غیرپرامن، جنگی اور ہنگامہ‌پرور سامراج کو جگہ دے دی ہے، یہ کاؤتسکی تسلیم کرنے پر مجبور ہے کیونکہ اس نے اس کو ۱۹۰۹ء میں ہی اپنی ایک تصنیف (۱۱) میں تسلیم کر لیا تھا جسمیں اس نے

آخری بار مارکسیست کی حیثیت سے ٹھوس نتائج پیش کئے تھے۔ لیکن اگر سادہ، سیدھے اور بھدے طریقے سے سامراج سے ''پرامن،، سرمایہ‌داری کی طرف پسپائی کا خواب دیکھنا منع ھے تو کیا ان خوابوں کو، جو حقیقت میں پیٹی‌بورژوا خواب ھیں، ''پرامن،، ''سہا سامراج،، کے بارے میں معصوم غوروفکر کی شکل دینا بھی منع ھے؟ اگر قوسی سامراجوں کے بین‌اقوامی اتحاد (قوسی لحاظ سے الگ الگ کہنا زیادہ ٹھیک ھوگا) کو سہا سامراج کہا جائے جو پیٹی‌بورژوازی کے لئے خاص طور سے ناپسندیدہ، خاص طور سے تشویش‌ناک اور بےچین کرنےوالے، جنگ اور سیاسی ھنگاموں وغیرہ کی قسم کے تصادسوں کو دور ''کرسکتا تھا،، تو پھر آج کے مخصوص تصادسوں اور ھنگاسوں والے سامراج کے دور کو جو اب یہاں ھے اس ''سہا سامراج،، کے معصوم خوابوں کے ذریعہ ردکر دینا کیوں سمکن نہیں ھے جو نسبتاً پراسن، نسبتاً تصادم کے بغیر اور نسبتاً ھنگاسوں سے پاک ھو؟ کیا ان ''شدید،، فرائض کو جو سوجودہ سامراج کا دور یورپ کے لئے پیش کر رھا ھے اور پیش کرچکا ھے ایسے خوابوں کے ذریعہ ردکرنا منع ھے کہ سمکن ھے یہ دور جلد گذر جائے اور سمکن ھے کہ اس کے بعد ''سہا سامراج،، کا نسبتاً ایسا ''پراسن،، دور آئے جو ''شدید،، طریقۂ کار کا مقتضی نہ ھو؟ کاؤتسکی نے زور دیکر کہا ھے کہ ''بہرحال سرمایہ‌داری کے ایسے نئے مرحلے (سہا سامراج) کا تصور کیا جا سکتاھے لیکن کیا اس کو حاصل کیا جا سکتا ھے اس کا فیصلہ کرنے کے لئے ابھی کافی لوازسات نہیں ھیں،، («Neue Zeit» (۱۲)، ۳۰ اپریل ۱۹۱۵ء، صفحہ ۱۴۴)۔

سوجودہ سامراج کو ردکرنے اور اس ''سہا سامراج،، کے خواب دیکھنے کی خواھش سیں جس کا حصول یقینی نہیں ھے مارکس‌ازم کا شائبہ تک نہیں ھے۔ اس فارسولاسازی سیں مارکس‌ازم کو ''سرمایہ‌داری کے اس نئے مرحلے،، کے لئے تسلیم کیا گیا ھے جس کے حصول کی ضمانت خود اس کا خالق نہیں دیتا جبکہ موجودہ مرحلے کے لئے جو اب یہاں ھے تضادوں کو کند کرنے کے لئے پیٹی‌بورژوا اور نہایت رجعت‌پرستانہ خواھشیں مارکس‌ازم کی جگہ لے لیتی ھیں۔ کاؤتسکی نے اس آنےوالے، شدید اور ھنگاسی دور سیں مارکسیست

ہونے کا وعدہ کیا جس کی وہ بہت صاف طور پر پیش گوئی کرنے اور اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوا جب ۱۹۰۹ء میں اس نے اس آنےوالے دور کے بارے میں اپنی تصنیف کی۔ اب، جبکہ اسمیں قطعی شبہ نہیں رہ گیا کہ وہ دور آگیا ہے، کاؤتسکی پھر صرف یہ وعدہ کر رہا ہے کہ وہ آنےوالے اور غیریقینی طور پر قابل حصول سہاسامراج کے دور میں مارکسیست ہوگا! مختصر یہ کہ دوسرے دور میں مارکسیست ہونے کے جتنے چاہے وعدے لے لیجئے لیکن ابھی نہیں، موجودہ حالات میں نہیں، اس دور میں نہیں! مارکس‌ازم قرض پر، مارکس‌ازم وعدوں پر، مارکس‌ازم آنےوالے کل کے لئے، آج — تضادات کو کند کرنے کا پیٹی بورژوا موقع پرست نظریہ ہے اور صرف نظریہ ہی نہیں ہے۔ یہ کچھ برآمدی بین‌اقوامیت جیسی چیز ہے جو آج کے زمانے میں بہت پھیلی ہوئی ہے جبکہ گرم‌جوش، ارے، بہت ہی گرم‌جوش، بین‌اقوامیت‌پسند اور مارکسیست بین‌اقوامیت کے ہر مظہر سے ہمدردی رکھتے ہیں... مخالفوں کے کیمپ میں، ہر جگہ سوائے اپنے گھر کے، سوائے اپنے اتحادیوں کے درمیان۔ وہ جمہوریت سے ہمدردی رکھتے ہیں... جب تک وہ ''اتحادیوں،، کا وعدہ رہتی ہے، وہ ''قوموں کی خود ارادیت،، سے ہمدردی رکھتے ہیں، لیکن ان قوموں کی خودارادیت سے نہیں جو اس قوم کے ماتحت ہیں جس کے فرد ہونے کا ہمدردی رکھنےوالے کو اعزاز حاصل ہے... مختصر یہ کہ اس کا تعلق ۱۰۰۱ نوع بنوع مکاریوں میں ایک سے ہے۔

بہرحال کیا اس کے خلاف بحث ممکن ہے کہ سامراج کے بعد سرمایہ‌داری کے نئے مرحلے کا تجریدی طور پر ''تصور،، کیا جاسکتا ہے یعنی سہاسامراج کا؟ نہیں، اس مرحلے کا تجریدی تصور ممکن ہے۔ صرف عمل میں اس کا مطلب موقع‌پرست ہونا، مستقبل کے غیر شدید مسائل کے خواب کے نام پر موجودہ زمانے کے شدید فریضوں سے منہ چرانا ہے۔ تھیوری میں اس کا مطلب حقیقی ارتقا پر تکیہ نہ کرنا بلکہ ان خوابوں کے نام پر من مانے طور سے اس کو ترک کرنا ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ ارتقا کا رخ ایک واحد عالمی ٹرسٹ کے ارتقا کی طرف ہے جو بلا استثنا سارے کارخانوں

کو، بلا استثنا ساری ریاستوں کو ہڑپ کرنےوالا ہے۔ لیکن یہ ارتقا ایسے حالات میں، ایسی رفتار سے، ایسے تضادوں، تصادموں اور ہنگاموں میں، جو نہ صرف معاشی بلکہ سیاسی اور قومی وغیرہ بھی ہیں، ہو رہا ہے کہ اس سے کہیں پہلے کہ نوبت واحد عالمی ٹرسٹ تک، قومی مالیاتی سرمایوں کے ''مہا سامراج،، عالمی اتحاد تک پہنچے سامراج لازمی طور پر پھٹ جائےگا اور سرمایہ‌داری اپنے مخالف میں تبدیل ہوجائےگی۔

دسمبر ۱۹۱۵ء

و۔ ایلین

پہلی بار ۲۱ جنوری ۱۹۲۷ء کو ''پراودا،، کے شمارہ ۱۷ میں شایع ہوا

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۷، صفحات ۹۸ — ۹۳

سامراج — سرمایہ داری کی آخری منزل[13]

(اقتباس)

۷ - سامراج — سرمایہ‌داری کے ایک خاص دور کی حیثیت سے

اب ہمیں ان سب باتوں کا خلاصہ پیش کرنے، ان کو یکجا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو سامراج کے موضوع پر کہی گئی ہیں ۔ سامراج کا ابھار سرمایہ‌داری کی عام بنیادی خصوصیات ہی کے براہ‌راست تسلسل اور ارتقا کی حیثیت سے ہوا ۔ لیکن سرمایہ‌داری اپنے ارتقا کی ایک مخصوص اور بہت اونچی منزل پر پہنچ کر ہی سرمایہ‌دارانہ سامراج بن سکی، یعنی جب اس کی بعض بنیادی خصوصیتیں اپنی ضد میں تبدیل ہونا شروع ہوئیں، جب سرمایہ‌داری سے گذر کر اس سے اونچے سماجی اور معاشی نظام تک لے جانےوالے درمیانی ، عبوری دور کی تمام تر خصوصیات تمام شعبوں میں ابھر کر ظاہر ہو گئیں ۔ معاشی لحاظ سے اس عمل میں سب سے اہم چیز یہ ہے کہ سرمایہ‌دارانہ اجارہ‌داری نے سرمایہ‌دارانہ آزاد مقابلے کی جگہ لے لی ۔ آزاد مقابلہ سرمایہ‌داری کی، اور عام طور پر جنس تبادلہ کی پیداوار کی بنیادی خصوصیت ہے، اور اجارہ‌داری آزاد مقابلہ کی عین ضد ہے ۔ لیکن ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے آزاد مقابلہ کو اجارہ‌داری میں تبدیل ہوتے، چھوٹی صنعت کو نکال باہر کرتے اور بڑی صنعت کی تخلیق کرتے، بڑے پیمانے کی صنعت کی جگہ اور زیادہ

بڑے پیمانے کی صنعت کو دیتے اور سرمایہ اور پیداوار کے ارتکاز کو اس حد تک لے جاتے ہوئے دیکھا ہے جہاں اس سے اجارہ‌داری — یعنی کارٹیل، سینڈیکیٹ اور ٹرسٹ — کی تخلیق ہوتی ہے اور ہو رہی ہے۔ اور ان کے اندر کوئی درجن بھر بینکوں کے سرمائے کو ضم ہوتے دیکھا ہے جو اربوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ اجارہ‌داریاں جو آزاد مقابلہ ہی سے ابھری اور بڑھی ہیں آزاد مقابلے کا بالکل قلع قمع نہیں کرتیں بلکہ اس کے اوپر اور اس کے پہلو بہ پہلو موجود رہتی ہیں اور یہی چیز متعدد شدید اور تندوتیز مخالفتوں، جھگڑوں، ٹکروں اور آویزشوں کو جنم دیتی ہے۔ اجارہ‌داری، سرمایہ‌داری سے زیادہ اونچے نظام تک کا عبوری دور ہے۔

اگر سامراج کی حتی الامکان مختصر ترین تعریف کرنے کی ضرورت ہو تو ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ سامراج سرمایہ‌داری کی اجارہ‌دارانہ منزل ہے۔ اس تعریف میں سب سے زیادہ اہم باتیں آ جاتی ہیں کیونکہ ایک طرف تو مالیاتی سرمایہ مٹھی بھر، بڑے بڑے اجارہ‌دار بینکوں کا بینک‌والا سرمایہ ہے جو صنعت کے مالکوں کے اجارہ‌دار گٹوں کے سرمائے میں ضم ہو گیا ہے۔ دوسری طرف دنیا کا بٹوارہ ایک نوآبادیاتی پالیسی سے گزر کر دوسری نوآبادیاتی پالیسی کی منزل میں قدم رکھنے کا عبوری دور ہے یعنی اس نوآبادیاتی پالیسی سے گذرکر، جو بلا کسی مزاحمت اور روک‌ٹوک کے ان علاقوں پر عمل دخل پیدا کر سکی ہے جن پر کسی سرمایہ‌دار طاقت نے پہلے سے قبضہ نہیں کر رکھا تھا، دنیا کے مکمل طور پر تقسیم شدہ علاقے پر اجارہ‌دارانہ قبضہ کرنے کی نوآبادیاتی پالیسی کی طرف قدم رکھنا ہے۔

بہت مختصر تعریفیں چونکہ خاص اور اہم نکات کا خلاصہ پیش کر دیتی ہیں اس لئے وہ خاصی مفید تو ضرور ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود ناکافی بھی ہوتی ہیں کیونکہ جس مظہر کی تعریف کرنی ہو اس کی بہت اہم خصوصیتوں کی خاص طور سے تلاش کرنی پڑتی ہے۔ لہذا عام طور پر تمام تعریفوں کی اضافی اور مشروط قدروقیمت کو بھلائے بغیر — جو کبھی بھی کسی مظہر

کے مکمل ارتقا کی تمام سلسلہ‌بندیوں کو محیط نہیں کر سکتیں — ہمیں سامراج کی ایک ایسی تعریف پیش کرنی چاہئے جس میں اس کی پانچ مندرجہ ذیل بنیادی خصوصیات شامل ہوں: (۱) پیداوار اور سرمایہ کا ارتکاز بڑھ کر اپنے ارتقا کی اس قدر اونچی منزل پر پہنچ چکا ہے کہ اب اس نے اجارہ‌داریوں کو جنم دیا ہے جو معاشی زندگی میں فیصلہ کن رول ادا کرتی ہیں؛ (۲) بینک کا سرمایہ اور صنعتی سرمایہ ایک دوسرے میں ضم ہو گئے ہیں اور اس ''مالیاتی سرمایہ،، کی بنیاد پر مالیاتی اولیگارشی وجود میں آئی ہے؛ (۳) سرمائے کی برآمد جو اجناس کی برآمد سے مختلف چیز ہے، غیر معمولی اہمیت اختیار کرلیتی ہے؛ (۴) سرمایہ‌داروں کے بین الاقوامی اجارہ‌دار گٹوں کی تشکیل ہوتی ہے جو آپس میں دنیا کے حصے بخرے کر لیتے ہیں اور (۵) سب سے بڑی سرمایہ‌دار طاقتوں کے درمیان دنیا کا علاقائی بٹوارہ مکمل ہو چکا ہے۔ سامراج سرمایہ‌داری کے ارتقا کا وہ دور ہے جس میں اجارے داریوں اور مالیاتی سرمائے کا راج قائم ہو چکا ہے، جس میں سرمائے کی برآمد نمایاں اہمیت اختیار کر چکی ہے، جس میں بین الاقوامی ٹرسٹوں کے درمیان دنیا کا بٹوارہ شروع ہو گیا ہے اور جس میں سب سے بڑی سرمایہ‌دار ملکوں کے درمیان کرۂارض کے تمام علاقوں کی تقسیم بالکل مکمل ہو چکی ہے۔

آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ اگر ہم صرف بنیادی، خالص معاشی، تصورات ھی کو مدنظر نہ رکھیں (اور مذکورہ‌بالا تعریف انہیں تک محدود ہے) بلکہ مجموعی طور پر سرمایہ‌داری میں سرمایہ‌داری کے اس دور کے تاریخی مقام کو، یا سامراج اور مزدور تحریک کے دو خاص بنیادی رجحانات کے تعلق کو بھی پیش نظر رکھیں تو سامراج کی اس سے مختلف تعریف ہو سکتی ہے اور ہونی چاہئے۔ اس وقت اس بات پر دھیان دینا چاہئے کہ سامراج کا جو مطلب اوپر بیان کیا گیا ہے اگر اس کی روشنی میں دیکھا جائے تو سامراج بلاشبہ سرمایہ‌داری کے ارتقا کا ایک خاص دور ہے۔ قاری کو سامراج کا ایک ایسا تصور دینے کی غرض سے جس کی بنیادیں زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوں ہم نے حتی المقدور بورژوا ماہرین معاشیات کے بیانوں کا زیادہ سے زیادہ حوالہ دینے کی کوشش کی

ہے جو جدیدترین سرمایہ‌دارانہ معیشت کے خاص طور پر ناقابل تردید حقائق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہم نے تفصیلی اعدادوشمار نقل کئے ہیں جن سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ بینک کے سرمائے میں کس حد تک اضافہ ہوا ہے وغیرہ، اور کمیت کے کیفیت میں تبدیل ہونے کا، ترقی‌یافتہ سرمایہ‌داری کے سامراج میں تبدیل ہونے کا اظہار کس چیز میں ہوا ہے۔ یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ فطرت اور سماج کی تمام حدود مشروط اور تغیرپذیر ہیں اور مثلاً اس بارے میں بحث‌مباحثہ کرنا سراسر حماقت ہے کہ کس خاص سال یا کس خاص دھائی میں سامراج نے ''قطعی طور پر،، جنم لیا تھا۔

لیکن سامراج کی تعریف کے سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے کاؤتسکی سے بحث کرنی ہے جو نام نہاد دوسری انٹرنیشنل (۱۴) کے دور کا — یعنی ۱۸۸۹ء اور ۱۹۱۴ء کے بیچ کے پچیس برس کے زمانے کا — سب سے بڑا مارکسی نظریہ ساز تھا۔ ہم نے سامراج کی تعریف میں جن بنیادی خیالات کا اظہار کیا تھا، ان پر کاؤتسکی نے ۱۹۱۵ء میں، بلکہ نومبر ۱۹۱۴ء ہی میں، بڑے عزم‌مصمم کے ساتھ حملہ کیا۔ اس نے کہا کہ سامراج کو معیشت کا ایک ''دور،، یا منزل نہ سمجھنا چاہئے بلکہ ایک پالیسی سمجھنا چاہئے، ایک مخصوص پالیسی جسے مالیاتی سرمایہ اور چیزوں پر ''ترجیح دیتا ہے،،۔ اس نے کہا کہ سامراج کو ''موجودہ سرمایہ‌داری،، کے ''مرادف،، نہ سمجھنا چاہئے اور یہ کہ اگر سامراج کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ وہ ''موجودہ سرمایہ‌داری کے تمام مظاہر،، — کارٹیل، درآمدی سامان پر اونچی کسٹم ڈیوٹی کی پالیسی، سرمایہ لگانے والوں (financiers) کی حکومت اور غلبے اور نوآبادیاتی پالیسی — کے ہم‌معنی ہے تو پھر اس سوال کی حیثیت کہ سامراج سرمایہ‌داری کے لئے ضروری ہے یا نہیں محض ''ایک اتھلے قسم کی تکرار معنی،، سے زیادہ اور کچھ نہیں رہےگی، کیونکہ اس صورت میں تو ''سامراج قدرتی طور پر سرمایہ‌داری کے لئے بےحد ضروری چیز ہے،، وغیرہ وغیرہ۔ کاؤتسکی کے خیال کو پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم سامراج کے متعلق خود اسی کی تعریف یہاں نقل کر دیں جو ہمارے

پیش کئے ہوئے خیالات کے اصلی معنی کی عین ضد ھے (کیونکہ جرمن مارکس‌وادیوں کے خیمے کے اعتراضات، جو کئی سال سے اسی قسم کے خیالات کی علم برداری کر رہے ھیں، کاؤتسکی کے لئے نئے نہیں ھیں اور وہ انہیں مارکس‌ازم کے ایک مخصوص رجحان کے اعتراضات کی حیثیت سے عرصے سے جانتا ھے)۔

کاؤتسکی کی تعریف مندرجہ ذیل ھے:

''سامراج بہت زیادہ ترقی‌یافتہ صنعتی سرمایہ‌داری کی پیداوار ھے۔ یہ صنعتی لحاظ سے انتہائی ترقی‌یافتہ ھر سرمایہ‌دار قوم کی بڑے سے بڑے زرعی (کاؤتسکی نے اس لفظ پر زور دیا ھے) علاقوں کو اپنے تحت لانے یا ان کا بزور الحاق کرنے کی کوششوں پر مشتمل ھے، خواہ ان علاقوں میں کوئی بھی قومیں رہتی ھوں۔''*

یہ تعریف بالکل بے کار اور ناقص ھے کیونکہ یہ یک‌طرفہ ھے یعنی من مانے طور پر صرف قومی سوال کو چن لیتی ھے (حالانکہ یہ سوال بجائے خود بے حد اھم ھے اور سامراج کے ساتھ اپنے تعلق کے لحاظ سے بھی)، یہ تعریف من‌مانے اور غلط طور پر اس سوال کا صرف ان ملکوں کے صنعتی سرمائے سے ناتہ جوڑتی ھے جو دوسری قوموں کا بزور علاقائی الحاق کرتے ھیں اور اسی قدر من‌مانے اور اتنے ھی غلط طور پر یہ تعریف زرعی علاقوں کے بزور الحاق کو سب سے آگے لا کھڑا کرتی ھے۔

سامراج بزور علاقائی الحاق کی کوششوں کا نام ھے — یہ ھے کاؤتسکی کی تعریف کے سیاسی حصے کا لب‌لباب۔ یہ بات ٹھیک تو ھے لیکن نامکمل ھے، کیونکہ سیاسی لحاظ سے سامراج عام طور پر رجعت‌پسندی اور تشدد کی کوششوں کا نام ھے۔ بہرحال اس وقت ھمیں اس سوال کے معاشی پہلو سے دلچسپی ھے جسے خود کاؤتسکی نے اپنی تعریف میں شامل کر دیا ھے۔ کاؤتسکی کی تفسیر کی کمزوریاں اور کوتاھیاں بہت ھی نمایاں ھیں۔ صنعتی سرمایہ نہیں بلکہ مالیاتی سرمایہ سامراج کی بنیادی اور نمایاں خصوصیت ھے۔ یہ کوئی اتفاقی

---

* «Die Neue Zeit», 1914, 2 (Vol. 32), S. 909, Sept. 11, 1914. Cf. 1915, 2, S. 107 et seq.

بات نہیں ہے کہ فرانس میں مالیاتی سرمائے کی غیرمعمولی تیزرفتار ترقی اور نشوونما اور صنعتی سرمایہ کی کمزوری ٹھیک وہ چیز تھی جس نے پچھلی صدی کی نویں دھائی کے آغاز سے بزور علاقائی الحاق کی (نوآبادیاتی) پالیسی میں انتہائی شدت اور تیزی پیدا کی۔ ٹھیک یہی چیز سامراج کی نمایاں اور بنیادی خصوصیت ہے کہ وہ صرف زرعی علاقوں کا ہی نہیں بلکہ صنعتی لحاظ سے بہت ترقی یافتہ علاقوں کا بھی بزور الحاق کرنے کی کوشش کرتا ہے (جرمنی کی بلجیم کو ہڑپ کرنے کی خواہش، فرانس کی لارین کو ہڑپ کرنے کی خواہش)، کیونکہ اول یہ بات کہ دنیا کا پہلے ہی بٹوارہ ہو چکا ہے تقسیم‌نو کا ارادہ کرنےوالوں کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ ہر قسم کے علاقے کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔ اور دوسرے فرماں روائی (hegemony) کی کوشش کے سلسلے میں — یعنی براہ‌راست اپنی خاطر علاقے فتح کرنے سے زیادہ اس مقصد کے لئے علاقے فتح کرنے کی کوشش میں کہ اپنے حریف کو کمزور کریں اور اس کی فرماں روائی کی جڑ کھودیں۔ کئی بڑی طاقتوں کے درمیان رقابت ہونا سامراج کی ایک بنیادی خصوصیت ہے (انگلستان کے خلاف جنگی کارروائیاں کرنے کے اڈے کی حیثیت سے جرمنی کے واسطے بلجیم بہت اہمیت رکھتا ہے، انگلستان کو جرمنی کے خلاف جنگی کارروائیاں کرنے کے اڈے کے طور پر بغداد کی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ)۔

کاؤتسکی خاص طور پر اور بار بار انگریزوں کا حوالہ دیتا ہے جنھوں نے گویا لفظ سامراج کو خالص سیاسی مفہوم دیا ہے یعنی وہ مفہوم جس میں خود کاؤتسکی سمجھتا ہے۔ ہم انگریز مصنف ہوبسن کی تصنیف ''سامراج''، کو، جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی تھی، اٹھاتے ہیں تو اس میں ہمیں یہ عبارت ملتی ہے:

''نیا سامراج پرانے سامراج سے مختلف ہے — ایک تو اس لحاظ سے کہ وہ ایک واحد پھلتی پھولتی سلطنت کے حوصلوں اور امنگوں کی جگہ ایک دوسرے کی مدمقابل سلطنتوں کے نظرئے اور عمل کو دے دیتا ہے، جن میں سے ہر ایک پر سیاسی اقتدار کی توسیع اور تجارتی فائدے کی ایک ہی سی ہوس اور ہوکے کا غلبہ ہے اور دوسرے اس

لحاظ سے کہ نئے سامراج میں مالیات یا لگے ہوئے سرمایہ کے مفاد (investing interests) تجارتی مفادوں پر غالب ہیں۔ ''*

ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر انگریزوں کا حوالہ دینے میں کاؤتسکی بالکل غلطی پر ہے (سوائے اس کے کہ اس کا اشارہ گھٹیا انگریز سامراجیوں کی یا سامراج کے کھلے حمایتیوں کی طرف ہو)۔ ہم دیکھتے ہیں کہ گو کاؤتسکی کا دعوی تو یہی ہے کہ وہ اب بھی مارکس‌ازم کی تائید اور علم‌برداری کر رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سوشل لبرل ہوبسن کے مقابلے میں وہ ایک قدم پیچھے ہی ہٹ جاتا ہے جو زیادہ صحیح طریقے سے جدید سامراج کی ''تاریخی اعتبار سے'' دو ٹھوس خصوصیتوں کو پیش نظر رکھتا ہے (کاؤتسکی کی تعریف تو تاریخی ٹھوس‌پن کا منہ چڑانے کے برابر ہے!) اور وہ خصوصیتیں ہیں: (۱) کئی سامراجوں کا آپس میں مقابلہ اور (۲) زردار (financier) کا تاجر پر غالب ہونا۔ اگر یہ خاص طور پر صنعتی ملکوں کے ہاتھوں زرعی ملکوں کا بزور الحاق کرنے کا سوال ہے تو تاجر کا رول سب سے زیادہ مقدم ہو جاتا ہے۔

کاؤتسکی کی تعریف صرف غلط اور مارکس‌ازم کے خلاف ہی نہیں ہے۔ یہ ان تمام نقطۂ‌نگاہ کے ایک پورے نظام کے لئے بنیاد کا کام انجام دیتی ہے جن کا شروع سے آخر تک مارکس‌وادی نظرئیے اور مارکس‌وادی عمل سے اختلاف اور بگاڑ ہو گیا ہے۔ ان کا ذکر آگے آئے گا۔ کاؤتسکی الفاظ کے بارے میں جو بحث شروع کرتا ہے کہ سرمایہ‌داری کی جدیدترین منزل کو ''سامراج'' کہنا چاہئے یا ''مالیاتی سرمایہ کا دور''، وہ بالکل سطحی اور غیر سنجیدہ چیز ہے۔ اس کو جو آپ کا دل چاہے کہئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس مسئلے کا لب‌لباب یہ ہے کہ کاؤتسکی نے سامراج کی سیاست کو اس کی معیشت سے بالکل علیحدہ کر دیا ہے، وہ بزور علاقائی الحاق کی پالیسی کا ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے کہ یہ وہ پالیسی ہے جسے مالیاتی سرمایہ ''ترجیح دیتا ہے''، اور کاؤتسکی اس کے مقابلے پر ایک اور بورژوا پالیسی کو رکھتا ہے جو اس کے قول کے مطابق

Hobson. «Imperialism». London, 1902, p. 324. *

مالیاتی سرمایہ کی بالکل اسی بنیاد پر ممکن ہو سکتی ہے۔ تو اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معیشت کے میدان میں اجارےداریوں کا اور سیاست کے میدان میں بزور الحاق سے پاک غیر اجارہداری اور اہنسا پر مبنی طریقوں کا ساتھ ہونا ممکن ہے۔ گویا اس کا یہ مطلب ہوا کہ دنیا کا علاقائی بٹوارہ جو ٹھیک مالیاتی سرمائے کے دور میں مکمل ہوا ہے اور جو سب سے بڑی سرمایہدار طاقتوں کی باہمی رقابت کی موجودہ، مخصوص شکلوں کی بنیاد ہے، اس کا اور ایک غیرسامراجی پالیسی کا ساتھ ہو سکتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سرمایہداری کی جدیدترین منزل کے انتہائی بنیادی اور عمیق تضادوں کی گہرائی کو بےنقاب کرنے کے بجائے ان پر پردہ ڈالا جاتا ہے، ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مارکس‌ازم کے بجائے بورژوا اصلاح پرستی ہاتھ آتی ہے۔

کاؤتسکی سامراج اور بزور علاقائی الحاق کے جرمن حمایتی کونوف کے ساتھ مباحثہ چھیڑ دیتا ہے جو بڑے پھوہڑپن اور بدخوئی سے کہتا ہے کہ سامراج موجودہ سرمایہداری ہی کا نام ہے اور سرمایہداری کا ارتقا اٹل، لازمی اور ترقی پسند چیز ہے، اسلئے سامراج ترقی پسند چیز ہے، لہذا ہمیں اس کے آگے ناک رگڑنی اور گھٹنے ٹیکنے چاہئیں اور اس کی شان میں قصیدے پڑھنے چاہئیں! یہ روسی مارکس‌وادیوں کے اس کیریکیچر سے ملتی جلتی سی چیز ہے جو ۱۸۹۴ء—۱۸۹۵ء میں نرودنکوں (۱۵) نے پیش کیا تھا۔ انہوں نے اس طرح استدلال کیا تھا: اگر مارکس‌وادیوں کو یقین ہے کہ روس میں سرمایہداری کا آنا ناگزیر ہے اور سرمایہداری ترقی پسند چیز ہے تو انہیں ایک شراب خانہ کھول کر سرمایہداری کے بیج بونے شروع کر دینے چاہئیں۔ کاؤتسکی نے کونوف کو مندرجہذیل جواب دیا ہے: نہیں، سامراج موجودہ سرمایہداری نہیں ہے، وہ تو فقط موجودہ سرمایہداری کی پالیسی کی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل ہے۔ اس پالیسی سے، سامراج سے، بزور علاقائی الحاق وغیرہ سے ہم لڑ سکتے ہیں اور ہمیں لڑنا چاہئے۔

یہ جواب بظاہر معقول معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت یہ سامراج کے ساتھ مفاہمت کی وکالت اور حمایت کا ایک زیادہ ڈھکا چھپا (اور

اسی لئے زیادہ خطرناک بھی ہے)، زیادہ گہرا اور پرفریب بہروپ ہے کیونکہ ٹرسٹوں اور بینکوں کی پالیسی کے خلاف ایسی ''لڑائی،، جو ان کی معاشی بنیاد سے کوئی تعرض نہ کرے، بورژوا اصلاح پرستی اور امن پرستی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں، وہ محض بلند اور نیک ارادوں کا نیک‌دلی اور معصومیت سے لبریز اظہار ہے۔ موجودہ تضادوں کی تمام‌تر گہرائیوں کو بےنقاب کرنے کے بجائے ان کے اعتراف سے پہلوتہی کرنا اور ان میں سے سب سے اہم تضاد کو بھول جانا — یہ ہے کاؤتسکی کا نظریہ جس میں اور مارکس‌ازم میں کوئی قدرمشترک نہیں ہے۔ قدرتی بات ہے کہ ایسا ''نظریہ،، کونوف کے ساتھ اتحاد کی حمایت کا کام انجام دینے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا!

کاؤتسکی لکھتا ہے ''خالص معاشی نقطۂنظر سے یہ بات ناسمکن نہیں ہے کہ سرمایہ‌داری ابھی ایک نئے دور سے، یعنی خارجہ پالیسی پر بھی کارٹیلوں کی پالیسی کا ٹھپہ ڈالنے کے، سہا سامراج (ultraimperialism) کے دور سے گذرےگی،،*۔ دوسرے الفاظ میں سہاسامراج کا دور، تمام دنیا کے سامراجوں کی باھمی جدوجہد کے بجائے ان کے درمیان سنگت اور ایکتا کا دور، ایک ایسا دور جب سرمایہ‌دار نظام ھی میں جنگیں ناپید ہو جائیں‌گی، ''بین‌اقوامی طور پر متحد مالیاتی سرمائے کے مل جل کر دنیا کا استحصال کرنے کا دور ہے۔ ،،**

ہم آگے چل کر اس ''سہا سامراج کے نظرئے،، سے بحث کریں‌گے تاکہ تفصیلی طور پر یہ دکھا سکیں کہ کس قدر مکمل طور پر اور ہمیشہ کے لئے یہ نظریہ مارکس‌ازم سے ٹوٹ کر الگ ہو گیا ہے۔ فی الحال تو اپنی اس تصنیف کے عام خاکے کے مطابق ہمیں چاھئے کہ اس سوال پر جتنا ٹھیک ٹھیک معاشی مواد موجود ہے

---

* «Die Neue Zeit», 1914, 2 (Vol. 32), S. 921, Sept. 11, 1914. Cf. 1915, 2, S. 107 et seq.

** «Die Neue Zeit», 1915, 1, S. 144, April 30, 1915.

اس کا معائنہ کریں ۔ ''خالص معاشی نقطۂ‌نظر سے،، ''سہا سامراج،، ممکن ہے یا یہ چیز سہا بکواس ہے؟

اگر خالص معاشی نقطۂ‌نظر کا مطلب ہے ''خالص،، تجرید تو لے دے کر فقط اتنی بات کہی جا سکتی ہے: ارتقا کا رخ اجارہ‌داریوں کی طرف ہے، جس کا مطلب ہے ایک واحد عالمی اجارے کی، ایک واحد عالمی ٹرسٹ کی طرف ۔ اس بات میں بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں، لیکن ساتھ ہی یہ اتنی ہی بے معنی بھی ہے جتنا یہ کہنا کہ ''ارتقا کا رخ،، لیبارٹریوں میں کھانے پینے کی چیزیں تیار کرنے کی طرف ہے ۔ اس مفہوم میں سہا سامراج کا ''نظریہ،، بھی اسی قدر مہمل ہے جتنا ''سہا زراعت کا نظریہ،، ہو سکتا ہے ۔

لیکن اگر ہم مالیاتی سرمائے کے دور کو تاریخی لحاظ سے ٹھوس دور کی حیثیت سے لے رہے ہیں جو بیسویں صدی کے آغاز میں شروع ہوا ہے، اگر ہم اس کے ''خالص معاشی،، حالات سے بحث کر رہے ہیں تو ''سہا سامراج،، کی بےجان تجریدوں کا (جو صرف ایک بےحد رجعت پسند مقصد، یعنی موجودہ آویزشوں اور تضادوں کی گہرائی اور شدت کی طرف سے دھیان ہٹانے کی کوشش کو تقویت دیتی ہیں) بہترین جواب یہی ہو سکتا ہے کہ ان مجرد باتوں کا موجودہ عالمی معیشت کے ٹھوس معاشی حقائق سے مقابلہ اور موازنہ کیا جائے ۔ سہا سامراج کے بارے میں کاؤتسکی کی انتہائی بےمعنی گفتگو سے علاوہ اور باتوں کے اس بےانتہا غلط خیال کو تقویت ملتی ہے جس میں سامراج کے حمایتیوں کا سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے — یعنی یہ خیال کہ مالیاتی سرمائے کی حکمرانی عالمی معیشت کے اندر تضادوں اور عدم تناسب کو کم کرتی ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ انہیں بڑھاتی ہے ۔

ر۔ کالویر نے اپنی چھوٹی سی کتاب ''عالمی معاشیات کا تعارف،،* میں اہم‌ترین خالص معاشی مواد کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جس سے انیسویں صدی کے آخری اور بیسویں صدی کے ابتدائی زمانے میں عالمی معاشیات کے اندرونی تعلقات کی ٹھوس

---

* R. Calwer. «Einführung in die Weltwirtschaft». Berlin, 1906.

3*

تصویر مل‌سکتی ہے۔ وہ دنیا کو مندرجہ ذیل پانچ ''اہم ترین معاشی علاقوں،، میں تقسیم کرتا ہے: (۱) مرکزی یورپ (روس اور برطانیہ کے علاوہ باقی سارا یورپ)، (۲) برطانیہ، (۳) روس، (۴) مشرقی ایشیا، (۵) امریکہ۔ وہ نوآبادیوں کو ان ریاستوں کے ''علاقوں،، میں شامل کرتا ہے جن کا ان پر قبضہ ہے اور چند ملکوں کو ''چھوڑ دیتا ہے،، جن کی علاقہ‌وار تقسیم نہیں ہوئی ہے، مثلاً ایشیا میں ایران، افغانستان اور عرب اور افریقہ میں مراقش اور حبش وغیرہ۔

ان علاقوں کے متعلق اس نے جو معاشی مواد پیش کیا ہے اس کا خلاصہ حسب‌ذیل ہے (خاکے کو صفحے ۴۸ پر دیکھئے۔ ایڈیٹر)۔

ہم تین علاقے ایسے دیکھتے ہیں جہاں سرمایہ‌داری بہت زیادہ ترقی یافتہ ہے (دوسرے الفاظ میں ذرائع نقل‌وحمل اور تجارت اور صنعت بہت ترقی یافتہ ہیں): یعنی مرکزی یورپ، برطانیہ اور امریکہ کے علاقے۔ ان میں وہ تین ریاستیں شامل ہیں جن کا دنیا پر غلبہ اور تسلط ہے، یعنی جرمنی، برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ۔ ان ملکوں کے درمیان سامراجی رقابت اور کشمکش بےانتہا شدید اور تیز ہو گئی ہے کیونکہ جرمنی کا رقبہ بہت چھوٹا ہے اور اس کے پاس نوآبادیاں بھی بہت کم ہیں۔ ''مرکزی یورپ،، کی تخلیق ابھی دور کی چیز ہے، وہ بہت ہی جاں توڑ سنگھرش اور جدوجہد کے درمیان جنم لے رہا ہے۔ اس وقت تو سیاسی انتشار تمام یورپ کی نمایاں اور ممتاز خصوصیت ہے۔ اس کے برخلاف برطانوی اور امریکی علاقوں میں سیاسی ارتکاز بہت بڑھا ہوا ہے، لیکن یہاں ایک ملک کی وسیع و عریض نوآبادیات اور دوسرے کی بہت ہی چھوٹی چھوٹی نوآبادیات کے درمیان بڑا زبردست تفاوت ہے۔ مگر نوآبادیوں میں سرمایہ‌داری کا ارتقا ابھی شروع ہی ہوا ہے۔ جنوبی امریکہ کے لئے رسہ کشی روزبروز زیادہ تندوتیز ہوتی جاتی ہے۔

دو علاقے ایسے ہیں جہاں سرمایہ‌داری کا ارتقا بہت کم ہے یعنی روس اور مشرقی ایشیا۔ پہلے علاقے میں آبادی چھدری ہے اور دوسرے میں بہت زیادہ گنجان ہے۔ پہلے علاقے میں سیاسی ارتکاز اونچی سطح پر ہے، دوسرے میں سرے سے ناپید ہے۔

دنیا کے خاص خاص معاشی علاقے	رقبہ	آبادی	نقل و حمل		تجارت	صنعت		
	لاکھ مربع کلومیٹر	لاکھ	ریلیں (ہزار کلومیٹر)	تجارتی بیڑا (لاکھ ٹن)	برآمد اور درآمد (ارب مارک)	کوئلے کی پیداوار (لاکھ ٹن)	کچے لوہے کی پیداوار (لاکھ ٹن)	سوت کی چرخیوں کی تعداد (لاکھ)
۱) سرکزی یورپی	۲۷۶ (۲۳۶)*	۳۸۸۰ (۱۳۶۰)	۲۰۴	۸۰	۳۱	۲۵۱۰	۱۵۰	۲۶۰
۲) برطانوی	۲۸۹ (۲۸۶)*	۳۹۸۰ (۳۵۰۰)	۱۳۰	۱۱۰	۲۵	۲۳۹۰	۹۰	۵۱۰
۳) روسی	۲۲۰	۱۳۱۰	۶۳	۱۰	۳	۱۶۰	۳۰	۷۰
۴) مشرقی ایشیائی	۱۲۰	۳۸۹۰	۸	۱۰	۲	۸۰	۰,۲	۲۰
۵) امریکی	۳۰۰	۱۳۸۰	۳۷۹	۶۰	۱۴	۲۳۵۰	۱۳۰	۱۹۰

*بریکٹوں کے اندر جو اعداد ھیں وہ نوآبادیوں کا رقبہ اور آبادی دکھاتے ھیں۔

چین کی تقسیم ابھی ابھی شروع ہوئی ہے اور اس کی خاطر جاپان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ وغیرہ کی جدوجہد دن‌بدن تیز اور شدید ہوتی جا رہی ہے۔

اس حقیقت کا — یعنی معاشی اور سیاسی حالات کے بےحد بڑے فرق، مختلف ملکوں کے ارتقا کی رفتار کے درمیان زبردست تفاوت اور سامراجی ملکوں کی آپس کی جنونی کشمکشوں اور جدوجہد کا — مقابلہ ''پر امن،، مہا سامراج کے متعلق کاؤتسکی کی احمقانہ، بے سروپا داستان سے کیجئے۔ کیا یہ کٹھور حقیقت سے ایک ڈرے سہمے، تنگ نظر شخص کی فرار کی رجعت پسند کوشش نہیں ہے؟ کیا بین الا قوامی کارٹیل، جنھیں کاؤتسکی ''مہا سامراج،، کی ابتدائی شکل تصور کرتا ہے (بالکل اسی طرح جیسے کسی لیبارٹری میں ٹکیاں (tabloids) تیار کرنے کو مہا زراعت کی ابتدائی شکل کا نام دینا ''ممکن،، ہے)، ہاں یہی بین‌الاقوامی کارٹیل دنیا کی تقسیم اور تقسیم‌نو کی مثال، پرامن تقسیم سے پرتشدد تقسیم کی طرف اور پرتشدد تقسیم سے پرامن تقسیم کی جانب قدم رکھنے کی مثال نہیں ہیں؟ امریکی اور دوسرا مالیاتی سرمایہ، جس نے، جرمنی کی شرکت کے ساتھ، تمام دنیا کو پرامن طریقے سے، مثلاً بین‌الاقوامی ریل سینڈیکیٹ یا بین‌الاقوامی تجارتی جہاز رانی کی ٹرسٹ میں تقسیم کیا تھا، کیا اب وہی سرمایہ دنیا کی تقسیم‌نو کرنے میں مصروف نہیں ہے جو قوتوں کے نئے باہمی تعلقات پر مبنی ہے اور یہ تعلقات قطعی پرتشدد طریقے سے بدل رہے ہیں؟

عالمی معیشت کے مختلف حصوں کی نشوونما کی رفتار میں جو تفاوت ہوتا ہے اسے مالیاتی سرمایہ اور ٹرسٹ کم نہیں کرتے بلکہ الٹا اور بڑھاتے ہیں۔ ایک دفعہ قوتوں کا توازن بدل جائے تو پھر سرمایہ‌دارانہ نظام کے تحت تضادوں کو حل کرنے کا زور اور قوت کے سوا اور کیا طریقہ ہو سکتا ہے؟ ریلوے کے اعدادوشمار*

---

* «Statistisches Jahrbuch für das Deutsche Reich», 1915; Archiv für Eisenbahnwesen», 1892.

(''جرمن ریاست کی اعدادوشمار کی سالانہ کتاب،،-١٩١٥ء؛ (دیکھئے اگلا صفحہ)

عالمی معیشت میں مالیاتی سرمایہ اور سرمایہ‌داری کی نشوونما کی رفتار کے تفاوت کے بارے میں بے حد ٹھیک مواد مہیا کرتے ہیں۔ سامراج کے ارتقا کی آخری دھائیوں میں ریلوں کی لمبائی میں حسب‌ذیل تبدیلیاں ہوئی ہیں:

ریلیں
(ہزار کلومیٹر)

	۱۸۹۰ء	۱۹۱۳ء	اضافہ
یورپ	۲۲۴	۳۴۶	۱۲۲
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۶۸	۴۱۱	۱۴۳
تمام نوآبادیاں	۸۲	۲۱۰	۱۲۸
ایشیا اور امریکہ کے خودمختار اور نیم‌خودمختار ملک	۴۳	۱۳۷	۹۴
(دونوں کا مجموعہ)	۱۲۵	۳۴۷	۲۲۲
کل میزان	۶۱۷	۱۱۰۴	

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوآبادیوں اور ایشیا اور امریکہ کی خودمختار (اور نیم خودمختار) ریاستوں میں ریلوں کی ترقی سب سے زیادہ تیز رفتار رہی تھی۔ یہاں، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، چار یا پانچ سب سے بڑے سرمایہ‌دار ملکوں کے مالیاتی سرمائے کا مانا ہوا اور مکمل راج ہے۔ نوآبادیوں میں اور ایشیا اور امریکہ کے دوسرے ملکوں میں دو لاکھ کلومیٹر نئی ریلوے لائنیں ہیں جن میں ۴۰ ارب مارک کا سرمایہ حال ہی میں خاص طور پر منافع بخش شرائط پر لگایا گیا ہے اور اس میں خوب اچھی آمدنی اور فولاد کے کارخانوں کے منافع بخش آرڈروں وغیرہ کی گارنٹی ہے وغیرہ وغیرہ۔

نوآبادیوں اور سمندر پار کے ملکوں میں سرمایہ‌داری سب سے زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ آخرالذکر ملکوں کے درمیان نئی

''ریلوے کا محافظ‌خانہ،،۔ ۱۸۹۲ء۔ ایڈیٹر) ۱۸۹۰ء میں مختلف ملکوں کی نوآبادیوں کے درمیان ریلوں کی تقسیم کے بارے میں چھوٹی اور غیراہم تفصیلات کا کم‌وبیش اندازہ لگانا پڑا تھا۔

سامراجی طاقتیں ابھر رہی ہیں (مثلاً جاپان)۔ عالمی سامراجوں کی باھمی کشمکش زیادہ تند و تیز ہوتی جا رہی ہے۔ مالیاتی سرمائے نے نوآبادیوں اور سمندر پار کے ملکوں کے سب سے زیادہ منافع بخش کاروباروں (enterprises) پر جو خراج لگایا ہے وہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اس ''مال غنیمت،، کے بٹوارے میں بےحد بڑا حصہ ان ملکوں کو ملتا ہے جو پیداواری قوتوں کی نشو و نما کی تیزی کے لحاظ سے ہمیشہ سب سے آگے نہیں ہوتے۔ سب سے بڑے ملکوں کو اگر ان کی نوآبادیوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو ان میں ریلوں کی لمبائی مندرجہ ذیل ہے:

(ہزار کلومیٹر)

	۱۸۹۰ء	۱۹۱۳ء	اضافہ
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۶۸	۴۱۳	۱۴۵
سلطنت برطانیہ	۱۰۷	۲۰۸	۱۰۱
روس	۳۲	۷۸	۴۶
جرمنی	۴۳	۶۸	۲۵
فرانس	۴۱	۶۳	۲۲
پانچ طاقتوں کا کل میزان	۴۹۱	۸۳۰	۳۳۹

تو موجودہ ریلوں کا کوئی ۸۰ فی‌صدی حصہ سب سے بڑی پانچ طاقتوں کے ہاتھ میں مرکوز ہے۔ لیکن ان ریلوں کی ملکیت کا ارتکاز، یعنی مالیاتی سرمائے کا ارتکاز، اس سے بہت زیادہ ہے، کیونکہ مثال کے طور پر فرانسیسی اور برطانوی کروڑپتی امریکی، روسی اور دوسری ریلوں کے بےشمار حصوں اور بانڈوں کے مالک ہیں۔

اپنی نوآبادیوں کے طفیل برطانیہ ''اپنی،، ریلوں کی لمبائی ایک لاکھ کلومیٹر اور بڑھا سکا ہے، یعنی جرمنی سے چار گنی زیادہ، حالانکہ اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ اس زمانے میں جرمنی میں پیداواری قوتوں، خصوصاً کوئلے اور لوہے کی صنعتوں کے ارتقا کی رفتار انگلستان سے کہیں زیادہ تیز رہی ہے — اور فرانس اور روس کا تو ذکر ہی کیا۔ ۱۸۹۲ء میں جرمنی نے ۴۹ لاکھ ٹن کچا لوہا تیار کیا اور برطانیہ نے ۶۸ لاکھ ٹن۔ ۱۹۱۲ء میں جرمنی نے

ایک کروڑ ۷۶ لاکھ ٹن اور برطانیہ نے ۹۰ لاکھ ٹن - لہذا اس سلسلے میں جرمنی کو برطانیہ پر بےانتہا فوقیت حاصل تھی -* سوال یہ ھے : پیداواری قوتوں کی نشو و نما اور سرمائے کے اجتماع کے اور مالیاتی سرمایہ کے واسطے ''حلقہ ھائے اثر،، اور نوآبادیوں کی تقسیم کے درمیان جو تفاوت ھے سرمایہداری کے تحت اسے دور کرنے کا جنگ کے علاوہ اور کیا ذریعہ ھو سکتا ھے؟

۸ - سرمایہداری کی مفت خوری اور بوسیدگی

اب ھمیں سامراج کے ایک اور بہت اھم پہلو کا معائنہ کرنا ھے جسے اس موضوع پر تمام بحث مباحثوں میں عام طور پر بہت ناکافی اھمیت دی جاتی ھے - مارکس‌وادی ھیلفرڈنگ کی ایک خامی یہ ھے کہ وہ غیر مارکسی ھوبسن کے مقابلے میں ایک قدم پیچھے چلا جاتا ھے - ھمارا اشارہ مفت خوری کی طرف ھے جو سامراج کی نمایاں خصوصیت ھے -

جیسا کہ ھم دیکھ چکے ھیں اجارہداری، سامراج کی سب سے گہری معاشی بنیاد ھے - یہ سرمایہدارانہ اجارہداری ھے، یعنی وہ اجارہداری جس نے سرمایہداری کے بطن سے جنم لیا ھے اور جو سرمایہداری کے، جنس تبادلہ کی پیداوار اور مقابلے کے عام ماحول میں موجود رھتی ھے اور اس عام ماحول کے اور اجارہ داری کے درمیان ایک دائمی اور کبھی حل نہ ھو سکنےوالا تضاد بھی رھتا ھے - لیکن اس کے باوجود اور ھر قسم کی اجارہداری کی طرح یہ اجارہداری بھی لازمی طور پر جمود اور بوسیدگی کے رجحان کو جنم دیتی

* Cf. also Edgar Crammond. «The Economic Relations of the British and German Empires» in «The Journal of the Royal Statistical Society», 1914, July, p. 777 et seq.
(ایدگار کراموند کا مضمون ''برطانوی اور جرمن سلطنتوں کے معاشی تعلقات،، ''اعداد و شمار کی رائل سوسائٹی کے رسالے،، میں ۱۹۱۴ء، جولائی، صفحہ ۷۷۷ وغیرہ - ایڈیٹر)

ہے۔ جس حد تک اجارہ‌دارانہ قیمتیں مقرر ہو جاتی ہیں — خواہ عارضی طور پر ہی کیوں نہ ہوں — اسی حد تک ٹکنیکی ترقی اور نتیجتاً ہر قسم کی ترقی کا محرک ختم ہو جاتا ہے، اسی حد تک ٹکنیکی ترقی میں جان بوجھ کر روڑے اٹکانے کا معاشی امکان بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً امریکہ میں کسی اووینس نے ایک مشین ایجاد کی جس نے بوتل ساز صنعت میں انقلاب پیدا کر دیا۔ جرمن بوتل سازوں کے کارٹیل نے اووینس کا پٹینٹ خرید لیا، لیکن خرید کر اسے طاق نسیاں پر رکھ دیا اور اس کے استعمال سے جان چرانے لگا۔ ظاہر ہے کہ سرمایہ‌داری کے تحت اجارہ‌داری مکمل طور پر اور بہت طویل مدت کے لئے مقابلے کو عالمی منڈی سے کبھی نکالا نہیں دے سکتی (اور ضمناً یہ کہہ دیا جائے کہ علاوہ اور وجوہ کے اس ایک وجہ سے بھی سہا سامراج کا نظریہ اس قدر مہمل ہے)۔ یہ ظاہر ہے کہ بہتر ٹکنیک کے استعمال کے ذریعے پیداوار کی لاگت گھٹانے اور منافع بڑھانے کا امکان تبدیلی کی سمت لے جاتا ہے۔ لیکن جمود اور بوسیدگی کا رجحان جو اجارہ‌داری کی نمایاں خصوصیت ہے، مسلسل مصروف عمل رہتا ہے اور صنعت کے بعض شعبوں میں، بعض ملکوں میں اور بعض زمانوں میں یہ رجحان غالب آ جاتا ہے۔

بہت وسیع و عریض، دولت‌مند یا منسب محل وقوع والی نوآبادیوں پر اجارہ بھی اسی سمت لے جاتا ہے۔

اس کے علاوہ سامراج صرف چند ملکوں میں زر نقد کے سرمائے کے بے‌حد بڑے اجتماع کا نام ہے، جو کاغذات‌زر میں ایک کھرب سے ایک کھرب پچاس ارب فرانک تک کے برابر ہے۔ اسکے نتیجے میں منافع خوروں کے طبقے، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ منافع خوروں کے ایک سماجی حلقے کا فروغ ہے، یعنی ایسے لوگوں کا فروغ جو ''کوپن کاٹ کر،، روزی کماتے ہیں، جو کسی کاروبار میں کوئی حصہ نہیں لیتے اور جن کا پیشہ ہی بیکاری ہے۔ سرمائے کی برآمد جو سامراج کی سب سے زیادہ اہم اور اساسی معاشی بنیادوں میں سے ایک ہے، ان منافع خوروں کا پیداوار سے اور بھی زیادہ مکمل طور پر ناتہ توڑ دیتی ہے اور اس پورے ملک پر، جو

سمندر پار کے کئی ملکوں اور نوآبادیوں کی محنت کے استحصال پر گذر بسر کرتا ہے، مفت‌خوری کی سہر ثبت کر دیتی ہے۔

''۱۸۹۳ء میں،، ہوبسن لکھتا ہے ''بدیس میں لگا ہوا برطانوی سرمایہ پوری سلطنت برطانیہ کی مجموعی دولت کے ۱۵ فی‌صدی کے برابر تھا۔،،* ہم قاری کو یاد دلائیں گے کہ ۱۹۱۰ء تک اس سرمائے میں ڈھائی گنا اضافہ ہو چکا تھا۔ آگے چل کر ہوبسن کہتا ہے ''جارحانہ سامراج جو ٹیکس ادا کرنے‌والوں کو اس قدر مہنگا پڑتا ہے اور جو کارخانہ‌دار اور تاجر کے لئے اس قدر کم فائدہ‌مند ہوتا ہے... ایسے سرمایہ‌داروں کے واسطے بڑے پیمانے پر حصول دولت کا ذریعہ ہے جو اپنا سرمایہ لگانے کی کھوج کرتے ہیں،،... (انگریزی میں اس کے لئے ایک اصطلاح ہے — investor یعنی منافع خور) ''جو سالانہ آمدنی برطانیہ کو اپنی تمام بدیسی اور نوآبادیاتی تجارت، برآمد اور درآمد سے حاصل ہوتی ہے، وہ آمدنی سر گفن کے تخمینے کے مطابق ۱۸۹۹ء میں بقدر ایک کروڑ ۸۰ لاکھ پاؤنڈ اسٹرلنگ (تقریباً سترہ کروڑ روبل) ہے۔ یہ رقم ۸۰ کروڑ پاؤنڈ اسٹرلنگ بکری کی رقم (turnover) پر ڈھائی فی‌صدی کے حساب سے حاصل ہوئی ہے،،۔ یہ رقم اگرچہ بہت بڑی ہے لیکن اس سے برطانیہ کے جارحانہ سامراج کی توضیح نہیں ہو سکتی۔ اس کی توضیح تو ہوتی ہے ۹ سے ۱۰ کروڑ پاؤنڈ اسٹرلنگ تک کی اس آمدنی سے جو ''لگائے ہوئے،، سرمائے سے حاصل ہوتی ہے، یعنی منافع خوروں کی آمدنی سے۔

منافع خوروں کی آمدنی دنیا کے سب سے بڑے ''تاجر،، ملک کی تمام بدیسی تجارت سے حاصل ہونے والی آمدنی سے پانچ گنی ہے! یہ ہے سامراج اور سامراجی مفت خوری کا لب‌لباب۔

اسی وجہ سے ''منافع خور ریاست،، (Rentnerstaat) یا سودخور ریاست کی اصطلاح سامراج کے موضوع پر لکھی جانے والی معاشی تصانیف میں روزبروز زیادہ مستعمل ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا اس طرح بٹ گئی ہے کہ ایک طرف مٹھی بھر سودخور ریاستیں ہیں اور

---

* Hobson ، ایضاً، صفحہ ۵۹، ۶۲۔

دوسری طرف قرض‌دار ریاستوں کی بہت بڑی اکثریت ھے۔ شولتسے گےویرنیتس لکھتا ھے ''جن بدیسی ملکوں میں سرمایہ لگایا گیا ھے ان کی فہرست میں سب سے پہلے سیاسی لحاظ سے محکوم یا دست‌نگر ملک آتے ھیں یا اتحادی ملک — یعنی برطانیہ مصر، جاپان، چین اور جنوبی امریکہ کو قرض دیتا ھے۔ اور ان ملکوں میں اس کا بحری جنگی بیڑا بہ وقت ضرورت عدالتی کارندے کا کام انجام دیتا ھے۔ برطانیہ کی سیاسی طاقت اسے قرض داروں کے غیض و غضب سے محفوظ رکھتی ھے۔،،* سارتوری‌اوس فون والٹیرس‌ھاؤزین اپنی کتاب ''بدیس میں سرمایہ لگانے کا قومی معاشی نظام،، میں ھالینڈ کا ذکر مثالی ''منافع خور ریاست،، کے طور پر کرتا ھے اور بتاتا ھے کہ برطانیہ اور فرانس کی بھی اب یہی نوعیت ھوتی جا رھی ھے۔ ** شیلڈر کا خیال ھے کہ پانچ صنعتی ملک — برطانیہ، فرانس، جرمنی، بلجیم اور سوئٹزرلینڈ — اب ''خاص طور پر نمایاں قرض دینے والے ملک،، بن گئے ھیں۔ وہ اس فہرست میں ھالینڈ کو محض اس لئے شامل نہیں کرتا کہ وہ ''صنعتی لحاظ سے کم ترقی یافتہ،، ھے۔ *** ریاستہائے متحدہ امریکہ صرف امریکی ملکوں کا قرض دینے والا ھے۔

شولتسے گےویرنیتس لکھتا ھے ''برطانیہ رفتہ رفتہ صنعتی ریاست سے قرض دینے والی ریاست میں تبدیل ھو رھا ھے۔ صنعتی پیداوار اور مصنوعات کی برآمد میں یقینی اور قطعی اضافے کے باوجود، پوری قومی معیشت میں اس آمدنی کی نسبتی اھمیت روز بروز بڑھتی جا رھی ھے جو سود، سرمایۂ مشترک کی کمپنیوں کے منافعے، کاغذات‌زر کے اجرا، آڑھتوں، کمیشنوں اور سٹہ‌بازی کے ذریعے حاصل ھوتی ھے۔ میری رائے میں ٹھیک یہی چیز سامراج کے عروج اور فوقیت کی معاشی بنیاد ھے۔ قرض دینےوالے اور قرض‌دار کا بندھن فروخت

Schulze-Gaevernitz. «Britischer Imperialismus», S. 320 et seq. *

Sartorius von Waltershausen. «Das Volkswirtschaftliche System, ** etc.». Berlin, 1907, Buch IV.

Schilder. «Entwicklungstendenzen der Weltwirtschaft». Berlin, *** 1912. Bd. 1, S. 393.

کرنےوالے اور خریدار کے بندھن سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔،،*
لانسبرگ نے، جو برلن کے رسالے «Die Bank» (۱٦) کا پبلشر ہے، ۱۹۱۱ء میں ایک مضمون ''جرمنی – ایک منافع خور ریاست،، میں جرمنی کے بارے میں مندرجہ ذیل بات لکھی ''جرمنی کے لوگ منافع‌خور بننے کی اس آرزو کا مذاق اڑانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے ھیں جو فرانس میں دیکھنے میں آتی ہے۔ لیکن وہ یہ بھول جاتے ھیں کہ جہاں تک بورژوا طبقے کا تعلق ہے، جرمنی میں بھی روز بروز وھی صورت حال ہوتی جا رہی ہے جو فرانس میں ہے۔،،**

منافع خور ریاست، مفت‌خور اور انحطاط پذیر سرمایہ‌داری کی ریاست ہے اور یہ صورت حال عام طور پر اس ضمن میں آنے والے ملکوں کے تمام سماجی اور سیاسی حالات پر اور خاص طور پر مزدور تحریک کے دو بنیادی رجحانات پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس چیز کو زیادہ سے زیادہ صاف طور پر دکھانے کی غرض سے ہم ھوبسن کے الفاظ نقل کریں‌گے، جو سب سے زیادہ ''قابل اعتبار،، گواہ ہے کیونکہ اس پر ''مارکس‌وادی راسخ الاعتقادی،، کی طرف جھکاؤ رکھنے کا مطلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور دوسری طرف یہ کہ ھوبسن انگریز ہے اور اس ملک کی صورت حال سے خوب اچھی طرح واقف ہے جو نوآبادیوں کے لحاظ سے بھی اور سامراجی تجربے اور مالیاتی سرمائے کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ دولت‌مند ملک ہے۔

ھوبسن جس کے ذہن میں انگریزوں اور بوئروں کی جنگ کے تاثرات تازہ تھے، سامراج اور ''سرمایہ لگانےوالوں،، کے مفاد کے درمیان تعلق، اور ٹھیکوں وغیرہ سے حاصل ہونےوالے ان کے منافعوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے ''اس قطعی مفت‌خوری کی پالیسی کے کرتا دھرتا تو سرمایہ‌دار ھی ھیں، لیکن یہی محرکات مزدوروں کے مخصوص حلقوں پر بھی اثرانداز ہوتے ھیں۔ بہت سے شہروں میں سب سے زیادہ اہم صنعتوں کا انحصار حکومت کے

* Schulze-Gaevernitz. «Britischer Imperialismus», S. 122.

** «Die Bank» ، ۱۹۱۱ء، پہلا شمارہ، صفحات ۱۱ — ۱۰۔

ٹھیکوں پر ہوتا ہے ۔ دھات اور جہاز سازی کے مرکزوں کا سامراج بڑی حد تک اس حقیقت کا مرہون‌منت ہے،،۔ اس مصنف کی رائے میں پرانی سلطنتوں کو کمزور کرنے والے اسباب دو قسم کے ہیں: ۱) ''معاشی مفت‌خوری،، اور ۲) ایسی فوجوں کی تشکیل جو محکوم قوموں کے لوگوں پر مشتمل تھیں۔ ''پہلی چیز معاشی مفت خوری کا رواج ہے جس کے تحت حکمراں ریاست اپنے حلقہ اثر، نوآبادیوں اور محکوم ملکوں کو اپنے حکمراں طبقے کے مال و دولت میں اضافہ کرنے اور اپنے نچلے طبقوں کو رشوت دینے کے واسطے استعمال کرتی ہے تاکہ وہ خاموشی اور مسکینی سے رہتے رہیں،،[۴]۔ اور ہم اس میں اتنا اضافہ اور کرتے ہیں کہ اس رشوت کی خواہ کوئی بھی شکل ہو، بہر حال اس کو معاشی لحاظ سے ممکن بنانے کے لئے اونچے اونچے اجارہ‌دارانہ منافعوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور دوسرے سبب کے بارے میں ہوبسن لکھتا ہے ''جس مجنونانہ بےنیازی کے ساتھ برطانیہ، فرانس اور دوسرے سامراجی ملک یہ راستہ اختیار کر رہے ہیں، وہ سامراج کی عاقبت نا اندیشی کی سب سے زیادہ عجیب و غریب علامتوں میں سے ایک ہے۔ برطانیہ سب سے آگے نکل گیا ہے۔ زیادہ‌تر لڑائیاں جن کی مدد سے ہم نے اپنی ہندوستانی سلطنت حاصل کی، وہاں کے دیسی باشندوں ہی نے لڑی ہیں۔ ہندوستان میں اور اسی طرح حال ہی میں مصر میں بھی، بہت بڑی بڑی مستقل فوجیں برطانوی کمانڈروں کے سپرد کر دی جاتی ہیں۔ جنوبی حصے کے سوا ہمارے افریقی مقبوضات سے متعلق تقریباً ساری کی ساری لڑائیاں ہمارے لئے دیسی ہی باشندوں نے کی ہیں۔ ،،

چین کے امکانی بٹوارے کے بارے میں ہوبسن مندرجہ ذیل معاشی اندازہ پیش کرتا ہے ''اس صورت میں ممکن ہے کہ مغربی یورپ کا زیادہ‌تر حصہ وہی شکل اور وہی کردار اختیار کر لے جو اس وقت ان ملکوں کے چند علاقے اختیار کرتے ہیں: جنوبی انگلستان اور ریویرا میں اور اٹلی اور سوئٹزرلینڈ کے سیاحوں اور دولت‌مندوں سے بھرے ہوئے رہائشی حصوں میں نظر آتا ہے۔ یہ امرا اور رؤسا کی چھوٹی ٹولی ہے جو دوردراز مشرق سے سود اور پنشن کی رقمیں

پاتے ھیں اور جن کے پاس پیشہ‌ور مصاحبوں اور سوداگروں کی خاصی بڑی تعداد، گھریلو ملازموں کی بہت بڑی تعداد اور اسی طرح ان مزدوروں کی بہت بڑی تعداد ھے جو نقل و حمل کے کاموں میں مصروف ھیں اور جو پیداواری عمل کے آخری مرحلوں میں خدمات انجام دیتے ھیں۔ ممکن ھے ساری بڑی اور بنیادی صنعتیں غائب ھو جائیں، اور عام اشیائے خوردنی اور نیم‌مصنوعات ایشیا اور افریقہ سے خراج کے طور پر آنے لگیں،،۔ ''ھمیں مغربی ریاستوں کے ایک اور بھی زیادہ وسیع اتحاد کا، عظیم طاقتوں کے ایک یورپی وفاق کا، مندرجہ ذیل امکان نظر آ رھا ھے: وہ عالمی تہذیب کے لئے سودمند ھونا اور اسے آگے بڑھانا تو رھا در کنار، الٹا اس بات کا بہت زبردست خطرہ ھے کہ کہیں یہ مغربی مفت‌خوری کو جنم نہ دے، کہیں یہ ترقی یافتہ صنعتی قوموں کے ایک گروہ کو جنم نہ دے جن کے اونچے طبقوں کو ایشیا اور افریقہ سے بہت زبردست خراج وصول ھوتے ھیں جن کی مدد سے وہ مصاحبوں اور ملازموں کی ایک بہت بڑی تعداد کی پرورش کرتے ھیں جو اب عام زراعتی اور صنعتی اشیا کی پیداوار میں مشغول نہیں رھتے بلکہ ایک نئے زردار اشرافیہ کی ماتحتی اور نگرانی میں نجی خدمت یا ثانوی اھمیت کے صنعتی کاموں میں وقت گذارتے ھیں۔ وہ لوگ جو اس نظرئے کو،، (یہ کہنا بہتر ھوگا کہ اس امکان کو) ''قابل لحاظ نہیں سمجھتے، انہیں چاھئے کہ وہ موجودہ جنوبی انگلستان کے ان اضلاع کے معاشی اور سماجی حالات کا مطالعہ کریں جو اس حالت کو پہنچ چکے ھیں۔ اور انہیں چاھئے کہ وہ ذرا اس بات پر سوچ‌بچار کریں کہ اگر زرداروں یا ''سرمایہ لگانے والوں،، اور ان کے سیاسی اور کاروباری ملازموں کے اسی قسم کے گٹوں کا چین پر معاشی غلبہ اور تسلط ھو جائے تو اس نظام میں کتنی زبردست توسیع و ترقی کا امکان پیدا ھو جائے گا، اس قسم کے گٹوں کا جو یورپ میں خرچ کرنے کی غرض سے ایسے بڑے امکانی سرچشمے سے منافعے وصول کرینگے جس کی مثال دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ ظاھر ھے کہ موجودہ صورت حال اتنی زیادہ پیچیدہ ھے اور عالمی طاقتوں کے کھیل کا اندازہ لگانا اتنا مشکل ھے کہ مستقبل کے لئے صرف کسی واحد سمت کے بارے

میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا ۔ لیکن آج مغربی یورپ کا سامراج جن اثرات کے تحت ہے وہ اسی سمت رواں ہیں اور اگر ان کا رخ کسی اور طرف نہ موڑا گیا یا ان کا کوئی توڑ نہ کیا گیا تو ان کا یہی انجام ہوگا ۔،،*

مصنف نے بالکل صحیح کہا ہے : اگر سامراج کی قوتوں کا توڑ نہ ہوا ہوتا تو وہ ٹھیک اسی انجام کی سمت لے جاتیں ۔ موجودہ سامراجی صورت حال میں ''یورپ کی ریاستہائے متحدہ،، کی اہمیت کے بارے میں یہاں بالکل درست رائے قائم کی گئی ہے ۔ لیکن مصنف کو اتنی بات اور کہنی چاہئے تھی کہ مزدور تحریک میں بھی موقع پرست، جو اس وقت زیادہ‌تر ملکوں میں فتح‌مند ہیں، بہت ہی باقاعدگی اور ثابت قدمی سے ٹھیک اسی سمت ''کام کر رہے ہیں،، ۔ سامراج، جس کا مطلب ہے دنیا کا بٹوارہ، جو چین کے علاوہ اور ملکوں کے استحصال کا نام بھی ہے، جس کا مطلب ہے مٹھی بھر، بےحد دولت‌مند ملکوں کے لئے اونچے اونچے اجارہ‌دارانہ منافعے، وہ پرولتاریہ کے اونچے حلقوں کو رشوت دینے کا معاشی امکان پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح موقع پرستی کو جنم دیتا ہے، اس کی تشکیل کرتا ہے اور اسے مضبوط کرتا ہے ۔ لیکن ہمیں ان قوتوں کو نہیں بھلانا چاہئے جو عام طور پر سامراج کا اور خاص طور پر موقع پرستی کا توڑ کرتی ہیں اور جنہیں دیکھنے سے قدرتی طور پر سوشل لبرل ہوبسن قاصر ہے ۔

جرمن موقع پرست گیرہارڈ ہیلڈبرانڈ نے، جسے سامراج کی حمایت کی وجہ سے پارٹی سے نکالا گیا تھا اور جو آج جرمنی کی نام نہاد ''سوشل ڈیموکریٹک،، پارٹی کا لیڈر ہو سکتا تھا، ''مغربی یورپ کی ریاستہائے متحدہ،، (روس کے بغیر) کی تشکیل کی حمایت کر کے ہوبسن کی کمی خوب اچھی طرح پوری کی ہے جس کا مقصد افریقی حبشیوں، ''عظیم الشان اسلامی تحریک،، اور ''چینی جاپانی اتحاد،،

---

* Hobson، صفحات ۱۰۳، ۲۰۵، ۱۴۴، ۳۳۵، ۳۸۶ ۔

کے خلاف اور ایک ''طاقت‌ور بری اور بحری فوج،، رکھنے وغیرہ کا ''متحدہ،، عمل ہوگا۔ *

شولتسے گےویرنیتس کی کتاب میں ''برطانوی سامراج،، کی جو تصویرکشی ہے اس سے بھی سامراج کی ایسی ہی مفت‌خوری کی خصوصیات کا اظہار ہوتا ہے۔ ۱۸۶۵ء سے ۱۸۹۸ء تک برطانیہ کی قومی آمدنی تقریباً دوگنی ہوئی اور اسی زمانے میں ''بدیس سے،، ہونے والی آمدنی نو گنی ہو گئی۔ اگر سامراج کی ''خوبی،، یہ ہے کہ وہ ''حبشی کو محنت و مشقت سکھاتا ہے،، (ظاہر ہے زور اور زبردستی کے بغیر نہیں...) تو دوسری طرف سامراج میں ''خطرہ،، یہ ہے کہ ''یورپ جسمانی محنت کا بوجھ — پہلے تو زراعت اور کان کنی کے کاموں کا اور پھر صنعت کے زیادہ بھاری کاموں کا بوجھ — غیر سفیدفام نسلوں پر ڈال دےگا اور خود منافع خور بننے پر قانع ہو جائےگا اور اس طرح شاید پہلے تو ان قوموں کی معاشی آزادی کے لئے اور بعد میں سیاسی آزادی کے لئے بھی زمین تیار کر دےگا۔ ،،

برطانیہ میں زمین روزافزوں کاشت سے الگ کرکے کھیلوں کے لئے اور دولت‌مند لوگوں کی تفریح طبع کے لئے استعمال کی جا رہی ہے۔ اسکاٹ‌لینڈ کے متعلق — جو دنیا کا سب سے زیادہ رئیسانہ شان کے شکار اور کھیل کا میدان ہے — یہ کہا جاتا ہے کہ ''وہ اپنے ماضی اور امریکی کروڑپتی مسٹر کارنیگی کے سہارے زندہ ہے،،۔ صرف گھوڑ دوڑ اور لومڑیوں کے شکار ہی پر برطانیہ ایک کروڑ ۴۰ لاکھ پاؤنڈ اسٹرلنگ (تیرہ کروڑ روبل سالانہ) خرچ کرتا ہے۔ انگلستان میں منافع خوروں کی تعداد لگ بھگ دس لاکھ ہے۔ کل آبادی کا جتنا فی‌صدی حصہ پیداواری کاموں میں مصروف رہتا ہے اس کی تعداد گھٹتی ہی جا رہی ہے:

---

* Gerhard Hildebrand. «Die Erschütterung der Industrieherrschaft und des Industriesozialismus». 1910, S. 229 et seq.

(گیرھارڈ ہیلڈبرانڈ ''صنعت اور صنعتی سوشلزم کی حکمرانی کا صدمہ،،۔ ایڈیٹر)

سال	برطانیہ کی آبادی (لاکھ)	بنیادی صنعتوں میں کام کرنےوالے مزدوروں کی تعداد (لاکھ)	مجموعی آبادی کا فی‌صدی
۱۸۵۱ء	۱۷۹	۴۱	۲۳ فی‌صدی
۱۹۰۱ء	۳۲۵	۴۹	۱۵ فی‌صدی

اور جب برطانوی مزدور طبقے کا ذکر کرنا ہو تو ''بیسویں صدی کے شروع میں برطانوی سامراج،، کا بورژوا محقق اس بات پر مجبور ہوتا ہے کہ مزدوروں کے ''اونچے حلقے،، اور ''اصلی پرولتاریہ کے نچلے حلقے،، میں باقاعدہ امتیاز کرے۔ امداد باہمی کی انجمنوں (cooperatives)، ٹریڈ یونینوں، کھیل کود کے کلبوں اور متعدد مذہبی فرقوں کے ممبروں کی اکثریت اسی اونچے حلقے سے تعلق رکھتی ہے۔ اور نظام انتخاب کو بھی، جو برطانیہ میں ''اب تک اتنا کافی محدود ہے کہ اس میں اصلی پرولتاریہ کے نچلے حلقے کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے،، اسی اونچے حلقے کی سطح کے مطابق ڈھال لیا جاتا ہے!! برطانوی مزدور طبقے کی حالت کا حسین اور سنہرا نقشہ کھینچنے کے لئے عام طور پر صرف اسی اونچے حلقے کا ذکر کیا جاتا ہے جو پرولتاریہ کی اقلیت ہے۔ مثال کے طور پر ''بےروزگاری کا مسئلہ زیادہ‌تر لندن کا اور پرولتاریہ کے اس نچلے حلقے کا مسئلہ ہے جس کو سیاست‌داں بہت کم اہمیت دیتے ہیں...،،* اس کو کہنا یہ چاہئے تھا: جس کو بورژوا سیاست‌داں اور ''سوشلسٹ،، موقع پرست بہت کم اہمیت دیتے ہیں۔

سامراج کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے — اور اس کا تعلق اسی حقیقت سے ہے جس کا ہم بیان کر رہے ہیں — کہ سامراجی ملکوں

Schulze-Gaevernitz. «Britischer Imperialismus», S. 301. *

سے ترک‌وطن کر کے کہیں اور جانے میں تو کمی ہوئی ہے اور ان ملکوں میں زیادہ پسماندہ ملکوں سے، جہاں مزدوری کی شرح بہت کم ہے، تبدیل وطن کر کے آنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ جیسا کہ ہوبسن نے بتایا ہے، برطانیہ سے ترک‌وطن کر کے کہیں اور جانے میں ۱۸۸۴ء سے برابر کمی ہو رہی ہے۔ ۱۸۸۴ء میں ترک‌وطن کرنے والوں کی تعداد ۲ لاکھ ۴۲ ہزار تھی اور ۱۹۰۰ء میں ایک لاکھ ۶۹ ہزار۔ جرمنی سے ۱۸۸۱ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیانی زمانے میں سب سے زیادہ ترک وطن ہوا اور اس زمانے میں ترک‌وطن کرنے‌والوں کی مجموعی تعداد ۱۴ لاکھ ۵۳ ہزار تھی جو اگلے بیس برس کے عرصے میں گھٹ کر ۵ لاکھ ۴۴ ہزار اور ۳ لاکھ ۱۴ ہزار رہ گئی۔ دوسری طرف آسٹریا، اٹلی، روس اور دوسرے ملکوں سے تبدیل وطن کر کے جرمنی آنے والے مزدوروں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ۱۹۰۷ء کی مردم شماری کے مطابق جرمنی میں ۱۳۴۲۲۹۴ بدیسی تھے جن میں سے ۴۴۰۸۰۰ صنعتی مزدور تھے اور ۲۵۷۳۲۹ کھیت مزدور۔ * فرانس میں کانوں میں کام کرنے والے مزدور زیادہ‌تر بدیسی — پولستانی، اطالوی اور ہسپانوی ہیں۔** ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مشرقی اور جنوبی یورپ سے آ کر بسنے والے لوگ ایسے کام کرتے ہیں جن میں سب سے کم مزدوری ملتی ہے اور دوسری طرف اوورسیروں اور زیادہ اجرت پانے والے مزدوروں کی اکثریت امریکی ہے۔*** سامراج میں مزدوروں کے بیچ بھی مخصوص حقوق رکھنے‌والے حلقوں کو جنم دینے کا اور انہیں عام پرولتاری جنتا سے الگ تھلگ کر دینے کا رجحان دیکھنے میں آتا ہے۔

---

* «Statistik des Deutschen Reichs». Bd. 211.
(جرمن ریاست کی اعداد و شمار۔ جلد ۲۱۱۔ ایڈیٹر)

** Henger. «Die Kapitalsanlage der Franzosen». Stuttgart, 1913.
(ہنگیر ''فرانسیسی سرمایہ گذاری (investment)''، اشٹوٹگارٹ، ۱۹۱۳۔ ایڈیٹر)

*** Hourwich. «Immigration and Labour». New Jork, 1913.
(گورویچ ''انتقال وطن اور محنت''۔ نیویارک، ۱۹۱۳ء۔ ایڈیٹر)

یہ بتانا ضروری ہے کہ سامراج کا مزدوروں کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کا، ان کے درمیان موقع پرستی کو ہوا دینے کا اور مزدور تحریک میں عارضی انحطاط پیدا کرنے کا رجحان برطانیہ میں انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے آغاز سے بہت پہلے ہی ظاہر ہونے لگا تھا کیونکہ برطانیہ میں تو انیسویں صدی کے وسط ہی سے سامراج کی دو بڑی امتیازی خصوصیات نظر آنے لگی تھیں یعنی بڑے پیمانے پر نوآبادیاتی مقبوضات اور عالمی منڈی میں اس کا ایک اجارہ‌دارانہ مقام۔ مزدور تحریک میں موقع پرستی کے وجود اور برطانوی سرمایہ‌داری کی سامراجی خصوصیات میں جو تعلق اور رابطہ ہے، مارکس اور اینگلس نے بیسیوں برس بڑی باقاعدگی اور باضابطگی سے اس کا مطالعہ کیا اور اس پر تحقیق کی۔ مثال کے طور پر ۷ اکتوبر ۱۸۵۸ء کو اینگلس نے مارکس کو لکھا ''انگریز پرولتاریہ عملی طور پر روزافزوں بورژوا بنتا جا رہا ہے اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ بورژوا قوم اس فکر میں ہے کہ آخرکار بورژوا طبقے کے علاوہ اس کے پہلو بہ پہلو ایک بورژوا اشرافیہ اور ایک بورژوا پرولتاریہ بھی موجود ہو۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسی قوم کے لئے جو پوری دنیا کا استحصال کرتی ہے ایک حد تک یہ چیز جائز بھی ہے''۔ تقریباً چوتھائی صدی بعد اینگلس نے اپنے ۱۱ اگست ۱۸۸۱ء کے لکھے ہوئے ایک خط میں ''بدترین برطانوی ٹریڈ یونینوں'' کا ذکر کیا ہے ''جو بورژوا طبقے کے ہاتھوں بکے ہوئے یا کم از کم ان کے نمک‌خوار لوگوں کو اپنی رہبری کرنے دیتی ہیں''۔ کاؤتسکی کے نام ۱۲ ستمبر ۱۸۸۲ء کو لکھے ہوئے خط میں اینگلس نے لکھا ''آپ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ نوآبادیاتی پالیسی کے بارے میں انگریز مزدوروں کا کیا خیال ہے؟ بالکل وہی جو ان کا عام طور پر سیاست کے بارے میں ہے۔ یہاں کوئی مزدور پارٹی نہیں ہے، یہاں تو صرف قدامت پرست (conservative) اور لبرل ریڈیکل ہیں۔ ان کے ساتھ ساتھ انگلستان کی نوآبادیات اور عالمی منڈی کی اجارہ‌داری سے انگریز مزدور بھی ہنسی خوشی فائدہ

اٹھاتے ھیں ۔ ،،* (''انگلستان میں مزدور طبقے کی حالت،، کے دوسرے ۱۸۹۲ء والے ایڈیشن کے پیش لفظ میں اینگلس نے بھی ان ھی خیالات کا اظہار کیا ھے ۔)

یہاں اسباب اور نتائج صاف صاف دکھائے گئے ھیں ۔ اسباب تو یہ ھیں : ۱) اس ملک کے ھاتھوں پوری دنیا کا استحصال، ۲) عالمی منڈی میں اس کا اجارہ‌دارانہ مقام اور حیثیت، ۳) اس کی نوآبادیاتی اجارہ‌داری ۔ اور نتائج یہ ھیں : ۱) برطانوی پرولتاریہ کا ایک حصہ بورژوا جیسا بن جاتا ھے، ۲) برطانوی پرولتاریہ کا ایک حصہ بورژوا طبقے کے ھاتھوں بکے ھوئے یا کم از کم ان کے نمک‌خوار لوگوں کو اپنی رھبری کرنے دیتا ھے ۔ بیسویں صدی کے آغاز کے سامراج نے مٹھی بھر ریاستوں کے درمیان دنیا کے بٹوارے کو مکمل کر دیا، ان ریاستوں میں سے ھر ایک ''پوری دنیا،، کے ایک نہ ایک حصے کا استحصال کرتی ھے (یعنی وھاں سے بےحد اونچے منافعے وصول کرتی ھے) جو اس حصے سے کچھ ھی چھوٹا ھو تو ھو جس کا انگلستان ۱۸۵۸ء میں استحصال کرتا تھا ۔ ٹرسٹوں، کارٹیلوں، مالیاتی سرمائے اور قرض دینے والے اور قرض‌دار کے تعلقات کے طفیل ان میں سے ھر ریاست کا عالمی منڈی میں ایک اجارہ‌دارانہ مقام ھے، ان میں سے ھر ایک کے پاس کسی نہ کسی حد تک نوآبادیاتی اجارہ‌داری بھی ھے (ھم نے دیکھا ھے کہ ۷ کروڑ ۵۰ لاکھ مربع کلومیٹر میں سے، جو پوری نوآبادیاتی دنیا کا رقبہ ھے، ۶ کروڑ ۵۰ لاکھ مربع کلومیٹر، یعنی ۸۶ فی صدی، چھہ طاقتوں کے قبضے میں ھے اور ان میں سے بھی ۶ کروڑ ۱۰ لاکھ مربع کلومیٹر، یعنی ۸۱ فی صدی، تین طاقتوں کے قبضے میں ھے)۔

---

* «Briefwechsel von Marx und Engels», Bd. II, S. 290; IV, 433.
(مارکس اور اینگلس کی خط و کتابت، جلد ۲، صفحہ ۲۹۰ ۔ ایڈیٹر)

Karl Kautsky. «Sozialismus und Kolonialpolitik». Berlin, 1907. S. 79.
(کاؤتسکی ''سوشلزم اور نوآبادیاتی سیاست،، برلن، ۱۹۰۷ء ۔ ایڈیٹر)
یہ کتابچہ کاؤتسکی نے اس عہد پارینہ میں لکھا تھا جب وہ مارکس‌وادی تھا ۔

موجودہ صورت حال کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت ایسے معاشی اور سیاسی حالات موجود ہیں جو موقع پرستی اور مزدور تحریک کے عام اور بنیادی مفاد کے درمیان تضاد میں اضافہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے، یعنی سامراج ابتدائی شکل سے ترقی کرکے غالب نظام بن گیا ہے، سرمایہ‌دارانہ اجارہ‌داریوں کو معیشت اور سیاست میں اولین مقام حاصل ہے، دنیا کا بٹوارہ مکمل ہو چکا ہے، اور دوسری طرف برطانیہ کی مکمل اجارہ‌داری کے بجائے اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ چند سامراجی طاقتیں اس اجارہ‌داری میں حصہ بٹانے کے حق کے واسطے جد و جہد کر رہی ہیں۔ اور یہ جد و جہد بیسویں صدی کی ابتدا کے پورے دور کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اب موقع پرستی بیسیوں برس تک کسی بھی ملک کی مزدور تحریک میں اس طرح کامران اور فتح‌مند نہیں رہ سکتی جس طرح وہ انگلستان میں انیسویں صدی کے نصف آخر میں رہی۔ لیکن کئی ملکوں میں موقع پرستی پختہ ہو کر گل سڑ چکی ہے اور اب وہ سوشل شاونزم کی شکل میں بورژوا پالیسی میں پوری طرح ضم ہو گئی ہے۔ *

۹ - سامراج کی تنقید

اگر سامراج کی تنقید کو وسیع مفہوم میں لیا جائے تو اس سے ہماری مراد ہے سماج کے مختلف طبقوں کا سامراجی پالیسی کی طرف رویہ، جس کا تعلق ان کے عام نظریات سے ہوتا ہے۔

بے‌حد بڑا اور وسیع مالیاتی سرمایہ، جو صرف چند ہاتھوں میں مرکوز ہے اور جس نے ایک طرف تعلقات اور رابطوں کا ایک بے‌حد دور دور پھیلا ہوا اور باریک جال بن رکھا ہے، جس کے

---

*روسی سوشل شاونزم بھی، جس کی کھلی اور واضح شکل کے نمائندے حضرات پوتریسوف، چھینکیلی، ماسلوف وغیرہ ہیں اور ڈھکی چھپی شکل کی نمائندگی حضرات چھےایدزے، اسکوبیلیف، اکسیلروڈ اور مارتوف وغیرہ کرتے ہیں، موقع پرستی کی روسی قسم یعنی انسداد پرستی (liquidationism) (۱۷) ہی سے نکلا ہے۔

ذریعه وه صرف چھوٹے اور متوسط سرمایه‌داروں هی کو نهیں بلکه بے‌حد چھوٹے سرمایه‌داروں اور چھوٹے مالکوں کو بھی اپنا تابع کر لیتا هے، اور دوسری طرف دنیا کے بٹوارے اور دوسرے ملکوں پر تسلط کی خاطر سرمایه لگانے والوں کے دوسرے قومی ریاستی جتھوں کے خلاف روزافزوں شدید اور تیز جد و جهد چلاتا هے — یه دونوں چیزیں ملکیت‌دار طبقوں کو سو فی‌صدی سامراج کی طرف کر دیتی هیں۔ سامراج کی ترقی کے امکانات کے بارے میں ''عام'' جوش و خروش، اس کی بے‌حد تند و تیز طرف‌داری اور اس کو بڑے حسین اور دلفریب رنگوں میں پیش کرنا — یه هیں وقت کی نشانیاں۔ سامراجی نظریات مزدور طبقے کی صفوں میں بھی گھس آتی هے۔ مزدور طبقے کو کوئی دیوار چین تو دوسرے طبقات سے جدا کرتی نهیں هے۔ جرمنی کی موجوده نام نهاد ''سوشل ڈیموکریٹک'' پارٹی کے لیڈروں کو بجا طور پر ''سوشل سامراجی'' کها جاتا هے، یعنی زبان سے سوشلسٹ اور عمل میں سامراجی۔ لیکن ۱۹۰۲ء هی میں هوبسن نے انگلستان میں ''فیبئن سامراجیوں'' کے وجود کا ذکر کر دیا تھا جو موقع پرست ''فیبئن سوسائٹی'' (۱۸) سے تعلق رکھتے تھے۔

بورژوا عالم اور اخبارنویس عام طور پر سامراج کی حمایت کچھ ڈھکے چھپے انداز میں کرتے هیں، وه اس کے مکمل غلبے اور تسلط اور اس کی گهری جڑوں پر تو پرده سا ڈال دیتے هیں اور کچھ مخصوص اور ثانوی تفصیلات کو پیش پیش رکھنے کی کوشش کرتے هیں، وه ''اصلاحات'' کی انتهائی مضحکه خیز اسکیمیں — مثلاً ٹرسٹوں اور بینکوں پر پولیس کی نگرانی وغیره — بنا بنا کر بنیادی چیزوں کی طرف سے دهیان بٹانے کی اپنے مقدور بھر کوشش کرتے هیں۔ اور کم تعداد میں ایسے صاف‌گو اور انسانیت بیزار (cynical) سامراجی سامنے آتے هیں جن میں اتنی همت هوتی هے که وه اعتراف کر لیں که سامراج کی بنیادی خصوصیات میں اصلاحات کرنے کا خیال سراسر حماقت هے۔

هم ایک مثال پیش کرتے هیں۔ جرمن سامراجی ''عالمی معیشت کا محافظ خانه'' نامی رسالے میں یه کوشش کرتے هیں که

نوآبادیوں کی اور خصوصاً ان نوآبادیوں کی قومی آزادی کی تحریکوں کا مطالعہ کریں، جن پر جرمنی کا قبضہ نہیں ہے - وہ ہندوستان کی بے چینی، شورش اور احتجاج، نٹال (جنوبی افریقہ) کی تحریک، ڈچ انڈیز وغیرہ کی تحریکوں کو غور سے دیکھتے ہیں - ۲۸ جون سے ۳۰ جون ۱۹۱۰ء تک ایشیا، افریقہ اور یورپ کی ان مختلف محکوم قوموں اور نسلوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس ہوئی جن پر بدیسی راج ہے- اس کانفرنس کی ایک انگریزی رپورٹ پر رائےزنی کرتے ہوئے ان جرمنوں میں سے ایک نے کانفرنس میں کی ہوئی تقریروں پر مندرجہ ذیل رائے دی: ''ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہمیں سامراج سے لڑنا چاہئے، ہم سے کہا جاتا ہے کہ حکمراں ریاستوں کو محکوم قوموں کا حق خود اختیاری تسلیم کرنا چاہئے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ عظیم طاقتوں اور کمزور قوموں کے درمیان ہونے والے معاہدوں کی پابندی اور تعمیل کی دیکھ بھال ایک بین الا قوامی عدالت کو کرنی چاہئے - یہ کانفرنس ان نیک خواہشوں کے اظہار سے آگے نہیں بڑھتی - ہمیں ان کے یہاں اس حقیقت کی جانکاری کی جھلک تک نظر نہیں آتی کہ سامراج سرمایہداری کی موجودہ شکل کے ساتھ اٹوٹ بندھنوں میں بندھا ہوا ہے اور اسی وجہ سے (!!) سامراج کے خلاف کھلی جنگ کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑےگا—سوائے اس صورت کے کہ یہ جد و جہد سامراج کی بعض خاص طور پر قابل نفرت زیادتیوں کے خلاف احتجاج تک محدود رہے - ''* چونکہ سامراج کی بنیاد میں اصلاح ہونا ایک فریب محض ہے، ایک ''نیک خواہش'' ہے، اور کیونکہ مظلوم و محکوم قوموں کے بورژوا نمائندے ''اور زیادہ'' آگے نہیں بڑھتے، لہذا ظالم و زبردست قوم کا بورژوا نمائندہ ''اور زیادہ'' پیچھے چلا جاتا ہے - دوسرے الفاظ میں وہ ''سائنسی'' ہونے کے بہانے سامراج کی غلامانہ خوشامد کی راہ پر چل دیتا ہے - واہ کیا ''منطق'' ہے!

---

* «Weltwirtschaftliches Archiv», Bd. II, S. 193.
(''عالمی معیشت کا محافظ خانہ'' - جلد ۲ - ایڈیٹر)

یہ سوال کہ سامراج کی بنیاد میں اصلاح ممکن ہے یا نہیں اور یہ کہ آگے بڑھ کر سامراج کے جنم دئے ہوئے تضادوں اور مخالفتوں کو زیادہ شدید اور عمیق بنانے کی راہ پر چلنا چاہئے یا پیچھے ہٹ کر ان تضادوں اور مخالفتوں کو دھیما کرنے کی راہ پر — یہ سامراج کی تنقید میں بنیادی سوال ہیں۔ چونکہ سامراج کی مخصوص سیاسی خصوصیات اپنی ساری لائن کے لحاظ سے رجعت پرستی ہے اور مالیاتی اولیگارشی کے ظلم و جبر اور آزاد مقابلے کے خاتمے کے تعلق سے قومی ظلم و ستم میں شدت ہے اسی لئے بیسویں صدی کے شروع میں تقریباً تمام سامراجی ملکوں میں سامراج کی ایک پیٹی بورژوا جمہوری مخالفت ابھری۔ کاؤتسکی اور کاؤتسکی‌ازم کے وسیع بین‌الاقوامی رجحان کی مارکس‌واد سے غداری کی وجہ ٹھیک یہی حقیقت تھی کہ کاؤتسکی نے نہ صرف اس پیٹی بورژوا سدھاروادی مخالفت کی مخالفت کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی جو معاشی لحاظ سے اپنی بنیاد میں رجعت پسند ہے، نہ صرف یہ کہ وہ اس مخالفت کا مقابلہ نہیں کر سکا بلکہ عمل میں وہ اس کے ساتھ بالکل گھل مل گیا۔

۱۸۹۸ء میں ہسپانیہ کے خلاف جو سامراجی جنگ ہوئی، اس نے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ''سامراج دشمنوں،، کی، بورژوا جمہوریت کے آخری نام لیواؤں کی مخالفت کو ابھار دیا تھا، جنھوں نے اس کو ''مجرمانہ،، جنگ کا نام دیا تھا، بدیسی علاقوں کے بزور الحاق کو آئین کی خلاف ورزی سمجھتے تھے، انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ فلپائن کے دیسی باشندوں کے لیڈر اگوینالڈو کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا ہے (امریکیوں نے اس کے ملک کو خود مختاری دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن بعد میں انہوں نے وہاں اپنی فوجیں اتار دیں اور ملک کا بزور الحاق کر لیا) وہ ایک ''شاونسٹ فریب،، ہے، اور وہ لوگ لنکن کے الفاظ دوہراتے تھے ''جب سفید نسل کا آدمی خود اپنے اوپر حکومت کرتا ہے تو وہ حکومت خود اختیاری ہے، لیکن جب وہ اپنے اوپر حکومت کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں پر بھی حکومت کرتا ہے تو پھر اسے حکومت خود اختیاری نہیں کہا

جا سکتا، وہ چیز استبدادیت ہو جاتی ہے۔ ،،* لیکن جب تک یہ ساری تنقید سامراج اور ٹرسٹوں کے درمیان اور نتیجتاً سامراج اور سرمایہ‌داری کی بنیادوں کے درمیان اٹوٹ بندھنوں کے وجود کو ماننے سے ڈرتی رہی اور جب تک وہ بڑے پیمانے کی سرمایہ‌داری اور اس کے ارتقا کی جنم دی ہوئی قوتوں کے ساتھ ایکتا سے گھبراتی رہی اس وقت تک وہ محض ایک ''نیک خواہش،، رہی۔

ہوبسن نے بھی سامراج کی تنقید میں یہی بنیادی رویہ اختیار کیا ہے۔ ہوبسن ''سامراج کے ناگزیر ہونے،، کی دلیل کے خلاف احتجاج کرنے اور لوگوں کی ''صرف کرنے کی صلاحیت بڑھانے،، کی (سرمایہ‌داری کے تحت!) ضرورت پر اصرار کرنے میں کاؤتسکی پر سبقت لے گیا۔ سامراج کی اور بینکوں اور مالیاتی اولیگارشی کی بےاندازہ طاقت وغیرہ کی تنقید میں ان مصنفوں نے جن کے اقوال ہم نے اکثر نقل کئے ہیں پیٹی بورژوا نقطۂنظر اختیار کیا ہے، مثلاً آگاد، لانسبرگ، ایشویگے اور فرانسیسی مصنفوں میں وکٹر بیرار نے جو ۱۹۰۰ء میں شائع ہونے والی ایک سطحی سی کتاب ''انگلستان اور سامراج،، کا مصنف ہے۔ یہ تمام مصنف جنہیں مارکس‌وادی ہونے کا کوئی دعوی نہیں ہے، سامراج کا موازنہ آزاد مقابلے اور جمہوریت سے کرتے ہیں، بغداد ریلوے اسکیم کی مذمت یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ یہ مخالفتوں اور جنگ کو جنم دےگی اور امن وغیرہ کے متعلق ''نیک خواہشات،، کا اظہار کرتے ہیں۔ یہی چیز نیئمارک پر بھی لاگو ہوتی ہے جو بین الاقوامی کاغذات زر کے اعدادوشمار کا ماہر ہے، اس نے ''بین الاقوامی،، کاغذات‌زر کے سلسلے میں ۱۹۱۲ء میں اربوں فرانک کا تخمینہ لگایا اور اس کے بعد چلا پڑا ''کیا یہ یقین کرنا ممکن ہے کہ امن میں کوئی خلل پڑ سکتا ہے؟.. کہ ان بےاندازہ بڑے اعداد کے ہوتے کوئی جنگ چھیڑنے کی ہمت کر سکتا ہے؟،،**

---

* J. Patouillet. «L'impérialisme américain». Dijon, 1904, p. 272.
(پاٹوئے ''امریکی سامراج،،۔ دیژون۔ ایڈیٹر)

** «Bulletin de l'institut international de statistique», T. XIX, livr. II, p. 225.

بورژوا ماهرین معاشیات کی یہ سادہ لوحی کچھ تعجب خیز نہیں ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنے آپ کو اس قدر سادہ لوح ظاہر کرنا اور سامراج کے تحت امن کے بارے میں ''سنجیدگی سے،، بات کرنا ان لوگوں کے اپنے ہی فائدے کی چیز ہے۔ لیکن کاؤتسکی کا مارکسزم کہاں اڑن چھو ہو جاتا ہے جب ۱۹۱۴ء، ۱۹۱۵ء اور ۱۹۱۶ء میں وہ بھی یہی بورژوا سدھاروادی نقطۂ نظر اختیار کرتا ہے اور یہ یقین دلاتا ہے کہ امن کے سوال پر ''سب لوگ،، (سامراجی، نام کے سوشلسٹ اور سوشل امن پرست) ''متفق ہیں،،؟ یہاں ہمیں سامراج کے تجزئے اور اس کے تضادوں کی گہرائیوں کی پردہ‌دری کے بجائے صرف ان تضادوں کو نظر انداز کرنے اور ان سے پہلوتہی کرنے کی سدھاروادی ''نیک خواهش،، کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

کاؤتسکی نے سامراج کی جو معاشی تنقید کی ہے اس کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔ وہ ۱۸۷۲ء اور ۱۹۱۲ء میں برطانیہ اور مصر کے درمیان درآمد اور برآمد کے اعداد و شمار لیتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ برطانیہ کی مجموعی بدیسی تجارت کے مقابلے میں یہ درآمد اور برآمد زیادہ سست رفتاری سے بڑھی ہے۔ اس بات سے کاؤتسکی یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ''ہمارے پاس یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ مصر پر فوجی قبضے کے بغیر، محض سادہ معاشی عوامل کے زیر اثر اس کے ساتھ برطانیہ کی تجارت میں کم اضافہ ہوتا،،۔ ''سرمائے کی توسیع کی کوشش اور خواہش... کو سامراج کے پر تشدد طریقوں سے نہیں بلکہ پر امن جمہوریت کے ذریعے سب سے زیادہ تقویت پہنچائی جا سکتی ہے۔،،*

کاؤتسکی کی یہ دلیل، جسے اس کے روسی علم بردار (اور سوشل شاونسٹوں کے روسی حمایتی) مسٹر اسپکٹیٹر نے سینکڑوں مختلف سروں

Kautsky. «Nationalstaat, imperialistischer Staat und Staatenbund». * Nürnberg, 1915, S. 72 und 70.

(کاؤتسکی ''قومی ریاست، سامراجی ریاست اور ریاستوں کی یونین،،۔ نیورنبرگ۔ ایڈیٹر)

میں دوھرایا ھے، سامراج کی کاؤتسکی‌مارکہ تنقید کی بنیاد ھے اور یہی وجہ ھے کہ ھمیں اس کا زیادہ تفصیلی مطالعہ کرنا چاھئے۔ ھم ھیلفرڈنگ کی کتاب کے ایک اقتباس سے شروع کریں‌گے کیونکہ اس کے نتائج کے متعلق کاؤتسکی نے اکثر و بیشتر اور خاص طور پر اپریل ۱۹۱۵ء میں یہ اعلان کیا ھے کہ ''سارے سوشلسٹ ماھرین نظریہ نے اتفاق رائے سے انھیں منظور کر لیا ھے۔''

ھیلفرڈنگ لکھتا ھے ''پرولتاریہ کا کام یہ نہیں ھے کہ وہ زیادہ ترقی پسند سرمایہ‌دارانہ پالیسی کا موازنہ آزاد تجارت اور ریاست سے بغض و دشمنی والی عہد پارینہ کی پالیسی سے کرے۔ مالیاتی سرمائے کی معاشی پالیسی، یعنی سامراج کا جواب پرولتاریہ کی طرف سے آزاد تجارت نہیں بلکہ سوشلزم ھے۔ اب آزاد مقابلہ کی بحالی کے آدرش کے بجائے— جو ایک رجعت پسند آدرش بن چکا ھے— سرمایہ‌داری کے خاتمے کے ذریعے مقابلے کا یکسر خاتمہ ھی پرولتاری پالیسی کی منزل مقصود ھو سکتا ھے۔''*

کاؤتسکی نے مالیاتی سرمائے کے دور میں ایک ''رجعت پسند آدرش''، ''پر امن جمہوریت'' اور ''معاشی عوامل کے معمولی وزن'' وغیرہ کی علم‌برداری کر کے مارکس‌ازم سے ناتہ توڑ لیا، کیونکہ خارجی لحاظ سے یہ آدرش ھمیں پیچھے، اجارہ‌دارانہ سرمایہ‌داری سے غیر اجارہ‌دارانہ سرمایہ‌داری کی طرف گھسیٹ لاتا ھے اور یہ ایک سدھاروادی فریب سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

مصر کے (اور کسی بھی دوسری نوآبادی یا نیم نوآبادی کے) ساتھ تجارت میں فوجی قبضے کے بغیر، سامراج اور مالیاتی سرمائے کے بغیر زیادہ ''اضافہ ھوتا''۔ اس کا کیا مطلب ھے؟ کیا اس کا مطلب یہ ھے کہ اگر عام طور پر اجارہ‌داریوں نے یا مالیاتی سرمائے کے جوئے یا ''بندھنوں'' نے (اور اس کا مطلب بھی اجارہ‌داری ھی ھوا) یا بعض ملکوں کے نوآبادیوں پر اجارہ‌دارانہ قبضے نے آزاد مقابلہ کو محدود نہ کر دیا ھوتا تو سرمایہ‌داری کی نشوونما زیادہ تیزی سے ھوئی ھوتی؟

---

* ''مالیاتی سرمایہ''، صفحہ ۵۶۷۔

کاؤتسکی کی دلیل کے اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے اور یہ ''معنی،، بے معنی بکواس ہے۔ آئیے ہم فرض کر لیں کہ کسی قسم کی اجارہ‌داری کے بغیر آزاد مقابلہ سرمایہ‌داری اور تجارت کی نشوونما کو زیادہ تیز کر دیتا۔ لیکن جتنی تیزی سے سرمایہ‌داری اور تجارت کو ترقی ہوتی ہے پیداوار اور سرمائے کا ارتکاز اسی قدر تیزی سے بڑھتا جاتا ہے اور یہ چیز اجارہ‌داری کو جنم دیتی ہے۔ اجارہ‌داریاں تو عالم‌وجود میں آ بھی چکی ہیں — اور ٹھیک آزاد مقابلہ کے بطن سے! اگر اب اجارہ‌داریوں نے ترقی کو سست کر دیا ہے تو یہ بات آزاد مقابلہ کی حمایت میں کوئی دلیل نہیں ہے، جو اب اجارہ‌داریوں کو وجود میں لانے کے بعد خود ناممکن ہو گیا ہے۔

کاؤتسکی کی دلیل کو دائیں بائیں، اوپر نیچے کسی طرف سے بھی دیکھئے اس میں رجعت پسندی اور بورژوا سدھارواد کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔

اگر ہم اس دلیل کو درست کر کے اسپکٹیٹر کی طرح یہ کہیں کہ برطانوی نوآبادیوں کی تجارت دوسرے ملکوں کے ساتھ جتنی تیزی سے ترقی کر رہی ہے اس کے مقابلے میں ان کی تجارت انگلستان کے ساتھ سست رفتاری سے ترقی کر رہی ہے، تب بھی کاؤتسکی کے لئے کوئی راہ‌فرار نہیں، کیونکہ برطانیہ کو جو چیز شکست دے رہی ہے وہ بھی تو اجارہ‌داری ہی ہے، وہ بھی تو سامراج ہی ہے۔ بس اتنی بات ہے کہ یہ دوسرے ملک (امریکہ، جرمنی) کی اجارہ‌داری اور سامراج ہے۔ سب جانتے ہیں کہ کارٹیلوں نے حفاظتی محصولوں کی ایک نئی اور مخصوص شکل کو جنم دیا ہے، یعنی ان کے ذریعے ان اشیا کی حفاظت کی جاتی ہے جو برآمد کے لئے موزوں ہیں (اینگلس نے ''سرمایہ،، کی جلد ۳ میں اس کا ذکر کیا ہے)۔ یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ کارٹیل اور مالیاتی سرمایہ کا ایک مخصوص نظام ہے یعنی ''نرخ گھٹا کر اشیا کی برآمد کرنا،، یا جیسا کہ انگریز کہتے ہیں exporting goods at cut-rate prices (''لاگت سے کم قیمت پر اشیا کی برآمد کرنا،، (dumping)) — اپنے ملک میں تو کارٹیل اونچی اونچی اجارہ‌دارانہ قیمتوں پر اشیا فروخت

کرتا ہے لیکن بدیس میں اس سے بہت نیچی قیمتوں پر بیچتا ہے تاکہ اپنے حریفوں کی جڑ کاٹے اور اپنی پیداوار کو زیادہ سے زیادہ توسیع دے وغیرہ وغیرہ۔ اگر برطانوی نوآبادیوں کے ساتھ جرمنی کی تجارت اس سے زیادہ تیزی سے ترقی کر رہی ہے جتنی تیزی سے خود برطانیہ کی تجارت ان کے ساتھ بڑھ رہی ہے تو اس سے فقط یہی ثابت ہوتا ہے کہ جرمن سامراج برطانوی سامراج سے زیادہ نو عمر، زیادہ مضبوط اور اس سے بہتر طور پر منظم ہے، اس سے بہتروبرتر ہے۔ لیکن اس سے آزاد مقابلہ کی ''فوقیت،، کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ لڑائی کوئی آزاد مقابلہ کے اور حفاظتی محصولات اور نوآبادیاتی محکومی کے درمیان تھوڑی ہی ہے، یہ تو دو حریف سامراجوں کے، دو اجارہداریوں کے، مالیاتی سرمائے کے دو گروھوں کے درمیان لڑائی ہے۔ جرمن سامراج کی برطانوی سامراج پر فوقیت نوآبادیاتی سرحدوں یا حفاظتی محصولات کی دیوار سے زیادہ مضبوط چیز ہے۔ اور اس کو آزاد تجارت اور ''پرامن جمہوریت،، کی حمایت میں ''دلیل،، کے طور پر استعمال کرنا بڑی عامیانہ بات ہے۔ یہ سامراج کی بنیادی خصوصیات کو بھلا بیٹھنے کے برابر ہے، یہ مارکسازم کی جگہ پیٹی بورژوا سدھارواد کو دے دینے کے برابر ہے۔

یہ دلچسپ بات ہے کہ بورژوا ماہرمعاشیات لانسبرگ تک، باوجود اس کے کہ اس کی سامراج کی تنقید کاؤتسکی کی تنقید ہی جتنی پیٹی بورژوا تنقید ہے، تجارت کے اعدادوشمار کے سائنسی مطالعے سے نسبتاً زیادہ قریب آ گیا ہے۔ اس نے فقط اٹکل پچو طریقے سے کسی ملک کو چن کر اس کا موازنہ یا صرف ایک نوآبادی کا موازنہ باقی سارے ملکوں سے نہیں کیا۔ اس نے ایک سامراجی ملک کی اس تمام برآمد کے سلسلے کی تجارت کا مطالعہ کیا جو یہ خاص سامراجی ملک ۱) ان ملکوں کے ساتھ کرتا ہے جو مالی لحاظ سے اس کے دستنگر ہیں اور اس سے روپیہ قرض لیتے ہیں اور پھر ۲) ان ملکوں کے ساتھ موازنہ کرتا ہے جو مالی لحاظ سے دست نگر نہیں۔ اس مطالعے کا نتیجہ مندرجہ ذیل ہے:

جرمنی کی برآمد
(لاکھ مارک)

		۱۸۸۹ء	۱۹۰۸ء	فی صدی اضافہ
ان ملکوں میں جو مالی لحاظ سے جرمنی کے دست‌نگر ھیں :	رومانیہ	۴۸۲	۷۰۸	۴۷ فی صدی
	پرتگال	۱۹۰	۳۲۸	۷۳ فی صدی
	ارجنٹائن	۶۰۷	۱۴۷۰	۱۴۳ فی صدی
	برازیل	۴۸۷	۸۴۵	۷۳ فی صدی
	چلی	۲۸۳	۵۲۴	۸۵ فی صدی
	ترکی	۲۹۹	۶۴۰	۱۱۴ فی صدی
	کل میزان	۲۳۴۸	۴۵۱۵	۹۲ فی صدی

		۱۸۸۹ء	۱۹۰۸ء	فی صدی اضافہ
ان ملکوں میں جو مالی لحاظ سے جرمنی کے دست‌نگر نہیں ھیں :	برطانیہ عظمی	۶۵۱۸	۹۹۷۴	۵۳ فی صدی
	فرانس	۲۱۰۲	۴۳۷۹	۱۰۸ فی صدی
	بلجیم	۱۳۷۲	۳۲۲۸	۱۳۵ فی صدی
	سوئٹزرلینڈ	۱۷۷۴	۴۰۱۱	۱۲۷ فی صدی
	آسٹریلیا	۲۱۲	۶۴۵	۲۰۵ فی صدی
	ڈچ ایسٹ انڈیز	۸۸	۴۰۷	۳۶۳ فی صدی
	کل میزان	۱۲۰۶۶	۲۲۶۴۴	۸۷ فی صدی

لانسبرگ نے اس سے نتیجے اخذ نہیں کئے۔ اسی لئے وہ یہ نہیں دیکھ سکا (اور یہ خاص تعجب‌خیز بات ھے) کہ اگر یہ اعداد کوئی بات ثابت کرتے ھیں تو یہ کہ وہ غلطی پر ھے، کیونکہ مالی اعتبار سے آزاد ملکوں کے مقابلے میں مالی لحاظ سے جرمنی کے دست‌نگر ملکوں کو جرمنی کی برآمد زیادہ تیزی سے بڑھی ھے، خواہ ذرا ھی زیادہ تیزی سے سہی (ھم نے لفظ ''اگر'' پر زور دیا ھے کیونکہ لانسبرگ کے اعداد قطعی مکمل نہیں ھیں)۔

برآمد اور قرضوں کے تعلق کی چھان‌بین کرتے ھوئے لانسبرگ لکھتا ھے :

"۱۸۹۱ء—۱۸۹۰ء میں ان جرمن بینکوں کے توسط سے رومانیہ کے لئے قرض جاری کیا گیا جو گذشتہ سالوں ھی میں اس قرض پر پیشگی رقم دے چکے تھے۔ یہ قرض زیادہ‌تر جرمنی میں ریلوں کا سامان خریدنے میں صرف کیا گیا۔ ۱۸۹۱ء میں رومانیہ کے لئے جرمنی کی برآمد پانچ کروڑ پچاس لاکھ مارک کے برابر تھی۔ اگلے سال وہ گھٹ کر ۳ کروڑ ۹۴ لاکھ مارک کے برابر ھو گئی اور ادلتے بدلتے رھنے کے بعد ۱۹۰۰ء تک گھٹ کر ۲ کروڑ ۵۴ لاکھ مارک کے برابر رہ گئی۔ صرف چند ھی برس پہلے دو نئے قرضوں کی بدولت یہ برآمد ۱۸۹۱ء کی سطح پر پہنچ سکی ھے۔

"۱۸۸۹ء—۱۸۸۸ء کے قرضوں کے بعد پرتگال کے لئے جرمن برآمد بڑھ کر ۲ کروڑ ۱۱ لاکھ مارک (۱۸۹۰ء میں) ھو گئی۔ پھر اگلے دو برس میں وہ گھٹ کر ایک کروڑ ۶۲ لاکھ اور ۴۷ لاکھ مارک رہ گئی اور صرف ۱۹۰۳ء میں اپنی پرانی سطح تک پہنچ سکی۔

"ارجنٹائن کے ساتھ جرمنی کی تجارت کے اعدادوشمار اور بھی زیادہ نمایاں ھیں۔ ۱۸۸۸ء اور ۱۸۹۰ء میں جاری کئے ھوئے قرضوں کے بعد ۱۸۸۹ء میں ارجنٹائن کے لئے جرمنی کی برآمد ۶ کروڑ ۷ لاکھ مارک ھو گئی۔ دو سال بعد وہ صرف ایک کروڑ ۸۶ لاکھ مارک رہ گئی یعنی پہلے سے ایک تہائی سے کم۔ اور کہیں ۱۹۰۱ء ھی تک جا کر وہ ۱۸۸۹ء کی سطح سے آگے نکل سکی اور اس وقت بھی فقط ان نئے قرضوں کی بدولت جو ریاست اور میونسپلٹیوں نے جاری کئے تھے، جن میں سے بجلی گھروں کی تعمیر کے لئے پیشگی رقم بھی دی گئی تھی اور اسی طرح قرضہ دینے کی دوسری شکلیں بھی اختیار کی گئی تھیں۔

"۱۸۸۹ء کے قرضے کی بدولت چلی کے لئے جرمنی کی برآمد (۱۸۹۲ء میں) ۴ کروڑ ۵۲ لاکھ مارک تک پہنچ گئی اور ایک سال بعد گھٹ کر ۲ کروڑ ۲۵ لاکھ مارک تک رہ گئی۔ ۱۹۰۶ء میں جرمن بینکوں نے چلی کے لئے ایک نیا قرضہ جاری کیا جس کے بعد ۱۹۰۷ء میں برآمد بڑھ کر ۸ کروڑ ۴۷ لاکھ مارک تک پہنچ

گئی لیکن ۱۹۰۸ء میں پھر گھٹ کر ۵ کروڑ ۲۴ لاکھ مارک رہ گئی۔،،*

لانسبرگ ان واقعات سے یہ دلچسپ پیٹی‌بورژوا اخلاقی نتیجہ نکالتا ہے کہ جب برآمد کا تعلق قرضوں سے ہو تو وہ کس قدر بے قاعدہ اور ناپائدار ہو جاتی ہے، ''فطری طور پر،، اور ''اتفاق‌وہم‌آہنگی کے ساتھ،، اپنے دیس کی صنعتوں کو فروغ دینے کے بجائے بدیس میں سرمایہ لگانا کس قدر بری بات ہے، کروپ کو بدیسی قرضے جاری کرنے میں جو لاکھوں کروڑوں مارک بخشش کے دینے ہوتے ہیں وہ کس قدر ''سہنگے،، پڑتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن حقائق بالکل صاف طور پر بتاتے ہیں کہ: برآمد میں اضافہ کا تعلق ٹھیک مالیاتی سرمائے کی پر فریب چالوں سے ہے جسے بورژوا اخلاقیات کی کوئی فکر نہیں ہے، اسے تو بس یہ فکر ہے کہ کسی نہ کسی طرح ڈبل ہاتھ مارے — وہ پہلے تو قرضے سے ہونے والے منافعوں کو ہتھیاتا ہے اور پھر اسی قرضے سے حاصل ہونے والے دوسرے منافعوں کو بھی ہڑپ کرتا ہے جسے قرض لینے والا کروپ سے چیزیں خریدنے یا فولاد کے سینڈیکیٹ سے ریلوں کا سامان خریدنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

ہم ایک دفعہ پھر دوہراتے ہیں کہ لانسبرگ کے اعدادوشمار کو ہم ہر گز مکمل نہیں سمجھتے، لیکن ہمیں اس لئے انہیں نقل کرنا پڑا کہ وہ کاؤتسکی اور اسپکٹیٹر کے اعداد و شمار سے زیادہ سائنسی ہیں اور لانسبرگ اس سوال کا مطالعہ کرنے کا صحیح راستہ دکھاتا ہے۔ برآمد وغیرہ کے سلسلے میں مالیاتی سرمائے کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ ہم برآمد کے تعلق کو خاص طور پر اور صرف سرمایہ لگانےوالوں کی چالوں کے ساتھ اور خاص طور پر اور صرف کارٹیلوں کے اشیا فروخت کرنے کے ساتھ نمایاں کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ محض نوآبادیوں کا غیر نوآبادیوں سے، ایک سامراج کا دوسرے سامراج سے، ایک نیم‌نوآبادی یا نوآبادی (مصر) کا باقی تمام ملکوں سے موازنہ

---

* «Die Bank», 1909, 2, S. 819 et seq.

کرنا تو اس سوال کے اصل جوہر کو دھندلانے اور اس کی طرف سے پہلوتہی کرنے کے برابر ہے۔

سامراج کی جو نظریاتی تنقید کاؤتسکی نے کی ہے اس میں اور مارکس‌ازم میں کوئی قدر مشترک نہیں ہے اور وہ موقع پرستوں اور سوشل شاونسٹوں سے صلح وآشتی اور اتحاد کے پروپیگنڈے کے لئے محض تمہید کا کام کرتی ہے چونکہ وہ سامراج کے بہت ہی عمیق اور بنیادی تضادوں کو دھندلاتی اور ان سے پہلو بچاتی ہے، مثلاً اجارہ‌داری اور آزاد مقابلہ کے درمیان تضاد جو اول‌الذکر کے پہلو بہ پہلو موجود رہتا ہے، مالیاتی سرمائے کے بےحد بڑے بڑے ''کاروباروں،، (operations) (اور بےحد اونچے اونچے منافعوں) کے اور کھلی منڈی میں ہونے والی ''ایمان‌دارانہ،، تجارت کے درمیان تضاد، کارٹیلوں اور ٹرسٹوں کے اور اس صنعت کے درمیان تضاد جو کارٹیلوں سے الگ ہے، وغیرہ وغیرہ۔

''سہا سامراج،، کا بلند بانگ نظریہ جو کاؤتسکی کی ایجاد ہے اسی قدر رجعت پسند ہے۔ اس موضوع پر کاؤتسکی کی ان دلیلوں کا جو اس نے ۱۹۱۵ء میں پیش کی تھیں ہوبسن کی ۱۹۰۲ء کی دلیلوں سے مقابلہ کیجئے:

کاؤتسکی لکھتا ہے ''...کیا موجودہ سامراجی پالیسی کی جگہ ایک نئی سہا سامراجی پالیسی نہیں لے سکتی جو قومی مالیاتی سرمایوں کی باھمی رقابتوں کے بجائے بین الاقوامی طور پر متحد مالیاتی سرمائے کی طرف سے دنیا کے مشترکہ استحصال کو رواج دےگی؟ سرمایہ‌داری کی اس نئی شکل کا کم‌سے کم تصور تو کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ قابل حصول بھی ہو سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ابھی ہمارے پاس کافی بنیاد نہیں ہے۔ ،،*

ہوبسن لکھتا ہے ''عیسائیت کو، جو چند عظیم وفاقی سلطنتوں میں قائم ہے جن میں سے ہر ایک کے پاس غیر مہذب نوآبادیوں اور محکوم ملکوں کی ایک قطار موجود ہے، بہت سے لوگ موجودہ رجحانات کا بجا، جائز اور ایسا ارتقا سمجھتے ہیں جو ایک مستحکم

* «Neue Zeit», April 30, 1915, S. 144.

بین سامراجی بنیاد پر قائم مستقل امن کی سب سے زیادہ امید دلا سکتا ہے۔ ،،

کاؤتسکی نے اسی چیز کو مہاسامراج (الٹرا امپریلزم) یا مہان سامراج (سوپر امپریلزم) کا نام دے دیا جسے تیرہ برس پہلے ہوبسن نے انترسامراج یا بین سامراج کہا تھا۔ ایک نیا اور چلتا ہوا لفظ ایجاد کرنے، ایک لاطینی لفظ کی جگہ دوسرا لاطینی لفظ استعمال کرنے کے علاوہ کاؤتسکی نے ''سائنسی،، فکر کے میدان میں جو ترقی کی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اسی چیز کو مارکس‌ازم کے نام سے پیش کر دیا جسے ہوبسن نے اصل میں انگریز پادریوں کی ریاکاری کی حیثیت سے دکھایا ہے۔ انگریزوں اور بوئروں کی جنگ (۱۹) کے بعد اس بے انتہا معززومحترم پادری‌شاہی کے لئے یہ بالکل قدرتی بات تھی کہ وہ انگلستان کے متوسط طبقے اور مزدوروں کے آنسو پونچھنے کی جان توڑ کوشش کرے، جن کے بہت سے عزیز، رشتےدار جنوبی افریقہ کے میدان‌جنگ میں مارے گئے تھے اور جنہیں اس لئے اور زیادہ بھاری ٹیکس ادا کرنے پڑتے تھے تاکہ برطانوی سرمایہ اگانے والے اور بھی زیادہ اونچے منافعے کھرے کر سکیں۔ آنسو پونچھنے کے لئے اس نظرئے سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے کہ سامراج کچھ ایسا برا نہیں ہے اور یہ کہ سامراج انتر (یا مہا) سامراج کے قریب ہی ہے جو مستقل امن کی ضمانت کر سکتا ہے؟ انگریز پادریوں یا شیریں زبان کاؤتسکی کے نیک ارادے خواہ کچھ ہی ہوں، بہر حال اگر کاؤتسکی کے ''نظرئے،، کی کوئی خارجی یعنی حقیقی سماجی معنویت ہو سکتی ہے تو فقط یہ کہ وہ مستقبل کے تخیلی ''مہا سامراج،، کے سبز باغ دکھا کر جنتا کا دھیان موجودہ زمانے کے تندوتیز مسائل اور شدید اختلافات سے ہٹا دے اور اس طرح اس کے دل میں سرمایہ‌داری کے تحت ایک مستقل امن کے جھوٹے امکان کی آس جگا کر انتہائی رجعت‌پسند طریقوں سے اس کی تسلی تشفی کرتا رہے۔ جنتا کی آنکھوں میں دھول جھونکنا — بس یہ ہے لے دے کر کاؤتسکی کے ''مارکس‌وادی،، نظرئے کی حقیقت۔

5*

واقعه تو یه ھے کہ جانے بوجھے اور مانے ہوئے حقائق سے مقابلہ کرنا ھی اس بات کا قائل ہونے کے لئے کافی ھے کہ کاؤتسکی جرمن مزدوروں (اور سبھی ملکوں کے مزدوروں) کو جو سبز باغ دکھانے کی کوشش کرتا ھے وہ سر سے پاؤں تک جھوٹ اور فریب ھے۔ آئیے ہم ہندوستان، چین اور ہند چین کو لے لیں۔ سبھی جانتے ھیں کہ یہ تین نوآبادیاں اور نیم نوآبادیاں، جن کی مجموعی آبادی ٦٠-٧٠ کروڑ ھے، کئی سامراجی ملکوں یعنی برطانیہ، فرانس، جاپان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ وغیرہ کے مالیاتی سرمایوں کی لوٹ اور استحصال کا شکار ھیں۔ آئیے ہم فرض کئے لیتے ھیں کہ یہ سامراجی ملک ان ایشیائی ریاستوں میں اپنے ’’حلقۂ اثر،،، اپنے مفاد اور اپنی مقبوضات کی توسیع یا حفاظت کی غرض سے ایک دوسرے کے خلاف گٹ بناتے ھیں، یہ گٹ ’’انترسامراجی،، یا ’’مہا سامراجی،، گٹ ہوں گے۔ ہم فرض کئے لیتے ھیں کہ ایشیا کے ان حصوں کا ’’پرامن،، بٹوارہ کرنے کے واسطے تمام سامراجی ممالک آپس میں گٹ بنائیں گے، تو اس صورت میں یہ گٹ ’’بین الاقوامی طور پر متحد مالیاتی سرمائے،، کا گٹ ہوگا۔ بیسویں صدی کی تاریخ میں اس قسم کے گٹ کی واقعی مثالیں موجود ھیں — بڑی طاقتوں کا چین کی طرف رویہ اسی کی ایک مثال ھے (٢٠)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ھے کہ یہ فرض کرتے ہوئے کہ سرمایہ‌داری نظام جوں کا توں برقرار رھےگا (اور کاؤتسکی کا ٹھیک یہی مفروضہ ھے) کیا یہ چیز ’’قابل تصور،، ھے کہ ایسے گٹ صرف عارضی نہیں ہوں گے اور وہ ہر ممکن قسم کے جھگڑے، تصادم، آویزشوں اور سنگھرشوں کو نیست‌ونابود کر دیں گے؟

اس سوال کو صاف طور پر پیش کرنا ھی کافی ھے۔ پھر اس کا جواب نفی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مفاد، نوآبادیات اور حلقۂاثر کے بٹوارے کے لئے، سرمایہ‌داری کے تحت بٹوارہ کرنے والوں کی طاقت، یعنی ان کی عام معاشی، مالی اور فوجی طاقت وغیرہ کے اندازے کے علاوہ اور تمام بنیادیں ناقابل تصور ھیں۔ اور ان بٹوارہ کرنے والوں کی طاقت میں ایک ھی سی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ سرمایہ‌داری کے تحت مختلف کاروباروں، ٹرسٹوں،

صنعت کی شاخوں یا ملکوں کا یکساں ارتقا ناممکن ہے۔ نصف صدی قبل اس وقت کے انگلستان کے مقابلے میں جرمنی اپنی سرمایہ‌دار طاقت کے لحاظ سے بہت حقیر اور غیراہم ملک تھا اور روس کے مقابلے میں جاپان کی یہی حیثیت تھی۔ کیا یہ چیز ''قابل تصور،، ہے کہ دس یا بیس سال کی مدت میں سامراجی ملکوں کی نسبتی طاقت میں کوئی تبدیلی نہ ہو؟ یہ چیز قطعی ناقابل تصور ہے۔

لہذا ''انترسامراجی،، یا ''سہا سامراجی،، گٹھ خواہ کوئی بھی شکل اختیار کر لیں — ایک سامراجی اتحاد کے خلاف دوسرے سامراجی اتحاد کی شکل اختیار کریں یا تمام سامراجی طاقتوں کے ایک عام اتحاد کی شکل اختیار کریں — بہر حال اگر انہیں انگریز پادریوں یا جرمن ''مارکس‌وادی،، کاؤتسکی کی تنگ‌نظر اور عامیانہ خیالی اڑانوں کے بجائے سرمایہ‌داری نظام کے حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ناگزیر طور پر ان کی حیثیت دو جنگوں کی درمیانی مدت کی ''عارضی صلح،، سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ پر امن گٹھ جنگوں کے لئے زمین تیار کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ خود جنگ ہی کی پیداوار ہوتے ہیں۔ دونوں چیزیں ایک دوسرے پر اثر ڈالتی ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ ایک ہی بنیاد پر — یعنی عالمی سیاست اور عالمی معیشت میں سامراجی رابطوں اور رشتوں کی بنیاد پر — اس جدوجہد کی پرامن اور پرتشدد شکلیں باری باری سے ابھرتی رہتی ہیں۔ لیکن مزدوروں کی تالیف‌قلوب کرنے اور سوشل شاونسٹوں سے، جو غداری کر کے بورژوازی سے مل گئے ہیں، ان کی صلح صفائی کرانے کی غرض سے دانش‌مند کاؤتسکی زنجیر کی ایک کڑی کو دوسری سے علیحدہ کر دیتا ہے، وہ چین میں ''امن‌واماں قائم کرنے،، کی خاطر (بوکسر بغاوت فرو کرنے کا واقعہ یاد کیجئے (۲۱)) تمام طاقتوں کے موجودہ پرامن (اور سہا سامراجی بلکہ سہا سہا سامراجی) گٹھ کو کل کی اس پرتشدد مخالفت اور تصادم سے بالکل الگ کر دیتا ہے جو پرسوں مثلاً ترکی کے بٹوارے کے لئے ایک اور ''پرامن،، عام گٹھ کے لئے زمین تیار کرے‌گی، وغیرہ وغیرہ۔ سامراجی امن اور سامراجی جنگ کے دوروں کے درمیان جو جیتا جاگتا رابطہ ہے اسے دکھانے کے بجائے کاؤتسکی مزدوروں کو بےجان نظری اور مجرد

چیزیں دیتا ہے تاکہ اس طرح ان کے بےجان لیڈروں سے ان کی صلح صفائی کرا دے۔

ایک امریکی مصنف هل اپنی تصنیف ''یورپ کے بین الاقوامی ارتقا کی ڈپلومیسی کی تاریخ،، کے دیباچے میں پچھلے کچھ عرصے کی ڈپلومیسی کی تاریخ کے مندرجہ ذیل تین ادوار کا ذکر کرتا ہے: ۱) انقلاب کا دور، ۲) آئینی تحریک اور ۳) ''تجارتی سامراج،،* کا موجودہ دور۔ ایک اور مصنف ۱۸۷۰ء سے اب تک برطانیہ کی ''عالمی پالیسی،، کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کرتا ہے: ۱) پہلا ایشیائی دور (وسط ایشیا میں روس کے هندوستان کی جانب بڑھنے کے خلاف جدوجہد کا دور)، ۲) افریقی دور (تقریباً ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۲ء تک) — افریقه کے بٹوارے کے لئے فرانس کے خلاف جدوجہد کا دور (۱۸۹۸ء کا ''واقعۂفاشودا،، (۲۲) جس کی وجه سے فرانس کے ساتھ بس جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی)، ۳) دوسرا ایشیائی دور (روس کے خلاف جاپان کے ساتھ معاهده)، اور ۴) ''یورپی دور،، جو خاص طور پر جرمنی کی مخالفت کا دور ہے۔ ** ''هراول دستوں کی سیاسی جھڑپیں مالیات کے میدان میں هوتی هیں،، — یه بات ۱۹۰۵ء میں بینکر ریسر نے یه دکھانے کے سلسلے میں لکھی تھی که فرانسیسی مالیاتی سرمایه جو اٹلی میں مصروفِعمل تھا کس طرح ان دونوں ملکوں کے درمیان سیاسی گٹ کے لئے زمین ہموار کر رہا تھا اور کس طرح جرمنی اور برطانیه میں ایران کی وجه سے اور تمام یورپی سرمایوں میں چینی قرضوں کے باعث مخالفت اور آویزش ابھرنے لگی تھی، وغیره وغیره۔ سو یه ہے عام سامراجی آویزشوں کے ساتھ اٹوٹ بندھنوں میں بندھی ہوئی پرامن ''سہا سامراجی،، گٹوں کی جیتی جاگتی حقیقت۔

کاؤتسکی نے سامراج کے عمیق ترین تضادوں کو دھندلانے کی جو کوشش کی ہے اور جو لازمی طور پر سامراج کے چہرے پر

---

* David Jayne Hill. «A History of the Diplomacy in the International Development of Europe», Vol. 1, p. X.

** Schilder، متذکره کتاب، صفحه ۱۷۸ ۔

ملمع کاری کا کام کرتی ہے دراصل اس کی اس تنقید پر بھی اپنے نشانات چھوڑ دیتی ہے جو اس مصنف نے سامراج کی سیاسی خصوصیات پر کی ہے۔ سامراج مالیاتی سرمایہ اور اجارہ‌داریوں کا دور ہے جو آزادی کی سعی و جستجو کے بجائے ہر طرف غلبے اور تسلط کی سعی و جستجو کو رواج دیتی ہیں۔ ان رجحانات کا نتیجہ ہے ہر قسم کے سیاسی نظام کے تحت سو فی‌صدی رجعت پسندی اور علاوہ اور میدانوں کے اس میدان میں بھی مخالفتوں اور آویزشوں کی شدت میں اضافہ۔ قومی ظلم‌وجبر اور بزور علاقائی الحاق کی خواہش اور کوشش، یعنی قومی خود مختاری پر دست درازی (کیونکہ بزور علاقائی الحاق قوموں کے حق خود اختیاری پر دست درازی کے علاوہ اور ہے کیا) -- یہ دونوں چیزیں خاص طور پر تند اور شدید ہو جاتی ہیں۔ ہیلفرڈنگ نے سامراج اور شدت پکڑتے ہوئے قومی ظلم‌وجبر کے باہمی تعلق کی طرف جو اشارہ کیا ہے وہ بجا اور ٹھیک ہی ہے۔ وہ لکھتا ہے ''نئے نئے دریافت ہونے والے ملکوں میں سرمائے کی درآمد مخالفتوں اور آویزشوں پر دھار رکھ دیتی ہے اور ان قوموں کے دل میں جن میں قومی شعور بیدار ہو رہا ہے، دخل اندازوں کے خلاف مدافعت کا جذبہ ابھار دیتی ہے جو مسلسل بڑھتا ہی جاتا ہے۔ اور یہ مدافعت آسانی سے بدیسی سرمائے کے خلاف خطرناک اقدام کی صورت اختیار کر سکتی ہے۔ پرانے سماجی رشتوں میں مکمل انقلاب آ جاتا ہے۔ ''تاریخ سے محروم قوموں،، کی قرنوں پرانی زرعی کنارہ کشی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور یہ قومیں سرمایہ‌دارانہ بھنور میں کھنچ آتی ہیں۔ سرمایہ‌داری خود ہی رفتہ رفتہ محکوم قوموں کو آزادی کے ذریعے اور وسیلے مہیا کر دیتی ہے۔ اور آخر الذکر اس منزل کی طرف گام‌زن ہو جاتی ہیں جو ایک زمانے میں یورپی قوموں کو بلند ترین منزل معلوم ہوتی تھی -- یعنی معاشی اور تہذیبی آزادی کے حصول کے لئے متحدہ قومی ریاست کی تشکیل۔ خود مختاری کی یہ تحریک یورپی سرمائے کے لئے اس کے سب سے بیش قیمت اور چمکدار امکانات رکھنے‌والے استحصال کے میدانوں میں خطرناک ہے اور یورپی سرمایہ صرف اسی

صورت میں اپنا غلبہ اور تسلط قائم رکھ سکتا ہے کہ وہ مسلسل اپنی فوجی طاقت بڑھاتا رہے۔ ،،*

اس میں اتنی بات کا اضافہ اور کرنا چاہئیے کہ صرف نئے نئے دریافت ہونے والے ملکوں ہی میں نہیں بلکہ پرانے ملکوں میں بھی سامراج بزور علاقائی الحاق، قومی ظلم‌وجبر کی افزائش اور اسی لئے ساتھ ساتھ روزافزوں مدافعت کا باعث بنتا ہے۔ سامراج کی سیاسی رجعت پسندی کو زیادہ تند اور شدید کرنے پر تو کاؤتسکی نے اعتراض کیا ہے لیکن وہ ایک ایسے سوال کو اندھیرے ہی میں چھوڑ دیتا ہے جو اس وقت خاص طور پر اہم اور ضروری ہو گیا ہے — یعنی سامراج کے دور میں موقع پرستوں کے ساتھ اتحاد ناممکن ہونے کا سوال۔ کاؤتسکی بزورعلاقائی الحاق پر اعتراض تو ضرور کرتا ہے لیکن وہ اپنے اعتراضات کو ایسی شکل میں پیش کرتا ہے جو موقع پرستوں کے لئے زیادہ سے زیادہ قابل قبول اور کم سے کم دل شکن ہو ۔ وہ جرمنوں سے مخاطب ہوتا ہے لیکن سب سے زیادہ گرماگرم اور اہم نکتے کو دھندلا دیتا ہے — مثال کے طور پر الزاس لارین کے بزور الحاق کو جو جرمنی نے کیا ہے۔ کاؤتسکی کے اس ''ذہنی انحراف،، (mental abberation) کے بارے میں ٹھیک ٹھیک رائے قائم کرنے کے لئے ہم مندرجہ ذیل مثال لیتے ہیں۔ فرض کیجئیے کہ امریکیوں نے جزائر فلپائن کا جو بزور الحاق کیا ہے کوئی جاپانی اس کی مذمت کر رہا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بہت سے لوگوں کو یقین آ جائےگا کہ وہ اس بات کی مذمت اس لئے کر رہا ہے کہ اسے عام طور پر بزور علاقائی الحاق ہی سے اس قدر زبردست نفرت ہے اور اس لئے نہیں کہ وہ خود جزائر فلپائن کا بزورالحاق کرنے کا خواہش مند ہے؟ اور کیا ہم یہ اعتراف کرنے پر مجبور نہیں ہو جائیں‌گے کہ یہ جاپانی بزور علاقائی الحاق کے خلاف جو ''جدوجہد،، کر رہا ہے وہ صرف اسی صورت میں مخلصانہ اور سیاسی لحاظ سے دیانت‌دارانہ سمجھی جا سکتی ہے جبکہ جاپان نے کوریا کا جو بزور الحاق کیا ہے وہ اس کے خلاف

---

* ''مالیاتی سرمایہ،، صفحہ ۳۸۷۔

بھی جدوجہد کرے اور کوریا کی جاپان سے علیحدگی کی آزادی ملنے پر اصرار کرے؟

کاؤتسکی نے سامراج کا جو نظریاتی تجزیہ کیا ہے وہ اور اسی طرح اس کی سامراج کی سیاسی اور معاشی تنقید دونوں سر سے پاؤں تک سامراج کے بنیادی تضادوں کو دھندلانے اور ان پر پردہ ڈالنے کی اسپرٹ سے (جس میں اور مارکس‌ازم میں بعدمشرقین ہے) اور یورپی مزدور تحریک میں موقع پرستی کے ساتھ ایکتا کی ڈھیتی ہوئی عمارت کو ہر قیمت پر قائم رکھنے کی کوشش اور خواہش سے پر ہیں۔

۱۰۔ تاریخ میں سامراج کا مقام

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اپنے معاشی مافیہ میں سامراج اجارےدارانہ سرمایہ داری ہے۔ یہ بات بجائے خود تاریخ میں اس کے مقام کا تعین کرتی ہے کیونکہ جو اجارےداری آزاد مقابلے کی زمین سے اور ٹھیک آزاد مقابلے سے ابھرتی ہے وہ سرمایہ‌دار نظام سے ایک زیادہ بلند سماجی معاشی نظام تک عبور ہے۔ ہمیں چار خاص قسم کی اجارےداریوں یا اجارےدارانہ سرمایہ‌داری کے خاص مظاہر کی طرف گہری توجہ کرنی چاہئے جو اس دور کی خصوصیات ہیں جس کا جائزہ ہم لے رہے ہیں۔

اول، پیداوار کے ارتکاز کے ارتقا کی بہت ہی اونچی منزل سے اجارےداری کی نشوونما ہوئی۔ یہ تھے سرمایہ‌داروں کے اجارےدارانہ اتحاد، کارٹیل، سینڈیکیٹ اور ٹرسٹ۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ موجودہ معاشی زندگی میں وہ کتنا اہم رول رکھتے ہیں۔ ۲۰ ویں صدی کی ابتدا میں اجارےداریوں نے ترقی یافتہ ملکوں میں مکمل برتری حاصل کر لی تھی اور اگر کارٹیلوں کی تشکیل کے پہلے اقدامات ان ملکوں نے کئے جو اونچے محاصل کی حفاظت میں تھے (جرمنی، امریکہ) تو برطانیہ نے اپنے آزاد تجارت کے سسٹم کے ہوتے ہوئے اسی بنیادی واقعہ (پیداوار کے ارتکاز سے اجارےداری کا جنم) کا اظہار ذرا کچھ بعد کیا۔

دوسرے، اجارےداریوں نے خام اشیا‌ء کے انتہائی اهم وسائل پر قبضه جمانے کے عمل کو اور تیز کر دیا، خصوصاً سرمایه‌دار سماج میں بنیادی اور بہت زیاده کارٹیل شده صنعتوں کے لئے: کوئلے اور لوہے کی صنعتوں کے لئے۔ خام اشیا‌ء کے انتہائی اهم وسائل کی اجارے دارانه ملکیت نے بڑے سرمائے کی طاقت بہت بڑھا دی هے اور کارٹیل شده اور غیر کارٹیل شده صنعتوں کے درمیان مخاصمت اور بڑھا دی هے۔

تیسرے، اجارےداری بینکوں سے پیدا هوئی هے۔ بینک معمولی دلالوں کے کاروباروں سے بڑھکر مالیاتی سرمائے کے اجارےدار بن گئے هیں۔ هر ایک انتہائی ترقی یافته سرمایه‌دار قوم میں تین سے لیکر پانچ تک سب سے بڑے بینکوں نے صنعتی اور بینک کے سرمائے کے درمیان ''نجی تعلقات،، قائم کر لئے هیں اور اپنے هاتھوں میں اربوں کی رقم مرکوز کرلی هے جو سارے ملک کے سرمائے اور آمدنی کا زیاده بڑا حصه هے۔ مالیاتی اولیگارشی جو محتاجگی کے تعلقات کا گھنا جال موجوده بورژوا سماج کے تمام معاشی اور سیاسی اداروں پر بلا استثنا پھینکتی هے — یہی اس اجارےداری کا انتہائی نمایاں اظہار هے۔

چوتھے، اجارےداری نوآبادیاتی پالیسی کی پیداوار هے۔ نوآبادیاتی پالیسی کے کثیر تعداد ''پرانے،، اسباب میں، مالیاتی سرمائے نے خام اشیا کے وسائل، سرمائے کی برآمد، ''حلقه هائے اثر،، یعنی نفع‌بخش کاروباروں کے حلقوں، مراعات، اجارےدارانه منافع وغیره اور آخر میں عام طور پر معاشی علاقے کی جد و جہد کا اضافه کیا هے۔ مثال کے طور پر جب یورپی طاقتوں کی نوآبادیاں افریقه کے صرف ۱۰ فیصدی علاقے پر تھیں (جیسا که ۱۸۷۶ء میں تھا) تو نوآبادیاتی پالیسی غیراجارےدارانه طریقے سے ترقی کر سکتی تھی، یوں کہنا چاهئے که زمین پر ''آزادانه قبضے،، سے۔ لیکن جب ۹۰ فیصدی افریقه پر قبضه جما لیا گیا (۱۹۰۰ء تک)، جب ساری دنیا کو تقسیم کر لیا گیا تو لازمی طور پر نوآبادیوں کی اجاره‌دارانه ملکیت کا دور ابھرا اور اس کے نتیجے میں دنیا کی تقسیم اور دوباره تقسیم کی جد و جہد خاص طور سے تیز هو گئی۔

اجارےدارانہ سرمائےداری نے جس حد تک سرمایہ‌دار نظام کے تمام تضادوں کو تیز کر دیا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ ضروریات زندگی کی گرانی اور کارٹیلوں کے مظالم کو ہی دکھانا کافی ہوگا۔ تضادات میں یہ تیزی تاریخ کے اس عبوری دور کی سب سے زبردست محرک طاقت ہے جو عالمی مالیاتی سرمائے کی مختتم فتح کے وقت سے شروع ہوا ہے۔

اجارے داریوں، اولیگارشی، آزادی کے لئے نہیں بلکہ تسلط کے لئے کوشش اور خواهش، مٹھی بھر سب سے زیادہ امیر یا طاقتور قوموں کے ہاتھوں بڑھتی ہوئی تعداد میں چھوٹی یا کمزور قوموں کا استحصال — ان سب باتوں نے سامراج کی ان امتیازی خصوصیات کو جنم دیا ہے جو مجبور کرتی ہیں کہ سامراج کی کردار نگاری طفیلی یا انحطاط پذیر سرمایہ‌دار نظام سے کی جائے۔ سامراج کے ایک رجحان کی حیثیت سے ''منافع خور ریاست،،، سودخور ریاست کی تخلیق زیادہ سے زیادہ نمایاں ہوتی جا رہی ہے جس میں بورژوازی زیادہ سے زیادہ برآمدی سرمائے کی حاصلات سے اور ''چک کاٹ کر،، زندگی گذارتی ہے۔ یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ انحطاط کا یہ رجحان سرمایہ‌دار نظام کی تیز رفتار نمود کو خارج از بحث کر دیتا ہے۔ نہیں، سامراج کے دور میں صنعت کی بعض شاخیں، بورژوازی کے بعض پرت اور بعض ملک کم و بیش ان رجحانات میں سے کبھی ایک اور کبھی دوسرے کا اظہار کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر سرمایہ‌دار نظام پہلے سے کہیں زیادہ تیز رفتاری سے بڑھ رہا ہے لیکن یہ افزائش نہ صرف عام طور پر زیادہ سے زیادہ ناہموار ہوتی بلکہ اس کی ناہمواری کا اظہار خصوصاً ان ملکوں کے زوال میں ہوتا ہے جو سرمائے میں سب سے زیادہ دولت‌مند ہیں (برطانیہ)۔

جرمنی کی معاشی ترقی کی تیز رفتاری کے بارے میں بڑے جرمن بینکوں پر کتاب لکھنے والا ریسر لکھتا ہے: ''گذرے ہوئے دور (۱۸۴۸—۷۰ء) کی ترقی کا تعلق، جو بہت زیادہ سست نہ تھی، موجودہ دور میں (۱۸۷۰—۱۹۰۵ء) جرمنی کی ساری قومی معیشت اور خاص کر اس کے بینکوں کی ترقی کی تیز رفتاری سے ایسا ہی ہے جیسا کہ اچھے پرانے دنوں میں کسی ڈاک کی گھوڑا گاڑی کی

رفتار کا تعلق موجودہ زمانے کی تیز رفتار موٹر سے ہو جو اتنی تیزی سے سنسناتی ہوئی گذرتی ہے کہ اس کے راستے میں نہ صرف بےچارے پیدل چلنے والوں کی بلکہ موٹرکار میں بیٹھنے والوں کی بھی جان خطرے میں پڑ جاتی ہے۔،، اپنی طرف سے یہ غیر معمولی تیز رفتاری سے ترقی کرنےوالا مالیاتی سرمایہ محض اپنی اس تیز رفتار ترقی کی وجہ سے نوآبادیوں کی زیادہ ''پرسکون،، ملکیت کا خواہاں ہے جن کو وہ زیادہ امیر قوموں سے چھیننا چاہتا ہے اور صرف پرامن طریقوں سے ہی نہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پچھلی دہائیوں میں معاشی ترقی جرمنی سے زیادہ تیز رفتار رہی ہے اور ٹھیک اسی وجہ سے موجودہ امریکی سرمایہدار نظام کا مفت خور کردار خاص طور سے نمایاں ہوا ہے۔ دوسری طرف مان لیجئے ریپلکن امریکی بورژوازی کا شاہپرست جاپانی یا جرمن بورژوازی سے مقابلہ دکھاتا ہے کہ انتہائی نمایاں سیاسی امتیاز سامراج کے دور میں انتہائی درجے تک گھٹ جاتا ہے — اس لئے نہیں کہ وہ عام طور پر غیر اہم ہے بلکہ اس لئے کہ ان تمام صورتوں میں ہم ایسی بورژوازی کا ذکر کر رہے ہیں جو طفیلیت کا واضح کردار رکھتی ہے۔

صنعت کی بہت سی شاخوں میں سے کسی ایک کے، بہت سے ملکوں میں سے ایک کے سرمایہداروں کو اونچے اجارہدارانہ نفع کا حصول ان کے لئے معاشی طور پر یہ ممکن بناتا ہے کہ مزدوروں کے بعض پرتوں کو اور فی الوقت ان کی کافی اچھی اقلیت کو خرید لیں اور کسی صنعت یا ملک کی بورژوازی کی طرف باقی دوسروں کے خلاف ان کو کھینچیں۔ سامراجی قوموں کے درمیان دنیا کی تقسیم کے لئے مخاصمت اس خواہش کو اور تیزی سے بڑھاتی ہے۔ اس طرح سامراج اور موقع پرستی کے درمیان رابطہ پیدا ہوتا ہے جس کا اظہار سب سے پہلے اور سب سے صاف برطانیہ میں اس وجہ سے ہوا کہ ارتقا کے بعض سامراجی خط و خال کا مشاہدہ دوسرے ملکوں سے بہت پہلے یہاں کیا گیا۔ بعض مصنف مثلاً ل۔ مارتوف سامراج اور مزدور طبقے کی تحریک میں موقع پرستی کے درمیان رابطے کے واقعے کو، جو آجکل کا بہت ہی نمایاں واقعہ ہے، ''سرکاری رجائیت پرستی،، کی (کاؤتسکی اور ہیوسمانس کی اسپرٹ میں) آڑ لیتے ہوئے

اس طرح کی دلیلوں سے رد کرنا چاہتے ہیں: سرمایہ‌دار نظام کے مخالفوں کا کاز مایوس کن ہوتا اگر آگے بڑھتے ہوئے سرمایہ‌دار نظام ہی کی وجہ سے موقع پرستی میں اضافہ ہوتا یا اگر سب سے زیادہ اجرت پانےوالے مزدور ہی موقع پرستی وغیرہ کی طرف جھک جاتے۔ ہمیں اس قسم کی ''رجائیت پرستی،، کے بارے میں کوئی دھوکا نہ ہونا چاہئے۔ یہ رجائیت پرستی سوقع پرستی سے متعلق ہے، یہ رجائیت پرستی وہ ہے جو موقع پرستی کو چھپانے کا کام کرتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ موقع پرستی کے ارتقا کی غیرمعمولی تیزی اور خاص گھناؤنا کردار اس کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ اس کی فتح پائدار ہوگی جیسے کہ کسی صحت‌مند جسم پر دکھتے ہوئے پھوڑے کا تیزی سے بڑھنا صرف اس کے زیادہ جلدی پھوٹنے اور اس طرح جسم کو سکون پہنچانے کا ہی سبب ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ خطرناک وہ لوگ ہیں جو یہ سمجھنا نہیں چاہتے کہ سامراج کے خلاف جد و جہد اگر موقع پرستی کے خلاف جد و جہد سے اٹوٹ طریقے سے بندھی نہیں ہے تو وہ محض خالی خولی جھوٹی بات ہے۔

اس کتاب میں جو کچھ سامراج کے معاشی مافیہ کے بارے میں کہا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمیں اس کو عبوری دور میں سرمایہ‌دار نظام کہنا چاہئے یا اس کو مرتا ہوا سرمایہ‌دار نظام کہنا زیادہ ٹھیک ہوگا۔ اس سلسلے میں یہ دیکھنا بہت سبق‌آموز ہوگا کہ بورژوا ماہرین معاشیات موجودہ سرمایہ‌دار نظام کے بارے میں بیان کرتے ہوئے اکثر ''آپسمیں الجھ جانا،، اور ''تنہائی کی غیرموجودگی،، وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ''اپنے عوامل اور ارتقا کے لحاظ سے،، بینک ''خالص نجی کاروباری ادارے نہیں ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ خالص نجی کاروبار کے قواعد کے دائرے سے نکلتے جا رہے ہیں،،۔ اور یہی ریسر جس کے الفاظ کا میں نے ابھی حوالہ دیا ہے پوری سنجیدگی کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ ''سماج‌کاری،، کے بارے میں مارکس‌وادیوں کی ''پیش گوئی صحیح نہیں ثابت ہوئی ہے!،،

پھر ''آپسمیں الجھ جانے،، کا مطلب کیا ھے؟ وہ صرف اس عمل کے انتہائی نمایاں خط و خال کا اظہار کرتا ھے جو ھماری آنکھوں کے سامنے ھو رھا ھے۔ یہ دکھاتا ھے کہ مشاھد الگ الگ درختوں کا شمار کرتا ھے لیکن جنگل کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ غلامانہ طور پر سطحی، ھنگامی اور گڈمڈ حالت کی نقل کرتا ھے۔ وہ ایسے مشاھد کو دکھاتا ھے جو خام مال کی افراط سے بےحد متاثر ھو گیا ھے اور اس کے معنی اور اھمیت کو سمجھنے سے قطعی قاصر ھے۔ حصوں کی ملکیت، نجی ملکیت کے مالکوں کے درمیان تعلقات ''اتفاقی طور پر گڈمڈ،، ھوتے ھیں۔ لیکن اس گڈمڈ کے تہہ میں، اس کی بنیاد میں پیداوار کے بدلتے ھوئے سماجی تعلقات ھیں۔ جب کوئی بڑا کاروبار بہت ھی وسیع صورت اختیار کر لیتا ھے اور کثیر معلومات کے ٹھیک حساب کتاب کی بنیاد پر منصوبے کے مطابق اس تمام ابتدائی خام اشیا کی دو تہائی یا تین چوتھائی سپلائی کا انتظام کرتا ھے جو کروڑوں لوگوں کے لئے ضروری ھے، جب یہ خام اشیا انتہائی باقاعدہ اور منظم طریقے سے پیداوار کے لئے مناسب جگہوں کو منتقل کی جانے لگتی ھیں جو کبھی ایک دوسرے سے سیکڑوں یا ھزاروں میل دور واقع ھوتی ھیں، جب واحد مرکز سامان کو تیار کرنے کی سلسلےوار منزلوں کی ھدایت متعدد قسم کی تیارشدہ مصنوعات تک دینے لگتا ھے، جب یہ تیارشدہ سامان واحد منصوبے کے مطابق کروڑوں اور اربوں صارفین (امریکہ اور جرمنی میں امریکی ''اسٹینڈرڈ آئیل کمپنی،، کا تیل فروخت کرنا) میں تقسیم کیا جاتا ھے، تب یہ بات صاف ھو جاتی ھے کہ پیداوار کی سماج‌کاری ھوئی ھے اور محض ''گڈمڈ،، نہیں، کہ نجی معاشی اور نجی ملکیت کے تعلقات ایک ایسا خول بناتے ھیں جس میں اس کا مواد نہیں سماتا ھے، ایسا خول جس کو لازمی طور پر سڑنا ھے اگر اس کے ھٹانے میں مصنوعی طور پر تاخیر کی گئی، ایسا خول جو کافی طویل عرصے تک سڑی ھوئی حالت میں رہ سکتا ھے (برے انجام کی صورت میں، اگر موقع پرست پھوڑے کے علاج نے طول پکڑا) لیکن وہ لازمی طور پر ھٹایا جائےگا۔

جرمن سامراج کا پرجوش مداح شولتسے گےویرنیتس کہتا ھے:

''اگر ایک بار جرمن بینکوں کا اعلی انتظام درجن بھر لوگوں کے ھاتھوں میں دے دیا گیا تو آج ان کی سرگرمی پبلک کی بھلائی کے لئے ریاست کے وزراء کی اکثریت کی سرگرمی سے زیادہ اھم ھو گئی،، (یہاں بینکروں، وزیروں، صنعت کے سیٹھوں اور مفت خور صاحبان جائداد کے ''گڈمڈ،، کو بالکل فراموش کر دیا گیا...)۔ ''اگر ھم ان رجحانات کے ارتقا کا تصور کریں جن کو ھم نے دیکھا ھے اور ان کے منطقی نتائج تک جائیں تو ھمیں یہ ملے گا: قوم کا نقد سرمایہ بینکوں میں متحد ھے، خود بینک کارٹیل میں متحد ھیں، قوم کا لگا ھوا سرمایہ کاغذات زر کی شکل میں ڈھلا ھوا ھے۔ تب سین سائمن کے یہ انتہائی ذھانت آمیز الفاظ عملی صورت اختیار کرلیں گے ''پیداوار میں موجودہ نراج کو، جو اس بات کی تصدیق کرتا ھے کہ معاشی تعلقات کسی یکساں قاعدے کے مطابق نہیں ترقی کر رھے ھیں، پیداوار میں تنظیم کو اپنی جگہ دینا چاھئے۔ پیداوار کی رھنمائی الگ الگ کارخانےدار نہیں کرینگے جو ایک دوسرے کے پابند نہیں ھیں اور انسان کی معاشی ضروریات سے ناواقف ھیں۔ یہ کام ایک معینہ پبلک ادارہ کریگا۔ ایک مرکزی انتظامی کمیٹی جو سماجی معیشت کے وسیع میدان کا زیادہ بلند نقطۂ نظر سے جائزہ لے سکےگی اور اس کو اس طرح کنٹرول کریگی کہ یہ پورے سماج کے لئے مفید ھو، ذرائع پیداوار کو مناسب ھاتھوں میں دیگی اور سب سے زیادہ یہ دیکھےگی کہ پیداوار اور مانگ کے درمیان متواتر ھم‌آھنگی رھے۔ ایسے ادارے موجود ھیں جنھوں نے اپنے فرائض میں معاشی محنت کی ایک مخصوص تنظیم کو شامل کر لیا ھے۔ یہ ھیں بینک۔،، سین سائمن کے الفاظ کو عملی جامہ پہنانے سے ابھی ھم بہت دور ھیں، لیکن ھم اس کو عملی جامہ پہنانے کے راستے کی طرف یعنی مارکس‌ازم کی طرف جا رھے ھیں جو اس سے مختلف ھے جس کا مارکس نے خود تصور کیا تھا لیکن وہ صرف صورت میں مختلف ھے۔،،*

«Grundriß der Sozialökonomik», S. 146. *

واقعی یه مارکس کی لاجواب ''تردید،، هے جو مارکس کے بالکل صحیح، سائنسی تجزئے سے ایک قدم پیچھے هٹ کر قیاس آرائی کی طرف جاتی هے، چاهے وہ ذهانت‌آمیز هی کیوں نہ هو لیکن بهرحال هے تو وہ سین‌سائمن کی قیاس‌آرائی هی۔

جنوری — جون ۱۹۱۶ء میں لکھا گیا۔

۱۹۱۷ء کے وسط میں پہلی بار پیٹروگراد کے اشاعت گھر ''ژیزن ای زنانیا،، (زندگی اور علم) نے الگ پمفلٹ میں شائع کیا

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۷، صفحات ۲۹۹ — ۳۸۵

■

مارکس ازم کا خاکہ اڑانا اور ''سامراجی معاشیات''

(اقتباس)

■

(۳) معاشی تجزیہ کیا ہے؟

خودارادیت کے مخالفین کے بحث مباحثہ کا مرکز یہ ہے کہ عام طور پر سرمایہ دار نظام یا سامراج میں یہ ''ناقابل حصول،، ہے۔ ''ناقابل حصول،، کے الفاظ کو اکثر نوع بنوع اور ایسے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے جن کا ٹھیک سے تعین نہیں کیا گیا ہے۔ اسی لئے ہم نے اپنے مقالوں میں اس کا مطالعہ کیا جس کی ضرورت نظریاتی بحث میں ہے یعنی اس کی وضاحت کہ کس معنی میں ''ناقابل حصول،، کے بارے میں کہا جاتا ہے؟ اس سوال کو پیش کرنے تک محدود نہ رہتے ہوئے ہم نے وضاحت کی کوشش کی۔ تمام جمہوری مطالبات سامراج میں ''ناقابل حصول،، ہیں اس معنی میں کہ وہ بغیر متعدد انقلابوں کے سیاسی طور پر مشکل حصول یا ناقابل حصول ہیں۔

معاشی طور پر ناممکن ہونے کے معنی میں خودارادیت کے ناقابل حصول ہونے کا ذکر کرنا بنیادی غلطی ہوگی۔

یہی ہماری بحث تھی۔ یہ ہمارے نظریاتی اختلافات کا مرکز ہے اور اس سوال پر ہمارے مخالفین کو کسی سنجیدہ بحث میں پوری توجہ کرنی چاہئے تھی۔

لیکن دیکھئے کیئفسکی اس سوال پر کیسے بحث کرتا ہے۔

ناقابل حصول کو وہ سیاسی وجوہ سے ''مشکل حصول،، کے معنی میں قطعی طور پر مسترد کر دیتا ہے۔ وہ اس سوال کا جواب براہ راست معاشی طور پر ناممکن ہونے کے معنی میں دیتا ہے۔

وہ لکھتا ہے ''کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ سامراج میں خودارادیت اسی طرح ناقابل حصول ہے جیسے زرمحنت* اشیائے تجارت کی پیداوار میں؟،، اور کیئفسکی جواب دیتا ہے ''ہاں، اس کا یہی مطلب ہے! کیونکہ ہم دو سماجی مدارج یعنی ''سامراج،، اور ''قوموں کی خودارادیت،، کے درمیان منطقی تضاد کا ذکر کر رہے ہیں، اسی طرح کا تضاد دوسرے دو مدارج یعنی زرمحنت اور اشیائے تجارت کی پیداوار کے درمیان بھی ہے۔ سامراج نفی ہے خودارادیت کا اور کوئی جادوگر بھی خودارادیت اور سامراج کو یکجا نہیں کر سکتا۔،،

یہ خفگی‌آمیز لفظ ''جادوگر،، جو کیئفسکی ہم پر مارتا ہے چاہے جتنا ہولناک کیوں نہ ہو، پھر بھی ہمیں کیئفسکی کی توجہ اس کی طرف دلانا چاہئے کہ وہ معاشی تجزئے کے معنی بالکل نہیں سمجھتا۔ نہ تو معاشی اور نہ سیاسی تجزئے میں کوئی ''منطقی تضاد،، ہونا چاہئے، بشرطیکہ درحقیقت صحیح منطقی غوروفکر ہو۔ اس لئے عام طور پر ''منطقی تضاد،، کا حوالہ دینا، جبکہ ذکر معاشی تجزئے کا ہے نہ کہ سیاسی کا، بالکل بےجا ہے۔ ''سماجی مدارج،، کا تعلق معاشی اور سیاسی مظاہر دونوں سے ہے۔ نتیجے میں

---

*زرمحنت (labour money) (کاغذ کے وہ نوٹ جو اس وقت کا اظہار کرتے تھے جو مزدور کسی چیز کے بنانے میں صرف کرتا تھا) رائج کرنے کی تجویز سوشلسٹ یوتوپیائی اور پیٹی بورژوا اصلاح پسند اووین، گرے، پرودھون وغیرہ نے کی۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مزدوروں کی ساری ادائیگی کے لئے اور کوآپریٹیو دوکانوں سے مزدوروں کی خریداری کے لئے مذکورہ بالا کاغذی نوٹ استعمال کئے جائیں گے تو مزدوروں کی غربت اور خراب حالی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سرمایہ‌دارانہ پیداواری تعلقات کو برقرار رکھ کر سماج کو ''بہتر،، بنانے کی اسی قسم کی دوسری تجویزوں کی طرح ''زرمحنت،، کی تجویز کو بھی عملی جامہ نہیں پہنایا گیا اور نہ پہنایا جا سکتا تھا۔

کیٹفسکی پہلے قطعی اور دو ٹوک یہ جواب دیکر کہ ''ہاں، اس کا یہی مطلب ہے،، (یعنی خودارادیت اس طرح ناقابل حصول ہے جس طرح زرمحنت اشیائے تجارت کی پیداوار میں) معاملے سے کترا جاتا ہے اور معاشی تجزیہ نہیں پیش کرتا ہے۔

یہ کیسے ثابت کیا جائے کہ زرمحنت اشیائے تجارت کی پیداوار میں ناقابل حصول ہے؟ معاشی تجزئے سے۔ اور یہ تجزیہ بھی، ہر تجزئے کی طرح ''منطقی تضاد،، کی اجازت نہیں دیتا، معاشی اور صرف معاشی مدارج کو لیتا ہے (اور عام طور پر ''سماجی مدارج،، کو نہیں) اور ان سے زرمحنت کے ناقابل حصول ہونے کا نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ ''سرمایہ،، کے پہلے باب میں سیاست یا سیاسی شکلوں یا ''سماجی مدارج،، کے بارے میں بالکل کوئی ذکر ہی نہیں ہے: تجزئے میں صرف معاشی مظہر، اشیائے تجارت کے تبادلے اور اس کے ارتقا کو لیا گیا ہے۔ معاشی تجزیہ (واقعی ''منطقی،، بحث کے ذریعہ) دکھاتا ہے کہ زرمحنت اشیائے تجارت کی پیداوار میں ناقابل حصول ہے۔

کیٹفسکی معاشی تجزئے کی کوشش کے قریب تک نہیں پھٹکتا! وہ سامراج کے معاشی مافیہ کو اس کے سیاسی رجحانات سے گڈمڈ کر دیتا ہے جیسا کہ اس کے مضمون کے پہلے پیراگراف کے پہلے ہی جملے سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ رہا وہ جملہ:

> ''صنعتی سرمایہ مرکب ہے سرمایہ‌داری سے پہلے‌والی پیداوار اور تاجروں اور سودخوروں کے سرمائے کا۔ سودخور سرمایہ صنعتی سرمائے کا خدمت‌گذار بن گیا۔ اب سرمایہ‌داری مختلف قسم کے سرمائے پر قابو پا لیتی ہے اور اس کی اعلی‌ترین اور مجتمع قسم مالیاتی سرمائے کی حیثیت سے نمودار ہوتی ہے اور اسی لئے پورے دور کو مالیاتی سرمائے کا دور کہا جا سکتا ہے جس کی خارجہ پالیسی کے سسٹم سے مطابقت رکھنے‌والا سامراج ہے۔،،

معاشی لحاظ سے یہ تعریف کبھی بھی موزوں نہیں ہوتی۔ ٹھیک معاشی مدارج کے بجائے صرف لفاظی ملتی ہے۔ لیکن ابھی

اس کی وضاحت کرنا ممکن نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ کیئفسکی سامراج کو ''خارجہ پالیسی کا سسٹم،، کہتا ہے۔

اول، یہ حقیقت میں کاؤتسکی کے غلط خیال کا اعادہ ہے۔

دوسرے، سامراج کی یہ تعریف خالص سیاسی اور محض سیاسی ہے۔ سامراج کی تعریف ''پالیسی کے سسٹم،، کی حیثیت سے کرکے کیئفسکی اس معاشی تجزئیے سے جس کا اس نے وعدہ کیا تھا یہ اعلان کرکے کترانا چاہتا ہے کہ خودارادیت ''اسی طرح،، ناقابل حصول ہے یعنی سامراج میں معاشی لحاظ سے ناقابل حصول ہے جیسے زرسحنت اشیائے تجارت کی پیداوار میں!*

بائیں بازووالوں سے بحث میں کاؤتسکی نے اعلان کیا تھا کہ سامراج ''صرف خارجہ پالیسی کا سسٹم،، (یعنی مقبوضات میں اضافہ کرنا) ہے، کہ سامراج کو سرمایہ‌داری کی معینہ معاشی منزل، اس کے ارتقا کا زینہ نہیں کہا جا سکتا۔

کاؤتسکی کی بات صحیح نہیں ہے۔ درحقیقت الفاظ پر بحث کرنا سمجھداری کی بات نہیں ہے۔ سامراج کے ''لفظ،، کو اس یا اُس طرح استعمال کرنے کی ممانعت ممکن نہیں ہے۔ لیکن اگر آپ بحث کرنا چاہتے ہیں تو مفہوم کی وضاحت کرنی پڑیگی۔

معاشی لحاظ سے سامراج (یا مالیاتی سرمائے کا ''دور،،، یہاں

---

* کیا کیئفسکی کو معلوم ہے کہ مارکس نے ان ''منطقی طریقوں،، کے بارے میں کتنے درشت الفاظ استعمال کئے ہیں؟ ان درشت الفاظ کو کیئفسکی کے لئے نہ استعمال کرتے ہوئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ مارکس نے ان کو ''دغابازانہ طریقے،، کہا ہے یعنی کسی نظرئے کی تعریف پیش کرنے میں بے اصولی کے ساتھ ٹھیک اس بات کو جڑ دینا جس کے بارے میں بحث ہو رہی ہے، ٹھیک اس بات کو جسے ابھی ثابت کرنا ہے۔

ہم یہ بات دہراتے ہیں کہ ہم مارکس کے درشت الفاظ کیئفسکی کے لئے نہیں استعمال کر رہے ہیں۔ ہم صرف اس کی غلطی کے سرچشمے کا انکشاف کر رہے ہیں۔ (مسودے میں اس حصے کو کاٹ دیا گیا ہے۔ ایڈیٹر)

لفظ چاہے جو بھی ہو) سرمایہ‌داری کے ارتقا کا اعلی درجہ ہے، ٹھیک ایسا جبکہ پیداوار اتنی زیادہ ہو گئی کہ آزاد مقابلے کی جگہ اجارے‌داری لے رہی ہے۔ یہ ہے سامراج کا معاشی مافیہ۔ اجارے داری نمودار ہوتی ہے ٹرسٹوں اور سینڈیکیٹوں وغیرہ میں، زبردست بینکوں کے قادر مطلق ہونے میں، خام اشیاء کے وسائل کو خریدنے میں اور بینکوں کے سرمائے کے ارتکاز وغیرہ میں۔ معاشی اجارے داری یہ ہے سارا نچوڑ۔

اس نئی معیشت، اجارے‌دارانہ سرمایہ‌داری (سامراج اجارے‌دارانہ سرمایہ‌داری ہے) کا سیاسی بالائی ڈھانچہ موڑ ہے جمہوریت سے سیاسی رجعت‌پرستی کی طرف۔ آزاد مقابلہ جمہوریت سے مطابقت رکھتا ہے۔ اجارے‌داری سیاسی رجعت‌پرستی سے مطابقت رکھتی ہے۔ ''مالیاتی سرمایہ مسلط ہونے کی کوشش کرتا ہے، آزادی کی نہیں،، ر۔ ہیلفرڈنگ نے بجا طور پر اپنی کتاب ''مالیاتی سرمایہ،، میں کہا ہے۔

''خارجہ پالیسی،، کو عام پالیسی سے الگ کر دینا یا مزید برآں، خارجہ پالیسی کو داخلہ پالیسی کے مدمقابل رکھنا بنیادی طور پر غلط، غیرمارکسی اور غیرسائنسی خیال ہے۔ خارجہ پالیسی اور داخلہ پالیسی دونوں میں، یکساں، سامراج جمہوریت کی خلاف‌ورزی کی طرف، رجعت‌پرستی کی طرف جاتا ہے۔ اس معنی میں یہ مسلمہ ہے کہ سامراج ''نفی،، ہے نہ صرف جمہوریت کے ایک مطالبے یعنی قوموں کی خودارادیت کا بلکہ عام طور پر جمہوریت کا، ساری جمہوریت کا۔

جمہوریت کی ''نفی،، ہوتے ہوئے، سامراج اسی طرح سے قومی سوال میں بھی جمہوریت (یعنی قوموں کی خودارادیت) کی ''نفی،، ہے یعنی ''اسی طرح،، وہ اس کی خلاف‌ورزی کرنا چاہتا ہے اور اس کا حصول سامراج میں اتناھی اور اسی معنی میں زیادہ مشکل ہے جتنا کہ سامراج میں (بمقابلہ اجارے‌داری سے قبل کی سرمایہ‌داری کے) ریپلک، ملیشیا اور افسروں کا عوامی انتخاب وغیرہ۔ جمہوریت کے ''معاشی،، لحاظ سے ناقابل حصول ہونے کی بات ھی نہیں کی جاسکتی۔

کیٹفسکی کو غالباً اس واقعہ نے گمراہ کیا (معاشی تجزئے کے تقاضوں کو عام طور پر نہ سمجھنے کے علاوہ) کہ مقبوضات میں اضافے کو (یعنی غیرملکی علاقوں پر وہاں کے لوگوں کی مرضی کے

6—258

خلاف قبضه کرنا یعنی خودارادیت کی خلاف ورزی کرنا) پیٹی بورژوا تنگ نقطۂ نظر سے مالیاتی سرمائے کے ایک زیادہ بڑے علاقے میں ''پھیلاؤ،، (توسیع) کے هم معنی سمجھا جاتا هے۔

لیکن نظریاتی مسائل پر تنگ نظری سے نه سوچنا چاهئے۔

سامراج معاشی لحاظ سے اجارے دارانه سرمایه‌داری هے۔ اجارےداری کو بھرپور کرنے کے لئے، مقابلے کو نه صرف اندرونی منڈی سے (معینه ملک کی منڈی سے) بلکه بیرونی منڈی سے، ساری دنیا سے صفایا کرنے کی ضرورت هے۔ کیا ''مالیاتی سرمائے کے دور،، میں اس کا معاشی امکان هے که مقابلے کا صفایا کسی غیر ملک تک میں کر دیا جائے؟ ضرور هے۔ یه مالیاتی محتاجی اور خام اشیاء کے وسائل کو اور پھر مقابله کرنےوالے کے سارے کارخانے خرید کر کیا جا سکتا هے۔

امریکی ٹرسٹ معاشی سامراج یا اجارے دارانه سرمایه‌داری کا اعلیٰ‌ترین مظهر هیں۔ اپنے مقابل کا صفایا کرنے میں یه ٹرسٹ معاشی ذرائع تک محدود نهیں رهتے بلکه متواتر سیاسی حتیٰ که مجرمانه طریقوں تک متجاوز کر جاتے هیں۔ لیکن یه خیال کرنا بهت‌بڑی غلطی هوگی که جد و جهد کے خالص معاشی طریقوں سے ٹرسٹوں کی اجارےداری ناقابل حصول هے۔ اس کے برعکس، حقیقت هر قدم پر اس کے ''حصول،، کو ثابت کرتی هے: ٹرسٹ بینکوں کے ذریعه اپنے حریفوں کو قرضے نهیں ملنے دیتے (ٹرسٹ کے مالک بینکوں کے مالک بن جاتے هیں، حصے خرید کر)، یه ٹرسٹ مقابله کرنےوالوں کو خام اشیاء کی سپلائی نهیں هونے دیتے (ٹرسٹ کے مالک ریلوے لائنوں کے مالک بن جاتے هیں، حصے خرید کر) کچھ وقت کے لئے ٹرسٹ لاگت سے کم قیمت پر سامان فروخت کرتے هیں اور اس پر کروڑوں کی رقمیں خرچ کر دیتے هیں تاکه مقابله کرنےوالا تباه هوجائے اور وه اس کے کارخانے اور خام اشیاء کے ذرائع (کانیں اور زمین وغیره) خرید لیں۔

یه رها ٹرسٹوں کی طاقت اور ان کی توسیع کا خالص معاشی تجزیه۔ یه رها توسیع کا خالص معاشی راسته: کارخانوں، اداروں اور خام اشیاء کے وسائل کی خریداری۔

ایک ملک کا بڑا مالیاتی سرمایہ کسی دوسرے، سیاسی لحاظ سے خودمختار ملک میں بھی مقابلہ کرنے والوں کو ہمیشہ خرید سکتا ہے اور ہمیشہ ایسا کرتا ہے۔ معاشی لحاظ سے یہ پوری طرح قابل حصول ہے۔ معاشی ''مقبوضے،، میں بلاسیاسی مقبوضے کے اضافہ پوری طرح ''قابل حصول'' ہے اور برابر دیکھا جاتا ہے۔ سامراج کے بارے میں لٹریچر میں آپ کو ہر قدم پر، مثال کے لئے، ایسے بیانات ملیں گے کہ ارجنٹائن حقیقت میں برطانیہ کی ''تجارتی نوآبادی،، ہے، کہ پرتگال حقیقت میں برطانیہ کا ''حلقہ بگوش،، ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سچ ہے۔ برطانیہ کے بینکوں کا معاشی لحاظ سے محتاج ہونا، برطانیہ کا قرضدار ہونا، برطانیہ کا دیسی ریلوے لائنیں، کانیں اور زمین وغیرہ خریدنا — یہ سب باتیں معاشی معنی میں ان ملکوں کو برطانیہ کا ''مقبوضہ،، بناتی ہیں، ان ملکوں کی سیاسی خودمختاری کی خلاف‌ورزی کئے بغیر۔

قوموں کی خودارادیت ان کی سیاسی خودمختاری کہلاتی ہے۔ سامراج اس کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ اگر سیاسی قبضہ‌گیری ہو تو معاشی قبضہ‌گیری زیادہ آسان، کم خرچ (افسروں کو خرید لینا، مراعات حاصل کرنا، نفع‌بخش قوانین وغیرہ رائج کرنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے)، زیادہ باسہولت اور زیادہ پرسکون ہو جاتی ہے — بالکل اسی طرح جیسے سامراج عام طور پر جمہوریت کی جگہ مٹھی بھر لوگوں کی حکومت (اولیگارشی) کو دینا چاہتا ہے۔ لیکن سامراج میں خود ارادیت کے معاشی لحاظ سے ''ناقابل حصول،، ہونے کے بارے میں بات کرنا محض حماقت ہے۔

کیئفسکی ایک بہت ہی آسان اور سطحی طریقے سے نظریاتی دشواری سے کترا جاتا ہے جو جرمن زبان میں burschikose لفاظی کہلاتا ہے یعنی طلبا کی وہ سادہ لوحانہ، درشت اور عامیانہ (لیکن فطری) باتیں جو طلبا کے پینے پلانے کے جلسوں میں سنی جاتی ہیں۔ یہ رہا ایک نمونہ:

وہ لکھتا ہے ''عام حق رائے دہی، آٹھ گھنٹے کا کام کا دن اور حتی کہ ریپبلک بھی سامراج کے ساتھ منطقی مطابقت

رکھتے ہیں حالانکہ سامراج کو وہ ایک آنکھ نہیں بھاتے(!!)
اور اسی لئے ان کا حصول انتہائی مشکل ہے۔،،

ہم کو اس burschikose بیان کے خلاف قطعی کوئی اعتراض نہ ہوتا کہ سامراج کو ریپبلک ''ایک آنکھ نہیں بھاتی،، (کبھی کبھی کوئی زندہ‌دلانہ لفظ سائنسی مواد کو خوشگوار بنا دیتا ہے!) اگر سنجیدہ مسائل کی بحث میں ان بیانوں کے علاوہ نظرئے کا معاشی اور سیاسی تجزیہ بھی ہوتا۔ کیئفسکی کے یہاں درشت الفاظ ایسے تجزئے کی جگہ لیتے ہیں اور اس کی غیرموجودگی پر پردہ ڈالتے ہیں۔

اس کے کیا معنی ہیں: ''سامراج کو ریپبک ایک آنکھ نہیں بھاتی،،؟ اور ایسا کیوں ہے؟

ریپبلک سرمایہ‌دار سماج کے سیاسی بالائی ڈھانچے کی ایک امکانی شکل ہے اور علاوہ بریں موجودہ حالات میں انتہائی جمہوری ہے۔ سامراج کو ریپبلک ''ایک آنکھ نہیں بھاتی،، یہ کہنے کے معنی یہ ہوئے کہ سامراج اور جمہوریت کے درمیان تضاد ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا یہ نتیجہ کیئفسکی کو ''ایک آنکھ نہ بھائے،، یا حتی‌کہ وہ اس کو ''بھانے سے دور،، رہے، پھر بھی یہ مسلمہ ہے۔

آگے چلتے ہوئے۔ سامراج اور جمہوریت کے درمیان اس تضاد کی نوعیت کیا ہے؟ یہ منطقی ہے یا غیرمنطقی؟ کیئفسکی ''منطقی،، کا لفظ بےسوچے سمجھے استعمال کرتا ہے اور اسی لئے اس کی توجہ اس طرف نہیں جاتی کہ یہ لفظ اس موقع پر ٹھیک اس سوال کو چھپانے میں (قارئین اور مصنف دونوں کی نگاہ اور عقل سے) اس کے کام آتا ہے جس کو اس نے بحث کے لئے لیا ہے! یہ سوال ہے معیشت کے سیاست سے تعلق کا، سامراج کے معاشی حالات اور معاشی مافیہ سے کسی ایک سیاسی شکل سے تعلق کا۔ یہ کہنا خالی خولی تکرارالفاظ ہے کہ ہر وہ ''تضاد،، جو آدمی کی بحث میں سامنے آتا ہے منطقی تضاد ہے۔ اس تکرارالفاظ کے ذریعہ کیئفسکی سوال کے مافیہ سے کتراتا ہے: کیا کوئی ''منطقی'' تضاد

ہے دو معاشی مظاہر یا دعوؤں کے درمیان (۱)؟ یا دو سیاسی (۲)؟ یا معاشی اور سیاسی مظاہر یا دعوؤں کے درمیان (۳)؟

اسی میں تو اس کا مافیہ ہے جب ہم کسی نہ کسی سیاسی شکل میں معاشی لحاظ سے قابل حصول یا ناقابل حصول ہونے کے مسئلے کو سامنے رکھتے ہیں۔

اگر کیئفسکی اس مافیہ سے نہ کترا گیا ہوتا تو غالباً اس نے یہ دیکھا ہوتا کہ سامراج اور رپبلک کے درمیان تضاد جدیدترین سرمایہ‌داری (یعنی اجارے‌دارانہ سرمایہ‌داری) کی معیشت اور عام طور پر سیاسی جمہوریت کے درمیان تضاد ہے۔ کیونکہ کیئفسکی کبھی یہ نہیں ثابت کر سکتا کہ کوئی بھی بڑا اور بنیادی جمہوری اقدام (عوام کے ذریعہ افسروں کا انتخاب، انجمنوں اور جلسوں کی مکمل آزادی وغیرہ) بمقابلہ رپبلک کے سامراج کے لئے کم متضاد ہے (یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کو زیادہ ''بھاتا ہے،،)۔

اب وہی دعوی رہ جاتا ہے جو ہم نے اپنے مقالوں میں اصرار کے ساتھ پیش کیا ہے: سامراج تضاد ہے، ''منطقی،، تضاد ہے، عام طور پر ساری سیاسی جمہوریت کا۔ کیئفسکی کو ہمارا یہ دعوی ''نہیں بھاتا،، کیونکہ وہ اس کی غیرمنطقی عمارت کو ڈھا دیتا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے؟ کیا واقعی اس سے اتفاق کیا جائے جب کہ بظاہر بعض دعوؤں کی تردید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور حقیقت میں ایسے بیان دے کر خفیہ طور پر ان کو آگے بڑھایا جاتا ہے کہ ''سامراج کو رپبلک ایک آنکھ نہیں بھاتی،،۔

مزید یہ ہے کہ سامراج کو رپبلک کیوں ایک آنکھ نہیں بھاتی؟ اور سامراج کیسے اپنی معیشت کو رپبلک کے ساتھ ''متحد،، کرتا ہے؟

کیئفسکی نے اس کے بارے میں نہیں سوچا۔ ہم اس کو اینگلس کے مندرجہ ذیل الفاظ یاد دلانا چاہتے ہیں۔ یہاں ذکر جمہوری رپبلک کا ہے۔ سوال اس طرح ہے: کیا اس شکل کی حکومت میں دولت کا راج ہو سکتا ہے؟ یعنی سوال ٹھیک معیشت اور سیاست کے درمیان ''تضاد،، کا ہے۔

اینگلس نے جواب دیا ''...جمہوری رپبلک سرکاری طور پر دولت

کے لحاظ سے امتیازات،، (شہریوں کے درمیان) ''کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ اسمیں دولت بالواسطہ اپنا اقتدار حاصل کرتی ھے لیکن زیادہ معتبر طور پر۔ ایک طرف افسروں کو براہ‌راست خریدنے کی شکل میں،، (امریکہ اس کا کلاسیکی نمونہ ھے) ''اور دوسری طرف حکومت اور اسٹاک ایکس‌چینج کے درمیان اتحاد کی شکل میں...،،

یہ رھی سرمایہ‌داری میں جمہوریت کے ''حصول،، کے سوال پر معاشی تجزئے کی مثال۔ اس سوال کا ایک حصہ سامراج میں خودارادیت کے ''حصول،، کا سوال ھے!

جمہوری ریپبلک ''منطقی،، تضاد ھے سرمایہ‌داری کا کیونکہ ''سرکاری،، طور پر ریپبلک امیر اور غریب کو برابر برابر رکھتی ھے۔ یہ ھے تضاد معاشی نظام اور سیاسی بالائی ڈھانچے کے درمیان۔ یہی تضاد سامراج اور ریپبلک کے درمیان ھے جو اس سے اور زیادہ گہرا اور زیادہ سنگین ھو جاتا ھے کہ آزاد مقابلے کی جگہ اجارےداری کے آنے کیوجہ سے ھر طرح کی سیاسی آزادی کا حصول اور زیادہ ''مشکل،، ھوتا ھے۔

پھر سرمایہ‌داری اور جمہوریت کیسے یکجا ھو جاتی ھیں؟ قادر مطلق سرمائے کو زندگی میں بالواسطہ رائج کرکے! اس کے لئے دو معاشی ذرائع ھیں: (۱) براہ راست رشوت، (۲) حکومت کا اسٹاک ایکس‌چینج کے ساتھ اتحاد۔ (ھمارے مقالوں میں اس کا اظہار کیا گیا ھے کہ مالیاتی سرمایہ بورژوا نظام میں ''آزادی کے ساتھ ھر حکومت اور افسروں کو رشوت دے سکتا ھے اور خرید سکتا ھے)۔

ایک بار اشیاء تجارت کی پیداوار، بورژوازی، دولت کے اقتدار کا بول بالا ھو جاتا ھے تو رشوت (براہ راست یا اسٹاک ایکس‌چینج کے ذریعہ) ھر شکل کی حکومت میں، ھر جمہوریت میں ''قابل حصول،، ھے۔

سوال ھوتا ھے کہ زیر غور صورت حال میں سرمایہ‌داری کے سامراج میں تبدیل ھونے سے کیا تبدیلی پیدا ھوتی ھے یعنی اجارےداری سے قبل کی سرمایہ‌داری سے اجارےدارانہ سرمایہ‌داری میں؟

صرف یہ کہ اسٹاک ایکس‌چینج کا اقتدار اور بڑھ جاتا ھے! کیونکہ مالیاتی سرمایہ وہ اعلیٰ‌ترین اور اجارے دارانہ صنعتی سرمایہ

ہے جو بینک کے سرمائے سے متحد ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے بینک اسٹاک ایکسچینج سے متحد ہو جاتے ہیں اور اس کو نگل لیتے ہیں۔ (سامراج سے متعلق لٹریچر میں اسٹاک ایکسچینج کے رول کے زوال کے بارے میں چرچا ہوتا ہے، لیکن صرف اس معنی میں کہ ہر بڑا بینک بجائے خود اسٹاک ایکسچینج ہوتا ہے۔)

مزید برآں، اگر ''دولت،، عام طور پر رشوت اور اسٹاک ایکسچینج کے ذریعہ ہر جمہوری ریپبلک پر تسلط حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو کیئفسکی کس طرح یہ دعوے کرسکتا ہے، بغیر ''منطقی تضاد،، کے فریب میں مبتلا ہوئے، کہ ٹرسٹوں اور بینکوں کی زبردست دولت جو اربوں کا وارانیارا کرتے ہیں کسی غیر یعنی سیاسی طور پر خودمختار ریپبلک پر مالیاتی سرمائے کا تسلط نہیں ''حاصل،، کر سکتی؟

کیا بیرونی ریاست میں افسروں کو خریدنا ''ناقابل حصول،، ہے؟ یا ''حکومت کا اسٹاک ایکسچینج سے اتحاد،، صرف اپنی حکومت کا ہی اتحاد ہے؟

* * *

اس سے قاری دیکھ سکتا ہے کہ دس الجھی ہوئی سطروں کی عقدہ کشائی کے مقابلے میں عام فہم وضاحت کے لئے دس صفحات کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم کیئفسکی کی ہر دلیل کو اتنی تفصیل کے ساتھ نہیں لے سکتے۔ اور ان کی کوئی بھی دلیل ایسی نہیں ہے جو الجھی نہ ہو! ہم یہ کر بھی نہیں سکتے اور اس کی ضرورت بھی نہیں ہے جبکہ خاص دلیلوں کا جائزہ لے لیا ہے۔ باقی کو مختصر طور سے دیکھا جائیگا۔

(۳) ناروے کی مثال

ناروے نے ۱۹۰۵ء میں خودارادیت کے اس حق کا ''حصول،، انتہائی بے لگام سامراج کے دور میں کیا جو گویا ناقابل حصول تھا۔ اس لئے اس کے ''ناقابل حصول،، ہونے کے بارے میں بات کرنا نہ صرف نظریاتی لحاظ سے لغو بلکہ مضحکہ انگیز ہوگا۔

کیٹفسکی ہم کو غصے میں ''استدلال پسند،، (rationalists) کہہ کر اس کی تردید کرنا چاہتا ہے (یہ کس کے لئے ہے؟ استدلال پسند تو دلیلوں تک محدود رہتا ہے اور وہ بھی مجرد دلیلوں تک اور ہم نے ٹھوس حقیقت پیش کی ہے! کیا کیٹفسکی نے اس غیرملکی لفظ ''ریشنلیسٹ،، کو اسی طرح (اس کو نرمی کے ساتھ کیسے کہا جائے؟) ''معقولیت،، سے استعمال کیا جیسے اس نے اپنے مضمون کی ابتدا میں لفظ extractive (اخذ کرنےوالا) استعمال کیا جب اس نے اپنے خیالات ''اخذ کرنےوالی شکل،، میں پیش کئے)۔

کیٹفسکی ہمیں ملامت کرتا ہے کہ ہمارے لئے ''ظاہری شکل و صورت اہم ہے نہ کہ اصل جوہر،،۔ اچھا تو آئیے، حقیقی جوہر کا جائزہ لیا جائے۔

تردید اس مثال سے شروع ہوتی ہے : ٹرسٹوں کے خلاف قانون بنانے کا واقعہ یہ نہیں ثابت کرتا کہ ٹرسٹوں کی ممانعت ''ناقابل حصول،، ہے۔ بالکل ٹھیک بات ہے۔ صرف مثال معقول نہیں ہے کیونکہ وہ کیٹفسکی کے خلاف ہے۔ قانون سیاسی اقدام ہے، سیاست ہے۔ کوئی بھی سیاسی اقدام معیشت کی ممانعت نہیں کر سکتا۔ پولینڈ کی کوئی سیاسی شکل، چاہے زارشاہی روس کا یا جرمنی کا حصہ ہو، یا خودانتظامی علاقہ یا خودمختار سیاسی ملک، سامراجی طاقتوں کے مالیاتی سرمائے کی محتاجی سے اسکو روک نہیں سکتی اور اس کو مٹا نہیں سکتی یا اس سرمائے کو اس کے کارخانوں کے حصے خریدنے سے نہیں روک سکتی۔

۱۹۰۵ء میں ناروے کی خودمختاری کا ''حصول،، محض سیاسی تھا۔ یہ خودمختاری معاشی مختاری کو نہ تو ہاتھ لگانا چاہتی تھی اور نہ لگا سکتی تھی۔ بالکل یہی بات ہمارے مقالوں میں کہی گئی ہے۔ ہم نے یہی بتایا ہے کہ خودارادیت کا تعلق صرف سیاست سے ہے، اس لئے معاشی لحاظ سے ''ناقابل حصول،، ہونے کا سوال تک اٹھانا ٹھیک نہیں ہے۔ کیٹفسکی یہاں معیشت کے خلاف سیاسی ممانعتوں کے بےبس ہونے کی مثال پیش کر کے ہماری ''تردید،، کرتا ہے! واہ، کیا ''تردید،، ہے!

مزید یہ کہ :

''چھوٹے کارخانوں کی بڑے کارخانوں پر جیت کی ایک یا بہت سی مثالیں اس بارے میں مارکس کے صحیح مقالے کی تردید کے لئے کافی نہیں ہیں کہ سرمایہ‌داری کے عام ارتقا کے دوران پیداوار کا اجتماع اور ارتکاز ہوتا ہے۔،،

پھر یہ دلیل ایک نامعقول مثال ثابت ہوتی ہے جس کا انتخاب زیربحث مسئلے کے حقیقی جوہر سے توجہ (قاری اور مصنف کی) ہٹانے کے لئے کیا گیا ہے۔

ہمارے مقالے میں کہا گیا ہے کہ خودارادیت کے معاشی لحاظ سے ''ناقابل حصول،، ہونے کے بارے میں اس معنی میں بات کرنا ٹھیک نہ ہوگا جیسے سرمایہ‌دار نظام میں زرمحنت کے ناقابل حصول ہونے کے بارے میں۔ اس طرح کے حصول کے بارے میں واحد ''مثال،، بھی نہیں پیش کی جا سکتی ہے۔ کیئفسکی خاموش رہ کر ہمارے اس نکتے کی سچائی کو تسلیم کرتا ہے کیونکہ وہ ''ناقابل حصول،، کی دوسری تاویل کی طرف چلا جاتا ہے۔

آخر وہ اس کو براہ‌راست کیوں نہیں کرتا؟ وہ اپنے مقالے کو صاف اور ٹھیک طور پر کیوں نہیں پیش کرتا: ''خودارادیت جو سرمایہ‌داری میں معاشی امکان کے لحاظ سے ناقابل حصول ہے ترقی کے متضاد ہے اور اس لئے یا تو رجعت‌پرست ہوتی ہے یا محض استثنا کی حیثیت رکھتی ہے،،؟

اس لئے کہ اس جوابی مقالے کو علانیہ فارمولے کی صورت میں پیش کرنے سے مصنف کا بھانڈا فوراً پھوٹ جاتا ہے اور اسکو چھپانے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔

معاشی ارتکاز کے قانون، بڑے پیمانے کی پیداوار کی چھوٹی پیداوار پر فتح کو ہمارے اور ایرفورٹ پروگرام (۲۳) دونوں میں تسلیم کیا گیا ہے۔ کیئفسکی اس حقیقت کو چھپاتا ہے کہ سیاسی یا ریاستی ارتکاز کے قانون کو کہیں نہیں تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر یہ بھی اسی طرح کا قانون ہے یا ایسا قانون موجود ہے تو کیئفسکی کیوں اس کی تشریح نہیں کرتا اور ہمارے پروگرام میں اس کے اضافے

کی تجویز نہیں پیش کرتا؟ کیا اس کی جانب سے یہ بات بجا ہے کہ ہمارے لئے ایک برا اور نا مکمل پروگرام رہنے دے جبکہ اس نے ریاستی ارتکاز کا یہ نیا قانون دریافت کیا ہے، عملی اہمیت رکھنے والا قانون، کیونکہ اس نے ہمارے پروگرام کو غلط نتائج سے بچا لیا ہوتا؟

کیئفسکی قانون کا کوئی فارسولا نہیں پیش کرتا، ہمارے پروگرام میں اضافے کی تجویز نہیں کرتا کیونکہ اس کو دھندلا سا یہ احساس ہے کہ اس صورت میں وہ مضحکہ‌خیز ہو جائےگا۔ سب اس عجوبہ ''ساسراجی اقتصادیت،، پر قہقہے اگاتے اگر اس کا اظہار علانیہ کیا جاتا اور اگر اس قانون کے متوازی کہ چھوٹی پیداوار کو بڑے پیمانے کی پیداوار نکال باہر کرتی ہے یہ ''قانون،، پیش کر دیا جاتا (پہلےوالے سے مربوط یا اس کے برابر) کہ چھوٹی ریاستوں کو بڑی ریاستیں نکال باہر کرتی ہیں!

اس کی وضاحت کے لئے ہم کیئفسکی سے صرف ایک سوال کرتے ہیں: بغیر واوین‌والے ماہرین معاشیات موجودہ ٹرسٹوں یا بڑے بڑے بینکوں کے ''زوال،، کے بارے میں کیوں نہیں کچھ کہتے؟ ایسے زوال کے امکانات اور حصول کے بارے میں؟ ایسا کیوں ہے کہ واوین میں ''ساسراجی ماہر معاشیات،، تک بڑی بڑی ریاستوں کے زوال کو اور نہ صرف عام طور پر زوال کو، بلکہ مثال کے لئے ''چھوٹی قومیتوں،، (اس پر دھیان دیجئے!) کے روس سے الگ ہونے کے امکانات اور حصول کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں (کیئفسکی کے مضمون کے دوسرے باب کا پیراگراف D)؟

آخر میں، یہ زیادہ صاف طور پر دکھانے کے لئے کہ ہمارا مصنف کس حدتک پہنچ گیا ہے اور اس کو انتباہ کرنے کے لئے ذیل کی طرف توجہ کیجئے: بڑے پیمانے کی پیداوار کے چھوٹی پیداوار کو نکال باہر کرنے کا قانون ہم سب مانتے ہیں اور کوئی بھی ''چھوٹی پیداوار کے بڑے پیمانے کی پیداوار پر فتح حاصل کرنے،، کے بارے میں منفرد ''مثالوں،، کو رجعت‌پرست مظہر کہنے سے نہیں ڈرتا۔ خودارادیت کے مخالفین میں سے کسی نے ابھی تک یہ جرأت نہیں کی ہے کہ وہ سویڈن سے ناروے کی علحدگی

کو رجعت‌پرست کہے اگرچہ ۱۹۱۴ء سے ہی ہم اس سوال کو لٹریچر میں اٹھا رہے ہیں۔ *

بڑے پیمانے کی پیداوار ناقابل حصول ہے اگر مثال کے لئے دستی مشینیں رائج رہیں۔ یہ خیال قطعی لغو ہے کہ مشینی فیکٹری ''زوال پذیر،، ہوکر دستکاری کی کارگاہوں میں منقسم ہو جائے گی۔ بڑی سلطنتوں کی طرف سامراجی رجحان پوری طرح قابل حصول ہے اور عملی طور پر اکثر سیاسی معنی میں اقتدار اعلی اور خودمختاری رکھنے‌والی ریاستوں کے سامراجی اتحاد کی شکل میں قابل حصول ہوا ہے۔ ایسا اتحاد ممکن ہے اور دیکھا جاتا ہے نہ صرف دو ملکوں کے مالیاتی سرمائے کے معاشی اتصال کی شکل میں بلکہ سامراجی جنگ میں جنگی ''تعاون،، کی شکل میں بھی۔ قومی جدوجہد، قومی بغاوت، قومی علحدگی سامراج میں پوری طرح ''قابل حصول'' ہیں اور عملی طور پر دیکھے جاتے ہیں، حتی‌کہ وہ زیادہ زوردار ہو جاتے ہیں کیونکہ سامراج سرمایہ‌داری کے ارتقا کو اور کثیر تعداد باشندوں میں جمہوری رجحانات کے اضافے کو نہیں روکتا بلکہ ان جمہوری تمناؤں اور ٹرسٹوں کے جمہوریت دشمن رجحان کے درمیان دشمنی میں اور شدت پیدا کرتا ہے۔

صرف ''سامراجی معاشیات،، یعنی مسخ‌شدہ مارکس‌ازم کے نقطۂ‌نظر سے مثال کے لئے سامراجی پالیسی کے مندرجہ‌ذیل انوکھے پہلو کو نظرانداز کیا جاسکتا ہے: ایک طرف موجودہ سامراجی جنگ ہمارے سامنے اس کی مثالیں پیش کرتی ہے کہ کیسے مالیاتی روابط اور معاشی مفادات کی طاقت کسی چھوٹی اور سیاسی لحاظ سے خود مختار ریاست کو اس لڑائی میں کھینچ لیتی ہے جو بڑی طاقتوں کے درمیان (برطانیہ اور پرتگال) ہوتی ہے۔ دوسری طرف چھوٹی قوموں کے تعلق سے، جو اپنے سامراجی ''سرپرستوں،، کے مقابلے میں معاشی اور سیاسی لحاظ سے کہیں زیادہ کمزور ہیں،

---

* دیکھئے لینن کا مضمون ''قوموں کا حق خوداختیاری''۔ مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۲۵، صفحات ۲۹۴—۲۸۹۔ (ایڈیٹر)

جمہوریت کی خلاف‌ورزی یا تو بغاوت کا (آئرلینڈ) یا پوری پوری رجمنٹوں کے دشمن سے مل جانے کا (چیکوسلوواکیہ‌والے) باعث ہوتی ہے۔ اس صورت‌حال میں مالیاتی سرمائے کے نقطۂنظر سے یہ نہ صرف ’’قابل حصول،، بلکہ کبھی کبھی ٹرسٹوں کے لئے، ان کی سامراجی پالیسی کے لئے، ان کی سامراجی جنگ کے لئے نفع‌بخش بھی ہوتا ہے کہ منفرد چھوٹی قوموں کو امکانی حد تک جمہوری آزادی دی جائے، ریاستی خودمختاری تک، تاکہ ان کے ’’اپنے،، فوجی اقدامات پر کوئی آنچ نہ آئے۔ سیاست اور حکمت عملی کے باہمی تعلقات کے انوکھےپن کو بھول‌کر، موقع اور بےموقع، صرف ایک لفظ کو دہرانا — ’’سامراج،، — یہ بالکل مارکس‌ازم نہیں ہے۔

ناروے کے بارے میں کیئفسکی ہم کو مطلع کرتا ہے کہ اول، وہ ’’ہمیشہ سے خودمختار ریاست تھی،،۔ یہ صحیح نہیں ہے اور ایسی غلطی کی وضاحت اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ مصنف کی لاپروائی اور سیاسی مسائل کی طرف بے توجہی ہے۔ ۱۹۰۵ء تک ناروے کی خودمختار ریاست نہ تھی، صرف اس کو بڑی حد تک وسیع اندرونی خوداختیاری حاصل تھی۔ سویڈن نے ناروے کی ریاستی خودمختاری کو صرف اس کے بعد تسلیم کیا جب وہ اس سے علحدہ ہو گیا۔ اگر ناروے ’’ہمیشہ سے خودمختار ریاست رہی ہوتی،، تو سویڈن کی حکومت ۲۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو غیرملکی طاقتوں کو یہ اطلاع نہیں دے سکتی تھی کہ اب وہ ناروے کو خود مختار تسلیم کرتی ہے۔

دوسرے، کیئفسکی یہ ثابت کرنے کے لئے کئی بیانوں کا حوالہ دیتا ہے کہ ناروے مغرب کی طرف دیکھ رہا تھا اور سویڈن مشرق کی طرف اور ایک میں زیادہ‌تر برطانوی اور دوسرے میں جرمن مالیاتی سرمایہ ’’کارفرما،، تھا وغیرہ۔ اس سے وہ یہ فاتحانہ نتیجہ اخذ کرتا ہے: ’’یہ مثال،، (ناروے کی) ’’ہماری اسکیم میں بالکل ٹھیک بیٹھتی ہے،،۔

یہ رہی آپ کے لئے ’’سامراجی معاشیات،، کی منطق کی چھوٹی سی مثال! ہمارے مقالوں میں لکھا ہے کہ مالیاتی سرمایہ ’’کسی بھی ملک میں خواہ وہ خودمختار ہی کیوں نہ ہو،، تسلط حاصل

کر سکتا ہے اور اسی لئے مالیاتی سرمائے کے نقطۂ نظر سے خوداradیت کے ''ناقابل حصول،، ہونے کی بات بالکل بکواس ہے۔ ہمارے سامنے ایسی معلومات، جو ناروے میں، علحدگی سے پہلے اور علحدگی کے بعد، غیرملکی مالیاتی سرمائے کے رول کے بارے میں ہمارے دعوے کی تصدیق کرتی ہیں اس طرح پیش کی جاتی ہیں جیسے وہ ہماری تردید کرتی ہوں۔

مالیاتی سرمائے کی بات کرنا اور اس بنیاد پر سیاسی مسائل کو بھول بیٹھنا — کیا سیاست پر بحث کا یہی مطلب ہے؟

نہیں، ''معاشیات،، کی منطقی غلطیوں سے سیاسی مسائل غائب نہیں ہو جاتے۔ ناروے میں برطانوی مالیاتی سرمایہ علحدگی سے پہلے اور بعد بھی ''کارفرما،، تھا۔ پولینڈ میں روس سے اس کی علحدگی تک جرمن مالیاتی سرمایہ ''کارفرما،، تھا اور پولینڈ کی کسی بھی سیاسی صورت حال میں ''کارفرما،، رہے گا۔ یہ بات اس درجہ ابتدائی ہے کہ اس کو دھرانا اچھا نہیں معلوم ہوتا لیکن کیا کیا جائے جب ابتدائی حروف ہی بھلادئے جائیں؟

ناروے کی کسی صورت حال میں کیا یہ سیاسی مسئلہ غائب ہو سکتا ہے؟ اس کے سویڈن کے ماتحت ہونے کے بارے میں؟ مزدوروں کے رویے کے بارے میں جب علحدگی کا سوال پیدا ہوا؟

کیئفسکی ان سوالوں سے کتراتا ہے کیونکہ وہ ''معاشیات‌پرستوں،، پر زوردار چوٹ کرتے ہیں۔ لیکن یہ مسائل زندگی میں تھے اور ہیں۔ زندگی میں یہ سوال تھا کہ کیا وہ مزدور سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ممبر ہو سکتا ہے جو ناروے کے علحدگی کے حق کو نہیں تسلیم کرتا؟ نہیں ہو سکتا۔

سویڈن کے امرا‌ٔ ناروے کے خلاف جنگ چاہتے تھے اور چرچ کے پیشوا بھی۔ یہ واقعہ اس وجہ سے غائب نہیں ہو گیا کہ کیئفسکی ناروے کے لوگوں کی تاریخ میں اس کے متعلق پڑھنا ''بھول،، گیا۔ سویڈن کے مزدور، سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے ممبر ہوکر، ناروے‌والوں کو علحدگی کے خلاف ووٹ دینے کا مشورہ دے سکے (علحدگی کے سوال پر ناروے میں عوامی ووٹنگ ۱۳ اگست ۱۹۰۵ء کو ہوئی جسمیں ۳۶۸۲۰۰ ووٹ علحدگی کے حق میں اور ۱۸۴

اس کے خلاف آئے اور اسمیں ووٹنگ کا حق رکھنےوالے ۸۰ فیصدی لوگوں نے حصہ لیا) ۔ لیکن سویڈن کا وہ مزدور، جس نے سویڈن کے طبقۂاسرأ اور بورژوازی کی طرح، ناروےوالوں کے اس حق سے انکار کیا ہوتا کہ وہ اس سوال کو خود، سویڈنوالوں کے بغیر، ان کی مرضی سے غیر متعلق رہ کر طے کریں، وہ سوشل شاونسٹ اور سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے لئے ناقابل برداشت بدمعاش ہوتا۔

یہی ہمارے پارٹی پروگرام کی نویں دفعہ کا استعمال ہے جس کو ہمارے ''سامراجی معاشیات پرست،، نے پھلانگ جانے کی کوشش کی۔ حضرات! آپ اس کو پھلانگنے میں شاونزم کے عمیق غار میں گرے بغیر نہیں رہ سکتے!

اور ناروے کا مزدور؟ کیا بین اقوامیت کے نقطۂ نظر سے علحدگی کے حق میں ووٹ دینا اس کا فرض تھا؟ قطعی نہیں۔ وہ اس کے خلاف ووٹ دیکر بھی سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ممبر رہ سکتا تھا۔ وہ صرف اس صورت میں سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے ممبر کی حیثیت سے اپنے فرض کی خلاف‌ورزی کرتا اگر وہ ایسے سیاہ‌صد سویڈن کے مزدور کی طرف رفیقانہ ھاتھ بڑھاتا جو ناروے کی علحدگی کی آزادی کے خلاف تھا۔

ناروے اور سویڈن کے مزدوروں کی پوزیشن میں یہ ابتدائی فرق بعض لوگ نہیں دیکھنا چاھتے۔ لیکن وہ خود اپنا بھانڈا پھوڑ دیتے ھیں جب انتہائی ٹھوس سیاسی سوالوں میں کے اس انتہائی ٹھوس سوال سے کتراتے ھیں جو ھم نے مستحکم طور پر ان کے سامنے رکھا ھے۔ وہ خاموش رھتے ھیں، حیلے بہانے بناتے ھیں اور اس طرح اپنی پوزیشن سے پسپا ھوتے ھیں۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ''ناروے والا،، سوال روس میں بھی پیدا ھو سکتا ھے ھم نے جان بوجھکر یہ مقالہ پیش کیا ھے: خالص فوجی اور حکمت عملی کی نوعیت کے حالات میں ایک علحدہ پولستانی ریاست اب بھی قابل حصول ھے۔ کیئفسکی بحث کرنا چاھتا ھے لیکن خاموش رھتا ھے!!

اسمیں ھم یہ اضافہ کرتے ھیں کہ فن‌لینڈ بھی، خالص فوجی اور حکمت عملی کے خیال سے اور موجودہ سامراجی جنگ کے معینہ

نتیجے کے تحت (مثلاً سویڈن‌والے اور جرمن ملجائیں اور ان کی نیم فتح هو) بالکل علحده ریاست بن سکتا هے، مالیاتی سرمائے کی ایک بھی کارروائی کے ''قابل حصول،، هونے کو ناکام بنائے بغیر، فن‌لینڈ کی ریلوے اور دوسرے کاروباروں کے حصوں کی خریداری کو ''ناقابل حصول،، بنائے بغیر۔ *

اگست — اکتوبر ۱۹۱٦ء میں لکھا گیا۔
پہلی بار ۱۹۲۴ء میں رساله ''زویزدا،، (ستاره) کے پہلے اور دوسرے شماروں میں شائع کیا گیا
دستخط: و۔ لینن

لینن کا مجموعهٔ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۳۰، صفحات ۵۰‏۱—۹۰

---

* اگر موجوده جنگ کے ایک نتیجے میں، سامراج اور اس کی طاقت کے ارتقا کے حالات میں ذرا بھی گڑبڑ کے بغیر، اور اس کے برعکس، مالیاتی سرمائے کے اثر، رابطے اور دباؤ میں اضافے کی حالت میں یورپ میں نئی ریاستوں — پولینڈ، فن‌لینڈ وغیره کی تشکیل پوری طرح ''قابل حصول،، هے تو جنگ کے دوسرے نتائج کے تحت هنگری اور چیکوسلوواکیه وغیره کی ریاستوں کی تشکیل بھی اسی طرح ''قابل حصول،، هے۔ برطانیه کے سامراجی اپنی فتح کی صورت میں اس دوسرے نتیجے کا منصوبه اب بنانے لگے هیں۔ سامراجی دور نه تو قومی سیاسی خود مختاری کی تمناؤں کو اور نه عالمی سامراجی تعلقات کی حدود میں ان تمناؤں کے ''حصول،، کو خاک میں ملاتا هے۔ ان حدود کے باهر، ریپبلکن روس یا عام طور پر دنیا میں کہیں اور کوئی بہت بڑی جمہوری تبدیلیاں بلا متعدد انقلابوں کے ''ناقابل حصول،، اور بلا سوشلزم کے غیرمستحکم هیں۔ کیئفسکی جمہوریت سے سامراج کے تعلق کو بالکل نہیں سمجھا هے۔

سامراج اور سوشلزم کی پھوٹ

(اقتباس)

کیا سامراج اور موقع پرستی کی اس ھولناک اور نفرت انگیز فتح (سوشل شاونزم کی شکل میں) کے درمیان کوئی تعلق ھے جو اس نے یورپ میں مزدور تحریک پر حاصل کرلی ھے؟

یہ موجودہ سوشلزم کا بنیادی سوال ھے۔ اور اس کے بعد جبکہ ھم اپنے پارٹی لٹریچر میں پوری طرح ثابت کرچکے ھیں اول، اپنے دور اور موجودہ جنگ کا سامراجی کردار، دوسرے، موقع پرستی سے سوشل شاونزم کا اٹوٹ تاریخی رابطہ اور ساتھ ھی ان کے سیاسی نظریات کے سافیہ کی یکسانیت، تو ھم اس بنیادی سوال کا تجزیہ کر سکتے ھیں اور کرنا چاھئے۔

ھمیں سامراج کی امکانی طور پر بالکل ٹھیک اور مکمل تعریف سے شروع کرنا ھے۔ سامراج سرمایہ‌داری کی ایک خاص تاریخی منزل ھے۔ اس کی خصوصیت تہری ھے، یعنی سامراج ھے (۱) اجارےدارانہ سرمایہ‌داری، (۲) طفیل خور یا سڑتی ھوئی سرمایہ‌داری، (۳) مرتی ھوئی سرمایہ‌داری۔ آزاد مقابلے کی جگہ اجارے داری کا لینا سامراج کا بنیادی معاشی کردار اور اس کا نچوڑ ھے۔ اجارے داری کی پانچ بڑی قسمیں ھیں : (۱) کارٹیل، سینڈیکیٹ اور ٹرسٹ۔ پیداوار کا ارتکاز اس حد تک پہنچ جاتا ھے کہ اس سے سرمایہ‌داروں کی یہ اجارہ‌دارانہ انجمنیں جنم لیتی ھیں۔ (۲) بڑے بڑے بینکوں کی اجارےدارانہ پوزیشن۔ تین چار یا پانچ بڑے بڑے بینک امریکہ، فرانس اور جرمنی کی ساری معاشی زندگی کو گردش میں رکھتے ھیں۔

(۳) ٹرسٹ اور مالیاتی اولیگارشی (مالیاتی سرمایہ وہ اجارےدارانہ صنعتی سرمایہ ہے جو بینکوں کے سرمائے سے متحد ہوجاتا ہے) کا خام اشیا' کے وسائل پر قبضہ۔ (۴) دنیا کی تقسیم (معاشی) بین‌اقوامی کارٹیلوں میں شروع ہوچکی ہے۔ اس طرح کے بین اقوامی کارٹیل فی الحال سو سے اوپر ہو چکے ہیں جو ساری عالمی منڈی کے مالک ہیں اور اس کو ''من بھاتے،، طریقے پر آپنے درمیان تقسیم کرتے ہیں اور جن کی ابھی تک جنگ نے تقسیم نو نہیں کی ہے۔ سرمائے کی برآمد، غیر اجارےدارانہ سرمایہ‌داری میں اشیأ تجارت کی برآمد سے الگ ایک خصوصی کردار کا مظہر ہے اور دنیا کی معاشی اور علاقائی و سیاسی تقسیم سے بہت قریبی رابطہ رکھتی ہے۔ (۵) دنیا کی علاقائی تقسیم (نوآبادیات) مکمل ہو چکی ہے۔

سامراج نے، سرمایہ‌داری کی اعلی منزل کی حیثیت سے امریکہ اور یورپ میں اور اس کے بعد ایشیا میں ۱۹۱۴ء — ۱۸۹۸ء کے دوران مکمل صورت اختیار کی۔ ھسپانوی — امریکی جنگ (۱۸۹۸ء)، انگریزوں اور بوئروں کی جنگ (۱۹۰۲ء — ۱۸۹۹ء)، روسی — جاپانی جنگ (۱۹۰۵ء — ۱۹۰۴ء) اور ۱۹۰۰ء میں یورپ میں معاشی بحران — یہ ہیں خاص تاریخی واقعات عالمی تاریخ کے نئے دور میں۔

یہ کہ سامراج طفیل خور یا سڑتی ہوئی سرمایہ‌داری ہے سب سے پہلے اس کے سڑنے کے رجحان سے ظاہر ہوتا ہے جو ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت میں ہر اجارےداری کی خصوصیت ہوتی ہے۔ جمہوری ریپبلکن اور رجعت‌پرست شاہ‌پرست سامراجی بورژوازی کے درمیان کا فرق ڈھل جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں زندہ جان سڑتی ہیں (یہ بات کسی طرح صنعت کی منفرد شاخوں، علحدہ علحدہ ملکوں اور علحدہ علحدہ زمانوں میں سرمایہ‌داری کی غیرمعمولی تیزرفتار ترقی میں مانع نہیں ہوتی)۔ دوسرے، سرمایہ‌داری کے سڑنے سے ایک بڑا پرت ایسے سرمایہ‌داروں کا پیدا ہوتا ہے جو ''کوپن کاٹ کر،، زندگی بسر کرتے ہیں۔ چار نمایاں سامراجی ملکوں — برطانیہ، شمالی امریکہ، فرانس اور جرمنی میں سرمایہ ھنڈیوں کی شکل میں ایک کھرب سے ڈیڑھ کھرب فرانک ہے جس سے ہر ملک کی سالانہ

آمدنی پانچ سے آٹھ ارب تک سے کم نہیں ہوتی۔ تیسرے، سرمائے کی برآمد دگنی چوگنی طفیل خوری ہے۔ چوتھے، ''مالیاتی سرمایہ تسلط چاہتا ہے نہ کہ آزادی،،۔ ساری لائنوں پر سیاسی رجعت پرستی سامراج کی خصوصیت ہے۔ پیسے کیلئے بک جانا اور خریدنا اور ہر طرح کی بےایمانی بڑے پیمانے پر۔ پانچویں، مظلوم قوموں کا استحصال جو اٹوٹ طور پر مقبوضات میں اضافے سے تعلق رکھتا ہے اور خاص طور سے مٹھی بھر ''بڑی،، طاقتوں کے ہاتھوں نوآبادیوں کا استحصال ''مہذب،، دنیا کو غیرمہذب قوموں کے کروڑوں لوگوں کے جسم کے لئے اور زیادہ طفیل خور جونک بنا دیتا ہے۔ رومن پرولتاری لوگ سماج کے خرچ پر زندگی گزارتے تھے۔ موجودہ سماج موجودہ پرولتاری لوگوں کے خرچ پر زندگی گزار رہا ہے۔ مارکس نے سیسمونڈی کے اس گہرے ریمارک پر خاص طور سے زوردیا ہے۔ سامراج معاملے کو کچھ بدل دیتا ہے۔ سامراجی ملکوں میں پرولتاریہ کا خصوصی مراعات رکھنےوالا اوپری پرت جزوی طور سے غیرمہذب قوموں کے کروڑوں لوگوں کے خرچ پر زندگی گزارتا ہے۔

یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ سامراج مرتی ہوئی سرمایہ‌داری ہے جو عبور کرکے سوشلزم کی طرف آتی ہے: اجارےداری جو سرمایہ‌داری سے پیدا ہوتی ہے اب مرتی ہوئی سرمایہ‌داری ہے، اجارے داری، سرمایہ‌داری سے سوشلزم میں عبور کی ابتدا ہے۔ سامراج کے ہاتھوں محنت کی زبردست اشتراک‌کاری (socialisation) (جس کو سامراج کے مداح — بورژوا ماہرین معاشیات interlocking (بافیدگی) کہتے ہیں) سے یہی نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

سامراج کی یہ تعریف پیش کرکے ہم پوری طرح کاؤتسکی سے تضاد مول لےلیتے ہیں جو سامراج کو ''سرمایہ‌داری کا مرحلہ،، ماننے سے انکار کرتا ہے اور سامراج کی تعریف مالیاتی سرمائے کی ''ترجیح دی ہوئی،، پالیسی، ''زرعی ملکوں،، کو اپنا مقبوضہ بنانے کے ''صنعتی،، ملکوں کے رجحان کی حیثیت سے کرتا ہے*۔ کاؤتسکی

---

* ''سامراج اعلیٰ ترقی‌یافتہ صنعتی سرمایہ‌داری کی پیداوار ہے۔ یہ مشتمل ہے ہر صنعتی سرمایہ‌دار قوم کی (دیکھئے اگلا صفحہ)

کی یہ تعریف نظریاتی نقطۂ نگاہ سے جھوٹی ہے۔ سامراج کی خصوصیت صنعتی سرمائے کا نہیں بلکہ مالیاتی سرمائے کا تسلط ہے، نہ صرف زرعی ملکوں کو بلکہ ہر طرح کے ملکوں کو مقبوضہ بنانے کی کوشش ہے۔ کاؤتسکی سامراج کی سیاست کو اس کی معیشت سے جدا کر دیتا ہے، سیاست میں اجارےداریت کو معیشت میں اجارےداریت سے جدا کردیتا ہے تاکہ اپنی بورژوا اصلاح پرستی جیسے ''تخفیف اسلحہ،، اور ''سہا سامراج،، اور اسی طرح کی لغویات کے لئے راستہ صاف کرلے۔ اس نظریاتی جھوٹ کا سارا خیال اور مقصد یہ ہے کہ سامراج کے انتہائی گھرے تضادات پر پردہ ڈال دیا جائے اور اس طرح سامراج کے مداحوں، کھلے سوشل شاونسٹوں اور سوقع پرستوں کے ''اتحاد،، کے نظرئے کو بجا قرار دیا جائے۔

مارکس‌ازم سے کاؤتسکی کے اس اختلاف کے بارے میں ہم ''سوشل ڈیموکریٹ،، اور ''کمیونسٹ،، (۲۴) میں کافی کہہ چکے ہیں۔ ہمارے روسی کاؤتسکی والوں، اکسیلروڈ اور اسپکٹیٹر کی قیادت میں انتظامیہ کمیٹی کے حامیوں نے (۲۵) جن میں مارتوف اور بڑی حد تک تروتسکی بھی شامل ہیں، رجحان کی حیثیت سے کاؤتسکی‌ازم کے بارے میں خاموشی کو ترجیح دی۔ کاؤتسکی نے جو کچھ جنگ کے زمانے میں لکھا ہے اس کی حمایت سے ڈرتے ہوئے وہ یا تو محض کاؤتسکی کی تعریف تک (اکسیلروڈ نے اپنے جرمن پمفلٹ میں، جس کو انتظامیہ کمیٹی نے روسی میں چھاپنے کا وعدہ کیا) یا کاؤتسکی کے نجی خطوط کا حوالہ دینے تک (اسپکٹیٹر) محدود رہے، جن میں وہ یقین دلاتا ہے کہ وہ حزب مخالف میں ہے اور ریاکاری کے ساتھ اپنے شاونسٹ اعلانات کو کالعدم قرار دینے کی کوشش کرتا ہے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اپنے سامراج کے ''تصور،، میں — جو اس کی رنگ آمیزی کے برابر ہے — کاؤتسکی نہ صرف هیلفرڈنگ کی کتاب ''مالیاتی سرمایہ،، کے مقابلے میں (اگرچہ اب هیلفرڈنگ

اس کوشش پر کہ زیادہ سے زیادہ زرعی علاقوں کو اپنا ماتحت اور مقبوضہ بنائے، بلالحاظ اس کے کہ وہاں کون سی قومیں آباد ہیں،، (کاؤتسکی۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۴ء کے «Die Neue Zeit» میں)۔

خود بڑے جوش کے ساتھ کاؤتسکی اور سوشل شاونسٹوں کے ساتھ ''اتحاد،، کی حمایت کرتا ہے) بلکہ سوشل لبرل جان ہوبسن کے مقابلے میں بھی پیچھے چلا گیا ہے۔ یہ انگریز ماہر معاشیات جو مارکسیسٹ ہونے کا ذرا بھی دعوی نہیں کرتا اپنی ۱۹۰۲ء کی تصنیف* میں کہیں زیادہ گہرائی سے سامراج کا جائزہ لیتا ہے اور اس کے تضادات کو بےنقاب کرتا ہے۔ اس مصنف نے یہ لکھا ہے (جس میں کاؤتسکی کی تقریباً تمام امن پرستانہ (pacifist) اور ''سمجھوتےبازی،، کی لغویات پائی جا سکتی ہیں) سامراج کی طفیل خوری کے اہم سوال پر۔

ہوبسن کی رائے میں دو حالات ایسے تھے جنھوں نے پرانی سلطنتوں کی طاقت کو کمزور کیا: (۱) ''معاشی طفیل خوری،، اور (۲) ماتحت قوموں کے لوگوں میں سے افواج کی تشکیل۔ ''پہلی حالت معاشی طفیل خوری کا رواج ہے جس کی بنا پر حکمراں ملک اپنے صوبوں، نوآبادیوں اور ماتحت ملکوں کو اپنے حکمراں طبقے کو دولت‌مند بنانے اور اپنے نچلے طبقوں کو خریدنے کیلئے استعمال کرتا ہے تاکہ وہ پرسکون رہیں،،۔ دوسری حالت کے بارے میں ہوبسن لکھتا ہے:

''سامراج کی کوربینی کی عجیب علامات میں سے ایک،، (سامراجیوں کی ''کوربینی،، کے بارے میں یہ گیت سوشل لبرل ہوبسن کے منہ سے بمقابلہ ''مارکسیسٹ،، کاؤتسکی کے زیادہ بجا معلوم ہوتا ہے) ''اس سخت بےپروائی کا اظہار ہے جس کے ساتھ برطانیہ عظمی، فرانس اور دوسری سامراجی قومیں یہ راستہ اختیار کر رہی ہیں۔ برطانیہ عظمی تو سب سے آگے چلا گیا ہے۔ زیادہ تر لڑائیاں جن کے ذریعہ ہم نے ہندستان کی سلطنت حاصل کی ہے وہاں کے دیسی لوگوں نے لڑی ہیں۔ ہندستان میں، پچھلے دنوں مصر کی طرح، بڑی مستقل فوجیں برطانوی کمانڈروں کے تحت ہیں۔ ہمارے افریقی مقبوضات سے تعلق رکھنےوالی تقریباً ساری لڑائیاں، سوائے جنوبی

---

* J. A. Hobson. «Imperialism», London, 1902.
(جان ہوبسن۔ ''سامراج،،، لندن، ۱۹۰۲ء۔ ایڈیٹر)

حصے کے، همارے لئے دیسی هی لوگوں نے لڑی هیں۔ ،،
چین کی تقسیم کے امکانات کے بارے میں هوبسن نے یه معاشی اندازه پیش کیا هے ''اس وقت مغربی یورپ کا زیاده تر حصه وه صورت اور کردار اختیار کر سکتا هے جس کا اظهار جنوبی انگلستان، ریویرا (فرانس)، اٹلی اور سویٹزرلینڈ کے وه حصے کرتے هیں جهاں سب سے زیاده سیاح آتے هیں اور امیر لوگ رهتے هیں یعنی ان امیروں کے چھوٹے گروه جو دوردراز مشرق سے تجارتی منافع (dividends) اور پنشن پاتے هیں۔ ان کے همراه پیشه‌ور ملازمین اور تاجروں کا کافی بڑا گروه اور ذاتی نوکروں اور ایسے مزدوروں کی بڑی تعداد هوتی هے جو نقل وحمل کے کموں میں اور نیم‌تیار اشیا کو تیاری کی منزلوں تک پهنچانےوالی صنعت میں مصروف هیں۔ صنعتوں کی خاص شاخیں غائب هوجاتیں، کثیرتعداد غذائی سامان اور نیم‌تیار اشیا ایشیا اور افریقه سے بطور خراج آتیں،،۔ ''هم نے مغربی ریاستوں کے ایک زیاده بڑے اتحاد کے امکان تک کی پیش‌گوئی کی هے، بڑی طاقتوں کے یورپی وفاق کی، جو عالمی تهذیب کے کاز کو آگے بڑھانے سے دور، مغربی طفیل‌خوری کا زبردست خطره پیدا کرسکتا هے: ترقی یافته صنعتی قوموں کے ایسے گروه کا جنم دینا جن کے اوپری طبقے ایشیا اور افریقه سے بڑا خراج حاصل کرتے هوں جس کے ذریعه وه کثیر تعداد تابعدار منتظمین کا عمله رکھتے هوں جو اب زراعت اور مصنوعات کی خاص صنعتوں میں مصروف‌کار نه هو بلکه نئے مالیاتی امیر طبقے کے تحت ذاتی خدمات یا چھوٹے موٹے صنعتی کام انجام دیتا هو۔ وه لوگ جو اس نظرئے،، (اس کو ''امکان،، کهنا چاهئے تها) ''کا ناقابل التفات سمجھتے هوئے مذاق اڑاتے هیں ان کو جنوبی انگلستان کے اضلاع کی موجوده معاشی اور سماجی حالت کا جائزه لینا چاهئے جو اس نوبت کو پهنچ چکے هیں۔ اور ایسے سسٹم کی وسیع توسیع کےبارے میں سوچنا چاهئے جو اسی طرح کے سرمایه‌کاروں (financiers)، سرمایه لگانےوالوں، ان کے سیاسی اور کاروباری افسروں کے معاشی کنٹرول کے تحت چین کے آنے سے هو سکتی هے جو نفع کے امکانات کے ایسے زبردست خزانے سے حاصلات کرتے هوں جس کا دنیا کو کبھی بھی علم نهیں تها

تاکہ ان حاصلات کو یورپ میں استعمال کرسکیں ۔ صورت حال بہت پیچیدہ ہے، دنیا کی طاقتوں کا کھیل کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے اس لئے مستقبل کے بارے میں کوئی غالب نتیجہ اخذ کرنا ناممکن ہے ۔ لیکن مغربی یورپ کے سامراج پر جو اثرات آجکل حاوی ہیں وہ اسی سمت جا رہے ہیں اور اگر اس کا جوابی اقدام نہ کیا گیا یا ان کا رخ نہ بدلا گیا تو وہ اسی منزل کی طرف جائیں گے ۔،،

سوشل لبرل ہوبسن یہ نہیں دیکھتا ہے کہ یہ ''جوابی اقدام،، صرف انقلابی پرولتاریہ صرف سماجی انقلاب کی صورت میں کرسکتا ہے ۔ وہ تو ہے ہی سوشل لبرل! لیکن وہ ۱۹۰۲ء میں ہی ''ریاستہائے متحدہ یورپ،، کے سوال کی اہمیت تک قابل تعریف طریقے سے پہنچ گیا (کاؤتسکی کے حامی تروتسکی کی اطلاع کیلئے!) اور یہ سب مختلف ملکوں کے کاؤتسکی کے مکار حامی چھپا رہے ہیں یعنی یہ کہ موقع پرست (سوشل شاونسٹ) سامراجی بورژوازی کے ساتھ ملکر ٹھیک اس سمت کام کر رہے ہیں تاکہ ایشیا اور افریقہ کے کاندھوں پر سامراجی یورپ کی تعمیر کریں، کہ موقع پرست لوگ پیٹی بورژوا اور مزدور طبقے کے کچھ پرتوں کے ایک ایسے حصے کی معروضی طور پر نمائندگی کرتے ہیں جو سامراجیوں کے نفع بالائے نفع کے ذریعہ خرید لیا گیا ہے اور سرمایہ‌داری کے پہرےداروں اور مزدور تحریک کو خراب کرنےوالوں میں بدل دیا گیا ہے ۔

اس معاشی اور بہت زیادہ گہرے رابطے کے بارے میں، جو سامراجی بورژوازی کا مزدور تحریک میں فی‌الحال فتحیاب (آیا طویل مدت کیلئے؟) موقع پرستی سے ہے، ہم نے کئی بار نہ صرف اپنے مضامین میں بلکہ اپنی پارٹی کی قراردادوں میں بھی کہا ہے ۔ برسبیل تذکرہ، یہیں سے ہم نے سوشل شاونزم سے ناگزیر تفریق کا نتیجہ اخذ کیا ہے ۔ ہمارے کاؤتسکی کے حامیوں نے اس سوال سے کترا جانے کو ترجیح دی! مثلاً مارتوف نے اپنے لکچروں میں بھی باطل دلائل پیش کئے ہیں جن کا اظہار ''انتظامیہ کمیٹی کے غیرملکی سکریٹریٹ کے خبرنامہ،، (۲۶) (شمارہ ۴، ۱۰ اپریل ۱۹۱۶ء) میں اس طرح کیا گیا ہے:

''...انقلابی سوشل ڈیموکریسی کا معاملہ بہت برا، بلکہ نااسیدی کا ہوتا اگر مزدوروں کے وہ جتھے جو عقل و فہم میں ''دانش‌وروں،، سے بہت زیادہ قریب ہو گئے ہیں اور اعلی‌ترین مہارت رکھتے ہیں مہلک طور پر اس سے نکل کر موقع پرستی کی طرف چلے جاتے...،،

احمقانہ لفظ ''مہلک،، اور کچھ ''تحریفوں،، کے ذریعہ اس واقعہ سے روگردانی کی گئی ہے کہ مزدوروں کے بعض گروہ موقع پرستی اور سامراجی بورژوازی کی طرف جا چکے ہیں! اور انتظامیہ کمیٹی کے سوفسطائیوں کو اسی واقعہ سے روگردانی کی ضرورت ہے۔ وہ اس ''سرکاری رجائیت،، تک محدود رہنا چاہتے ہیں جس کو اب کاؤتسکی کا حامی ہیلفرڈنگ اور بہت سے دوسرے اچھال رہے ہیں یعنی ان کا کہنا ہے کہ معروضی حالات پرولتاریہ کے اتحاد اور انقلابی رجحان کی فتح کے ضمانت‌دار ہوتے ہیں! ان کا کہنا ہے: ہم پرولتاریہ کے لئے ''رجائیت پسند،، ہیں!

اور حقیقت میں یہ سب کاؤتسکی کے حامی، ہیلفرڈنگ، انتظامیہ کمیٹی‌والے، مارتوف اینڈ کمپنی رجائیت‌پسند ہیں موقع‌پرستی کے لئے۔ یہ ہے سارا خلاصہ!

پرولتاریہ سرمایہ‌داری کا بچہ — عالمی سرمایہ‌داری کا اور صرف یورپی اور سامراجی سرمایہ‌داری کا نہیں۔ عالمی پیمانے پر، پچاس سال جلد یا دیر میں (اس پیمانے کے نقطۂ نظر سے یہ سوال جزوی ہے) ''پرولتاریہ،، بلاشبہ ایک ''ہوگا،، اور اس میں انقلابی سوشل ڈیموکریسی کی فتح ''ناگزیر،، ہے۔ لیکن کاؤتسکی کے حامی حضرات، سوال یہ نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ آپ اس وقت یورپ کے سامراجی ملکوں میں ان موقع پرستوں کی حاشیہ برداری کر رہے ہیں جو پرولتاریہ سے بیگانہ ہیں طبقے کی حیثیت سے، جو بورژوازی کے خادم، ایجنٹ، بورژوازی کے اثر کو رائج کرنےوالے ہیں اور جن سے نجات پائے بغیر مزدور تحریک بورژوا مزدور تحریک رہے گی۔ موقع پرستوں سے لیگینوں، ڈیوڈوں، پلیخانوفوں یا چھینکیلیوں اور پوتریسوفوں وغیرہ سے ''اتحاد،، کیلئے آپ کی وکالت معروضی طور

پر وکالت ھے مزدوروں کو سامراجی بورژوازی کا غلام بنانے کی، مزدور تحریک میں اس کے بہترین ایجنٹوں کے ذریعہ۔ عالمی پیمانے پر انقلابی سوشل ڈیموکریسی کی فتح قطعی ناگزیر ھے، لیکن وہ بڑھ رھی ھے اور بڑھےگی صرف آپ کے خلاف اور آپ پر فتح ھوگی۔

موجودہ مزدور تحریک میں ان دو رجحانوں بلکہ دو پارٹیوں کا پتہ جو ۱۹۱۴—۱۶ء میں ساری دنیا میں نمایاں طور پر الگ ہو گئی تھیں اینگلس اور مارکس نے انگلستان میں دسیوں برسوں کے دوران کھوج کرکے تقریباً ۱۸۵۸—۱۸۹۲ء میں لگایا تھا۔

نہ تو مارکس اور نہ اینگلس عالمی سرمایہ‌داری کے سامراجی دور تک زندہ رھے جو ۱۸۹۸—۱۹۰۰ء سے پہلے نہیں شروع ھوا۔ لیکن برطانیہ کی نصف انیسویں صدی سے ھی یہ خصوصیت رھی کہ اس نے سامراج کے کم از کم دو بڑے امتیازی فیچر نمایاں طور پر دکھائے: (۱) لامحدود نوآبادیاں اور (۲) اجارے‌دارانہ منافع (عالمی منڈی میں اس کی اجارے‌دارانہ پوزیشن کی وجہ سے)۔ ان دونوں صورتوں میں برطانیہ اس وقت سرمایہ‌دار ملکوں کے درمیان استثنا تھا اور اینگلس نے مارکس کے ساتھ اس استثنا کا تجزیہ کرتے ھوئے برطانوی مزدور تحریک میں اس کا تعلق موقع‌پرستی کی فتح (عارضی) سے بہت ھی صاف اور قطعی طور پر دکھایا۔

مارکس کو اپنے ۷ اکتوبر ۱۸۵۸ء کے خط میں اینگلس نے لکھا: ''برطانوی پرولتاریہ واقعی زیادہ سے زیادہ بورژوا بنتا جا رہا ھے، اس طرح کہ گویا یہ سب سے زیادہ بورژوا قوم حالات کو اس حد تک پہنچا دینا چاھتی ھے کہ بورژوازی کے ساتھ ساتھ بورژوا اشرافیہ اور بورژوا پرولتاریہ بھی ھو۔ ظاھر ھے کہ اس قوم کی طرف سے جو ساری دنیا کا استحصال کرتی ھے یہ ایک حد تک بجا اقدام ھے۔'' اپنے ۲۱ ستمبر ۱۸۷۲ء کے خط میں اینگلس نے زورگے کو اطلاع دی کہ ھیلز نے انٹرنیشنل کی وفاقی کونسل میں بڑا ھنگامہ کیا اور مارکس کے خلاف ان الفاظ کیلئے ناراضی کا ووٹ منظور کرایا کہ ''برطانوی مزدور لیڈروں نے اپنے کو بیچ دیا ھے''۔ ۴ اگست ۱۸۷۴ء کو مارکس نے زورگے کو لکھا ''جہاں تک

یہاں کے (برطانیہ میں) شہری مزدوروں کا تعلق ہے تو افسوس یہ کہ لیڈروں کا سارا گروہ پارلیمنٹ میں نہیں چلا گیا۔ ان پاجیوں سے نجات پانے کا سب سے یقینی راستہ یہی ہوتا،،۔ اینگلس نے اپنے ۱۱ اگست ۱۸۸۱ء کے خط میں مارکس کو لکھا کہ ''برطانوی ٹریڈیونینوں کی حالت بدتر ہے جو بورژوازی کے زر خرید یا کم از کم اس سے پیسے پانےوالے لوگوں کو اپنی رہنمائی کی اجازت دیتی ہیں،،۔ اینگلس نے اپنے ۱۲ ستمبر ۱۸۸۲ء کے خط میں کاؤتسکی کو لکھا: ''آپ مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ برطانوی مزدور نوآبادیاتی پالیسی کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ وہی جو وہ عام طور پر سیاست کے بارے میں سوچتے ہیں۔ یہاں مزدور پارٹی نہیں ہے، صرف کنسیرویٹیو اور لبرل ریڈیکل پارٹیاں ہیں اور مزدور بڑی خوشی سے ان کے ساتھ ملکر برطانیہ کی نوآبادیاتی اجارےداری اور عالمی منڈی پر اس کی اجارےداری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ،،

اینگلس نے ۷ دسمبر ۱۸۸۹ء کو زورگے کو لکھا: ''...سب سے زیادہ مکروہ بات یہاں (برطانیہ میں) بورژوا ''شرافت،، (respectability) ہے جو مزدوروں کے خون میں سموگئی ہے... حتی کہ ٹوم مان جس کو میں سب سے اچھا سمجھتا ہوں بڑی پسندیدگی سے اس کا ذکر کرتا ہے کہ وہ لارڈ میئر کے ساتھ لنچ کھانے جائیگا۔ اور جب اس کا مقابلہ فرانسیسیوں سے کیا جاتا ہے تو سمجھ میں آتا ہے کہ آخر انقلاب کے معنی کیا ہیں،،۔ ۱۹ اپریل ۱۸۹۰ء کے خط میں لکھا ہے: ''تحریک (برطانیہ میں مزدور طبقے کی) سطح کے نیچےے آگے بڑھ رہی ہے، زیادہ سے زیادہ پرتوں پر حاوی ہو رہی ہے جن میں زیادہ حصہ ان کثیر تعداد لوگوں کا ہے جو ابھی تک جامد اور سب سے نچلے (اینگلس کے خط کشیدہ) تھے اور وہ دن دور نہیں ہے جب یہ کثیر تعداد لوگ خود اپنے کو پالیں گے، جب ان کے لئے یہ صاف ہوجائےگا کہ وہ خود زبردست اور متحرک اجتماع ہیں،،۔ ۴ مارچ ۱۸۹۱ء کو اینگلس نے لکھا: ''ٹوٹی ہوئی گودی مزدوروں کی یونین کی ناکامی، ''پرانی،، کنسیرویٹیو ٹریڈ یونینیں جو امیر ہیں اور اسی وجہ سے بزدل ہیں لڑائی کے میدان میں تنہا ہیں،،۔ ۱۴ ستمبر ۱۸۹۱ء: نیوکاسل کی ٹریڈیونین کانگرس

میں پرانے یونین‌والے، آٹھ گھنٹے کے دن کے مخالف شکست کھا گئے ’’اور بورژوا اخباروں نے بورژوا لیبر پارٹی کی شکست کو تسلیم کرلیا،، (ہر جگہ اینگلس نے الفاظ خط‌کشیدہ کئے ہیں)...

اینگلس کے یہ خیالات جن کو دسیوں سال دھرایا گیا، ان کا اظہار انہوں نے پبلک اور پریس میں بھی کیا۔ اس کا ثبوت ان کی تصنیف ’’برطانیہ میں مزدور طبقے کی حالت،، کے دوسرے ایڈیشن (۱۸۹۲ء) کے پیش لفظ سے ملتا ہے۔ یہاں انہوں نے ’’مزدور طبقے میں اشرافیہ،، ’ ’’محنت‌کشوں کی زبردست تعداد،، کے متضاد ’’مراعات رکھنے‌والی مزدوروں کی اقلیت،، کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ مزدور طبقے کی محض ’’ایک چھوٹی، مراعات رکھنے‌والی اور زیر حفاظت اقلیت،، کو ۱۸۴۸ء — ۶۸ میں برطانیہ کی خصوصی حقوق رکھنے‌والی پوزیشن سے ’’طویل مدتی فائدہ،، تھا۔ ’’کثیر تعداد لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ قلیل مدت کیلئے حالات اچھے ہوجاتے تھے،،... ’’برطانیہ کی صنعتی اجارے‌داری ختم ہوجانے سے برطانوی مزدور طبقے کی خصوصی مراعات کی پوزیشن ختم ہو جائے‌گی،،... ’’نئی،، یونینوں، غیر ہنر مند مزدوروں کی یونینوں کے ممبر ’’ایک زبردست امتیاز رکھتے ہیں: ان کی نفسیات ایک اچھوتی زمین ہے جو ان ’’شریفانہ،، بورژوا تعصبات کے ورثے سے بالکل پاک ہے جن کی وجہ سے خوش‌حال ’’پرانے یونین‌والے،، گمراہ ہوتے ہیں،،... برطانیہ میں ’’مزدوروں کے نام‌نہاد نمائندے،، وہ لوگ ہیں ’’جن کو مزدور طبقے کے ممبر ہونے کیلئے معافی دی جاتی ہے کیونکہ وہ خود اپنے مزدور ہونے کی خوبی کو اپنے لبرل‌ازم کے سمندر میں غرق کرنے کیلئے تیار ہیں...،،

ہم نے جان‌بوجھکر مارکس اور اینگلس کے براہ راست بیانات سے خاصے تفصیلی اقتباسات پیش کئے ہیں تاکہ قارئین ان کو مجموعی طور پر پڑھ سکیں۔ ان کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے اور ان پر توجہ کے ساتھ سوچ بچار کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ مزدور تحریک میں اس طریقۂ کار کا مرکز ہیں جس کا مطالبہ سامراجی دور کے معروضی حالات کرتے ہیں۔

یہاں بھی کاؤتسکی نے ’’پانی کو گدلا کرنے،، اور مارکس‌ازم

کی جگہ موقع پرستی کے ساتھ میٹھے سمجھوتے کو دینے کی کوشش کی ہے۔ کھلے ہوئے اور سادہ‌لوح سوشل سامراجیوں (لینچ کی قسم کے) سے بحث میں جو جرمنی کی طرف سے جنگ کو برطانیہ کی اجارے‌داری ختم کرنے کی حیثیت سے بجا قرار دیتے ہیں، کاؤتسکی اس کھلے جھوٹ کی ایک اور کھلے جھوٹ کے ذریعہ ''تصحیح،، کرتا ہے۔ وہ ایک تلخ جھوٹ کی جگہ میٹھے جھوٹ کو رکھ دیتا ہے! وہ کہتا ہے کہ برطانیہ کی صنعتی اجارے‌داری مدتوں ہوئے ٹوٹ چکی ہے، مدتوں ہوئے برباد ہو چکی ہے اور اب کچھ برباد کرنے کو نہیں رہا ہے اور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس دلیل کا جھوٹ کیا ہے؟

اول، یہ کہ اس میں برطانیہ کی نوآبادیاتی اجارے‌داری کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ اور اینگلس نے، جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، ۱۸۸۲ء میں ہی، ۳۴ سال پہلے بہت ہی صاف طور سے اجارے‌داری کی طرف اشارہ کیا تھا! اگر برطانیہ کی صنعتی اجارے‌داری تباہ ہو چکی ہے، تو نوآبادیاتی اجارے‌داری نہ صرف باقی رہ گئی ہے بلکہ غیرمعمولی طور پر شدت اختیار کر گئی ہے کیونکہ ساری دھرتی تقسیم ہو چکی ہے۔ اپنے میٹھے جھوٹ کے ذریعہ کاؤتسکی یہ بورژوا امن پرست، موقع‌پرست اور تنگ‌نظر خیال ٹھونستا ہے کہ ''لڑنے کو کچھ ہے ہی نہیں،،۔ اس کے برعکس، نہ صرف یہ کہ سرمایہ‌داروں کے پاس کچھ نہ کچھ لڑنے کو ہے بلکہ ان کے لئے نہ لڑنا ناممکن ہے، اگر وہ سرمایہ‌داری کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں، کیونکہ نوآبادیوں کی تشددآمیز تقسیم‌نو کے بغیر نئے سامراجی ملک وہ مراعات نہیں حاصل کر سکتے جن سے زیادہ پرانی (اور کم طاقتور) سامراجی طاقتیں مستفید ہو رہی تھیں۔

دوسرے، برطانیہ کی اجارے‌داری کیوں برطانیہ میں موقع پرستی کی فتح (عارضی) کی وضاحت کرتی ہے؟ اس لئے کہ اجارے داری نفع بالائے نفع دیتی ہے یعنی ان سرمایہ‌دارانہ منافعوں سے اوپر نفع جو ساری دنیا میں عام اور معمولی ہیں۔ اس نفع بالائے نفع سے سرمایہ‌دار ایک حصہ (اور وہ بھی چھوٹا نہیں!) اس کے لئے دے سکتے ہیں کہ اپنے مزدوروں کو خریدلیں، ایک قسم کا اتحاد (یاد کیجئے

برطانوی ٹریڈیونینوں کے اپنے مالکوں کے ساتھ وہ مشہور ''اتحاد،، جنکے بارے میں دونوں ویب نے لکھا ہے) بنا سکتے ہیں — کسی ایک قوم کے مزدوروں کا اپنے سرمایہ داروں کے ساتھ اتحاد باقی دوسرے ملکوں کے خلاف۔ برطانیہ کی صنعتی اجارے داری انیسویں صدی کے اختتام میں ہی برباد ہوگئی تھی۔ یہ مسلمہ ہے۔ لیکن یہ بربادی کیسے ہوئی؟ کیا اس طرح کہ تمام اجارےداریاں غائب ہوگئیں؟

اگر ایسا ہوتا تو کاؤتسکی کی سمجھوتے کی ''تھیوری،، (موقع پرستوں کے ساتھ) ایک حد تک ٹھیک سمجھی جاتی۔ لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ سامراج اجارےدارانہ سرمایہداری ہے۔ ہر کارٹیل، ٹرسٹ، سینڈیکیٹ، ہر بڑا بینک اجارےداری ہے۔ نفع بالائے نفع غائب نہیں ہوا ہے، ابھی باقی ہے۔ ایک خصوصی مراعات رکھنےوالے اور مالی لحاظ سے دولتمند ملک کے ہاتھوں باقی سارے ملکوں کا استحصال باقی ہے اور شدت اختیار کر گیا ہے۔ مٹھیبھر دولت مند ملک — یہ سب چار ہیں، اگر خودمختار، واقعی بہت بڑی اور ''جدید،، دولت کی بات کی جائے: برطانیہ، فرانس، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جرمنی — یہ مٹھی بھر ملک اجارے داری کو لامحدود پیمانے تک بڑھا لے گئے ہیں اور اگر اربوں کا نہیں تو دسیوں کروڑوں کا نفع بالائے نفع کما رہے ہیں، وہ دوسرے ملکوں کے کروڑوں لوگوں کی ''پشت پر سوار،، ہیں، خاص شان و شوکت والے، خاص طور سے موٹے اور خاص آسانی سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کی تقسیم کیلئے آپس میں لڑ رہے ہیں۔

یہ ہے سامراج کا ٹھیک معاشی اور سیاسی خلاصہ جسکے انتہائی گہرے تضادوں پر کاؤتسکی پردہ ڈالتا ہے، ان کو ظاہر نہیں کرتا۔

کسی ''عظیم،، سامراجی طاقت کی بورژوازی ''اپنے،، مزدوروں کی اوپری تہوں کو معاشی لحاظ سے خرید سکتی ہے، اسکے لئے سالانہ کروڑوں فرانک خرچ کر سکتی ہے کیونکہ اس کا نفع بالائے نفع غالباً ارب کے قریب تک پہنچتا ہے۔ اور اس بارے میں سوال کہ یہ حقیر بخشش مزدور وزیروں، ''مزدور نائبین،، (اس مفہوم کے اس لاجواب تجزئے کو یاد کیجئے جو اینگلس نے کیا ہے)، جنگی صنعتوں کی کمیٹیوں کے مزدور ممبروں، مزدور افسروں، محدود ورکشاپوںوالی یونینوں میں منظم مزدوروں اور ملازموں وغیرہ

میں کس طرح تقسیم ہوتی ہے، یہ سوال تو دوسرے درجے کا ہے۔

۱۸۴۸ — ۶۸ء کے دوران اور کچھ حد تک اس کے بعد صرف برطانیہ اجارے داری سے فائدہ اٹھاتا تھا، اسی لئے وہاں دسیوں سال تک موقع پرستی کا راج رہا۔ دوسرے ملکوں کے پاس بہت زیادہ دولت مند نوآبادیاں اور صنعتی اجارے داری نہ تھی۔

انیسویں صدی کے آخری تہائی حصے میں نئے سامراجی دور میں عبور ہوا۔ نہ صرف ایک، بلکہ کئی (اگرچہ بہت زیادہ نہیں) عظیم طاقتیں اجارے داری سے مستفید ہونے لگیں۔ (جاپان اور روس میں فوجی طاقت، وسیع علاقوں یا اقلیتی قوموں، چین وغیرہ کو لوٹنے کی خاص سہولت کی اجارےداری دور حاضر کے نئے مالیاتی سرمائے کی اجارےداری کی جزوی طور پر تکمیل کرتی ہے، جزوی طور پر اس کی جگہ لیتی ہے)۔ اس فرق کا نتیجہ یہ ہے کہ برطانیہ کی اجارے داری دسیوں سال تک مسلمہ رہ سکی۔ دور حاضر کے مالیاتی سرمائے کی اجارےداری کا سخت مقابلہ کیا جا رہا ہے، سامراجی جنگوں کا دور شروع ہو گیا ہے۔ تب ایک ملک کے مزدور طبقے کو دسیوں سال کے لئے خریدا اور بگاڑا جا سکتا تھا۔ اب یہ ناقابل یقین حتی کہ ناممکن ہے لیکن پھر بھی ہر سامراجی ''عظیم،، طاقت ''مزدور اشرافیہ،، کی زیادہ چھوٹی (بمقابلہ ۱۸۴۸ — ۶۸ء میں برطانیہ کے) تہوں کو خرید سکتی ہے اور خریدتی ہے۔ تب ''بورژوا مزدور پارٹی،،' اینگلس کے لاجواب اور گہرے بیان کے مطابق، صرف ایک ملک میں بن سکتی تھی کیونکہ صرف ایک ملک ہی اجارےداری رکھتا تھا لیکن وہ طویل مدت کیلئے تھی۔ اب ''بورژوا مزدور پارٹی،، سارے سامراجی ملکوں کے لئے ناگزیر اور مثالی ہے لیکن مال غنیمت کی تقسیم کے لئے ان کی سخت جدوجہد کو دیکھتے ہوئے یہ ناقابل یقین معلوم ہوتا ہے کہ ایسی پارٹی زیادہ مدت کیلئے کئی ملکوں میں کامران رہ سکتی ہے۔ کیونکہ ٹرسٹ، مالیاتی اولیگارشی، گرانی وغیرہ مٹھی بھر چوٹی کے لوگوں کو رشوت خوری کی چھوٹ دیکر کثیر تعداد پرولتاریہ اور نیم‌پرولتاریہ کو زیادہ سے زیادہ زوروں سے دباتے، کچلتے، تباہ کرتے اور ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہیں۔

ایک طرف بورژوازی اور موقع پرستوں کا یہ رجحان ہے کہ

مٹھی بھر بہت امیر اور خصوصی حقوق رکھنے والی قوموں کو باقی انسانیت کے جسم کے لئے ''ابدی،، طفیل خور جونک، نیگرو اور ہندستانیوں وغیرہ کے استحصال کے ''کارناموں پر تکیہ،، کرنےوالی بنا دیں جو ان کو جدیدترین عسکریت پرستی کے لاجواب تباہ کن ہتھیاروں کی مدد سے اپنا ماتحت بنائے رکھتی ہیں۔ دوسری طرف عوام کا رجحان ہے، جو پہلے سے زیادہ ظلم و ستم کا شکار ہیں اور جو سامراجی جنگوں کا پورا بوجھ برداشت کرتے ہیں، کہ وہ اس جوے کو اتار پھینکیں اور بورژوازی کا تختہ الٹ دیں۔ ان دو رجحانوں کے درمیان جدوجہد میں اب مزدور تحریک کی تاریخ کا ارتقا ناگزیر طور پر ہوگا۔ کیونکہ پہلا رجحان اتفاقی نہیں بلکہ معاشی ''بنیاد،، رکھتا ہے۔ تمام ملکوں میں بورژوازی نے اپنے لئے سوشل شاونسٹوں کی ''بورژوا مزدور پارٹیوں،، کو جنم دیا، ان کی پرورش اور ضمانت کی ہے۔ باقاعدہ تشکیل شدہ پارٹی مثلاً اٹلی میں بیسولاتی کی پارٹی، پوری طرح سوشل سامراجیوں کی پارٹی اور مان لیجئے پوتریسوفوں، گووزدیوفوں، بولکنوں، چھےایدزیوں اور اسکوبیلیفوں اینڈ کمپنی کی نیم تشکیل شدہ تقریباً پارٹی کے درمیان کا فرق کوئی بڑا نہیں ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ مزدور اشرافیہ کے پرت کا معاشی طور پر بورژوازی کے ساتھ مل جانا پختہ اور مکمل ہوچکا ہے اور یہ معاشی واقعہ، طبقاتی تعلقات میں یہ تبدیلی، کسی نہ کسی صورت میں بلا کسی خاص ''مشکل،، کے سیاسی شکل اختیار کرےگی۔

متذکرہ بالا معاشی بنیاد پر جدید ترین سرمایہ داری کے سیاسی اداروں — پریس، پارلیمنٹ، انجمنوں اور کانگرسوں وغیرہ نے با ادب، پرسکون، اصلاح پرست اور محب وطن دفتری ملازمین اور مزدوروں کیلئے معاشی مراعات اور بخششوں کے مطابق سیاسی مراعات اور بخششوں کی بنا ڈالی۔ وزارت یا جنگی صنعتی کمیٹی میں، پارلیمنٹ اور مختلف کمیٹیوں میں، ''باوقار،، جائز اخباروں کے ادارتی عملوں یا ''بورژوازی کی فرماں‌بردار،، ایسی مزدور یونینوں کے دفتروں میں جو کسی طرح کم باوقار نہیں ہیں آمدنی اور آرام‌والی جگہیں — یہ ہیں وہ باتیں جن سے سامراجی بورژوازی ''بورژوا مزدور پارٹیوں،، کے نمائندوں اور طرفداروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور انعام دیتی ہے۔

سیاسی جمہوریت کی مشینری بھی اسی سمت کام کرتی ہے۔ ہمارے زمانے میں بغیر الکشن کے نہیں رہا جا سکتا، بغیر عوام کے گزارا نہیں اور عوام کو کتابوں کی اشاعت اور پارلیمانیت کے دور میں اپنے پیچھے لے چلنا ناممکن ہے خوشامد، جھوٹ، فریب، فیشن ایبل اور مقبول عام الفاظوں کے کھیل کے وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے، باقاعدہ منظم اور اچھی طرح لیس سسٹم کے بغیر، مزدوروں سے ہر طرح کی اصلاحات اور ہر طرح کی بھلائی کے وعدے کئے بغیر — بس وہ بورژوازی کا تختہ الٹنے والی انقلابی جدوجہد سے انکار کر دیں۔ میں تو اس کو لائڈ جارجیائی سسٹم کا نام دیتا، ''بورژوا مزدور پارٹی،، کے کلاسیکی ملک میں اس سسٹم کے ایک انتہائی اگواکار اور مشاق نمائندے، برطانوی وزیر لائڈ جارج کے نام پر۔ یہ اول درجے کا بورژوا کارکن، پرفن سیاست‌داں اور مقبول عام مقرر ہے جو سب کچھ بول سکتا ہے حتی کہ مزدور سامعین کے سامنے انتہائی انقلابی تقریریں بھی کر سکتا ہے اور سماجی اصلاحات (بیمہ وغیرہ) کی صورت میں فرماں‌بردار مزدوروں کو بخشش دے سکتا ہے۔ لائڈ جارج بورژوازی کی لاجواب خدمت کرتا ہے* اور ٹھیک مزدوروں کے درمیان اس کی خدمت کرتا ہے، اور اس کے اثر کو ٹھیک پرولتاریہ میں پہنچاتا ہے جہاں عوام کو اخلاقی طور پر اپنا ماتحت بنانا سب سے ضروری اور سب سے مشکل ہے۔

اکتوبر ۱۹۱٦ء میں لکھا گیا۔

''سوشل ڈیموکریٹ،، کے مجموعے،، کے دوسرے شمارے میں
دسمبر ۱۹۱٦ء میں چھپا
دستخط: ن۔ لینن

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۳۰، صفحات ۱۶۳ — ۱۷٦

---

* تھوڑا عرصہ ہوئے میں نے ایک انگریزی رسالے میں لائڈ جارج کے ایک سیاسی مخالف ٹوری (۲۷) کا مضمون ''لائڈ جارج ایک ٹوری کے نقطۂ نظر سے،، دیکھا۔ اس مخالف کی آنکھیں جنگ نے اس بات کے لئے کھول دیں کہ یہ لائڈجارج بورژوازی کا کیسا لاجواب فرماں بردار ہے! ٹوریوں نے اس سے صلح کرلی!

عالمی سیاست میں موڑ

(اقتباس)

انقلاب معکوس کے دوران بھی تاریخ جامد نہیں رہتی۔ تاریخ ۱۹۱۴ — ۱۶ء کے سامراجی قتل و غارت میں بھی آگے بڑھتی رہی جو دسیوں سال پہلے کی سامراجی پالیسی کا تسلسل تھی۔ عالمی سرمایہ‌داری پچھلی صدی کی ساتویں اور آٹھویں دھائیوں میں آزاد مقابلے کی آگے بڑھی ہوئی اور ترقی‌یافتہ طاقت تھی اور بیسویں صدی کے شروع میں بڑھکر اجارے‌دارانہ سرمایہ‌داری ہو گئی یعنی سامراج۔ اس نے جنگ کے دوران ایک بڑا قدم آگے بڑھایا، نہ صرف مالیاتی سرمائے کے زیادہ ارتکاز کی طرف بلکہ ریاستی سرمایہ‌داری میں تبدیلی کی طرف بھی۔ قومی اتصال کی طاقت، قومی ھمدردیوں کی اھمیت کا اظہار اس جنگ میں ھوا، ایک سامراجی ایتلاف میں آئرلینڈوالوں کے رویے سے اور دوسرے میں چیکوسلوواکیہ‌والوں کے رویے سے۔ سامراج کے سمجھدار لیڈر اپنے آپ سے کہتے ھیں: درحقیقت ھم چھوٹی قوموں کا گلا گھونٹے بغیر اپنا مقصد نہیں حاصل کر سکتے لیکن یہ کرنے کے دو طریقے ھیں۔ کبھی کبھی زیادہ معتبر اور مفید طریقہ یہ ھے کہ سامراجی جنگ میں سیاسی طور پر آزاد ریاستیں قائم کرکے "دفاع وطن" کے پرخلوص اور باشعور طرفداروں کی خدمات حاصل کی جائیں، "ھم" اس کو دیکھیں‌گے کہ وہ مالی طور پر محتاج رھیں! آزاد بلغاریہ کا اتحادی بننا زیادہ مفید ھے (جب سامراجی طاقتیں کسی بڑی جنگ میں لگی ھوں) بمقابلہ اس کے کہ ماتحت آئرلینڈ کا مالک بنا جائے۔ قومی اصلاحات کے شعبے میں جو

کچھ نہیں کیا گیا ہے اس کی تکمیل کبھی کبھی اندرونی طور پر کسی سامراجی ایتلاف کو مضبوط کر سکتی ہے ۔ مثلاً اس کو جرمن سامراج کے ایک انتہائی فرماں‌بردار خدمتگذار کارل رینیر نے پیش نظر رکھا ہے جو عام طور پر سوشل ڈیموکریٹک پارٹیوں میں ” اتحاد ،، اور خاص طور سے شیئدمان اور کاؤتسکی سے اتحاد کا سخت حامی ہے ۔

واقعات کا معروضی دھارا اثرانداز ہو رہا ہے اور جس طرح ۱۸۴۸ ء اور ۱۹۰۵ء کے انقلابوں کا گلا گھونٹنےوالے ایک معنی میں ان کی‌مرضی کو پورا کرنےوالے بھی تھے ، اسی طرح سامراجی قتل و غارت کے ناظم بعض ریاستی سرمایہ‌دارانہ، بعض قومی اصلاحات کرنے پر مجبور ہیں ۔ مزید برآں، چند ٹکڑے پھینک کر ، عوام کو ٹھنڈا کرنا بھی ضروری ہے جو جنگ اور ضروریات زندگی کی گرانی کیوجہ سے ناراض ہیں ۔ تو پھر ” تخفیف اسلحہ ،، کا وعدہ کیوں نہ کر لیا جائے (اور جزوی طور پر اس پر عمل بھی کیا جائے، کسی پر اس سے کسی طرح کی پابندی نہیں عائد ہوتی !) ؟ بہرحال جنگ تو ” صنعت کی ایک ایسی شاخ ،، ہے جو جنگلات لگانے کی مانند ہے ۔ درختوں کو ٹھیک قد تک بڑھنے میں یعنی ” توپوں کا چارہ ،، بننے کے لئے نوجوانوں کی افراط سے سپلائی میں دسیوں سال لگ جاتے ہیں ۔

اخبار ” سوشل ڈیموکریٹ ،، شمارہ ۵۸ ، ۳۱ جنوری ۱۹۱۷ ء	لینن کا مجموعۂ تصانیف ، پانچواں روسی ایڈیشن ، جلد ۳۰، صفحات ۳۴۵ — ۳۴۴

جنگ اور انقلاب[۲۸]

(۱۴ (۲۷) مئی ۱۹۱۷ء کے لکچر سے اقتباس)

جنگ دوسرے ذرائع سے پالیسی کا تسلسل ہے۔ ہر جنگ اٹوٹ طور پر اس سیاسی نظام سے مربوط ہوتی ہے جس سے وہ پیدا ہوتی ہے۔ وہی پالیسی جو کوئی طاقت، اس طاقت کے اندر کوئی طبقہ جنگ سے پہلے طویل مدت تک چلاتا رہتا ہے، وہی طبقہ اس کو ناگزیر طور پر جنگ کے دوران جاری رکھتا ہے، صرف کارروائی کی شکل بدل جاتی ہے۔

جنگ دوسرے ذرائع سے پالیسی کا تسلسل ہے۔ اگر فرانسیسی انقلابی شہریوں اور انقلابی کسانوں نے اٹھارھویں صدی کے آخر میں اپنے یہاں شاہی کا تختہ انقلابی طریقے سے الٹ دیا اور جمہوری ریپبلک قائم کی، اپنی شاہی کا قلع قمع کر دیا اور انقلابی طور سے ہی اپنے جاگیرداروں سے سمجھ لیا، تو انقلابی طبقے کی یہ پالیسی سارے مطلق العنان، زارشاہی، بادشاہی اور نیم‌جاگیردارانہ یورپ کو اس‌کی بنیادوں تک ہلائے بغیر نہ رہ سکی۔ اور فرانس میں فتحیاب انقلابی طبقے کی اس پالیسی کا ناگزیر تسلسل وہ جنگیں تھیں جن میں انقلابی فرانس کے خلاف یورپ کی ساری شاہی رکھنے‌والی قومیں کھڑی ہو گئیں، اپنا مشہور ایتلاف بنایا اور فرانس میں انقلاب دشمن جنگ چھیڑ دی۔ جس طرح اندرون ملک فرانسیسی انقلابی لوگوں نے اس وقت پہلی بار ایسے انقلابی جوش و خروش کا اظہار کیا جس کی مثال صدیوں تک نہیں ملی، اسی طرح انہوں نے اٹھارھویں صدی کے آخر کی جنگ میں ویسے ہی زبردست انقلابی تخلیق کا اظہار کیا جبکہ انہوں نے اپنی

حکمت عملی کے سارے نظام کی پھر سے تشکیل کی، جنگ کے سارے پرانے قواعد اور روایات کو توڑ دیا، پرانی فوج کی جگہ نئی انقلابی عوامی فوج بنائی اور جنگ کے نئے طریقے نکالے۔ یہ مثال، میرے خیال میں خاص طور سے قابل توجه ہے کیونکہ یہ نمایاں طور پر ہمیں وہ دکھاتی ہے جو آجکل بورژوا اخباروں کے جرنلسٹ ہر قدم پر بھولتے ہیں اور ان پسماندہ لوگوں کے تعصبات اور جہالت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں جو اٹوٹ معاشی اور تاریخی رابطے کو نہیں سمجھتے جو ہر جنگ کا ہر ملک اور ہر اس طبقے کی پچھلی پالیسی کے ساتھ ہے جو جنگ سے پہلے حکمران تھا اور نام نہاد "پرامن" ذرائع سے اپنے مقاصد کے حصول کا ضمانت دار ہوتا تھا۔ یہ ذرائع نام نہاد ہیں کیونکہ مثلاً جو جبر و تشدد نوآبادیوں پر "پرامن" تسلط کے لئے ضروری ہے اس کو مشکل سے پرامن کہا جا سکتا ہے۔

یورپ میں امن کا راج تھا لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ نو آبادیوں کے کروڑوں باشندوں پر یورپ کی قوموں کا راج مستقل، متواتر اور کبھی نہ رکنےوالی ایسی جنگوں کے ذریعہ برقرار تھا جن کو ہم، یورپ کے لوگ جنگیں نہیں سمجھتے کیونکہ وہ زیادہ‌ترجنگ سے مشابہہ نہیں ہوتی تھیں بلکہ نہتے لوگوں کا وحشیانہ قتل‌وغارت ہوتی تھیں۔ بات تو یہ ہے کہ موجودہ جنگ کو سمجھنے کےلئے ہمیں سب سے پہلے مجموعی طور پر یورپی طاقتوں کی پالیسی پر ایک عام نظر ڈالنی چاہئے۔ کسی ایک مثال، کسی ایک واقعہ کو لینے کی ضرورت نہیں ہے جس کو سماجی مظاہر کے سلسلے سے علحدہ کر لینا ہمیشہ آسان ہوتا ہے اور جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے مقابلے کی مثال بھی اسی آسانی سے پیش کی جاسکتی ہے۔ نہیں، ہمیں یورپی ریاستوں کے سارے سسٹم کی ساری پالیسی ان کے معاشی اور سیاسی باہمی تعلقات کے پیش نظر لینا چاہئے تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ کس طرح متعلقہ جنگ اس سسٹم سے اٹل اور ناگزیر طور پر برآمد ہوئی۔

ہم متواتر اس بات کی کوشش دیکھ رہے ہیں، خصوصاً سرمایہ‌دار اخباروں کی طرف سے — خواہ وہ شاہی کے حامی ہوں یا رپبلک کے — کہ وہ موجودہ جنگ کو ایسے تاریخی معانی دیں جو وہ نہیں رکھتی۔

مثلاً فرانسیسی ریپبلک میں اس بات کی کوشش سے زیادہ اور کوئی عام بات نہ سلےگی کہ فرانس کی طرف سے اس جنگ کو ۱۷۹۲ ء کے عظیم فرانسیسی انقلاب کی جنگوں کے سلسلے کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ فرانسیسی عوام، فرانسیسی مزدوروں اور سارے ملکوں کے مزدوروں کو دھوکا دینے کا اس سے زیادہ رائج طریقہ کوئی نہیں ھے کہ اس دور کی ''عام بول چال،، اور اس کے کچھ نعرے ہمارے دور میں لائے جائیں اور معاملے کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی جائے کہ اب بھی ریپبلکن فرانس شاهی کے خلاف اپنی آزادی کی حفاظت کر رہا ھے۔ یہ ''چھوٹی،، سی بات بھلا دی جاتی ھے کہ اس وقت، ۱۷۹۲ ء میں فرانسیسی انقلابی طبقے نے جنگ کی تھی جس نے بےنظیر انقلاب کیا، عوام کی بےمثال بہادری نے فرانسیسی شاهی کو جڑ بنیاد سے تباہ کر دیا اور یورپ کی متحدہ شاهیوں کے خلاف ڈٹ گیا، کسی اور مقصد سے نہیں بلکہ صرف اس مقصد سے کہ اپنی انقلابی جدوجہد کو جاری رکھے۔

فرانس میں جنگ اس انقلابی طبقے کی پالیسی کا سلسلہ تھا جس نے انقلاب کیا، ریپبلک حاصل کی، فرانسیسی سرمایہداروں اور جاگیرداروں کا نبٹارا ایسی سرگرمی سے کیا کہ اس کی ابھی تک کوئی مثال نہ تھی، اور اس پالیسی کے نام پر، اس کو جاری رکھنے کے لئے، یورپ کی متحدہ شاهیوں کے خلاف انقلابی جنگ کی۔

اور اس وقت ہمارے سامنے سب سے پہلے دو سرمایہدار طاقتوں کے گروهوں کے اتحاد ھیں۔ ہمارے سامنے دنیا کی تمام عظیم ترین سرمایہدار طاقتیں ھیں — برطانیہ، فرانس، امریکہ اور جرمنی — جن کی ساری پالیسی دسیوں برسوں کے دوران متواتر معاشی رقابت رهی ھے تاکہ ساری دنیا پر راج کیا جائے۔ چھوٹی قوموں کا گلا گھونٹا جائے، بینک کے اس سرمائے پر اپنے لئے تین گنے اور دس گنے نفع کی ضمانت حاصل کی جائے جس نے ساری دنیا کو اپنے اثر کی زنجیر میں لپیٹ لیا ھے۔ یہ ھے برطانیہ اور جرمنی کی اصلی پالیسی۔ میں اس پر زور دیتاهوں۔ اس پر زور دینے سے کبھی نہ تھکنا چاهئے کیونکہ اگر هم اس کو بھول گئے تو هم موجودہ جنگ میں کچھ بھی نہیں سمجھ

سکتے اور پھر ہم ہر بورژوا اشتہار باز کے سامنے لاچار ہوں گے جو پر فریب باتیں ہمارے اوپر مسلط کریگا۔

ان عظیم‌ترین سرمایہ‌دار دیوؤں کے دونوں گروہوں — برطانیہ اور جرمنی — کی اصلی سیاست کا، جنھوں نے اپنے اپنے اتحادیوں کے ساتھ ملکر ایک دوسرے پر دھاوا بولا، اس سیاست کا جنگ سے قبل کے دسیوں برسوں کے دوران مجموعی طور پر مطالعہ کرنا اور اس کو سمجھنا چاہئے۔ اگر ہم نے اس کو نہ کیا ہوتا تو ہم نہ صرف سائنسی سوشلزم اور عام طور پر ہر طرح کی سماجی سائنس کے بنیادی مطالبات کو ہی نہ بھول جاتے بلکہ ہم نے موجودہ جنگ کو کسی حد تک سمجھنے کے امکان سے بھی اپنے کو محروم کر لیا ہوتا۔ ہم اپنے کو دھوکے باز میلیوکوف کے اختیار میں دے دیتے جو ایک قوم کے خلاف دوسری کے تنگ نظر جنگجو جذبات اور نفرت کو ایسے طریقوں سے اکساتا ہے جو بلا استثنا ہر جگہ استعمال کئے جاتے ہیں، ایسے طریقے جن کے بارے میں کلاؤزیویتس نے جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں، ۸۰ سال پہلے لکھا تھا اور اسی وقت ان خیالات کا مذاق اڑایا تھا یعنی یہ کہ قومیں امن‌چین سے رہتی تھیں اور پھر وہ لڑنے لگیں! جیسے کہ یہ سچ ہی ہو! کیا جنگ کی وضاحت کسی ریاست کی پچھلی پالیسی سے، ریاستوں کے معینہ سسٹم، معینہ طبقوں کی پچھلی پالیسی سے مربوط کئے بغیر ممکن ہے؟ میں پھر دھراتا ہوں: یہ بنیادی سوال متواتر فراموش کیا جاتا ہے جس کو نہ سمجھنے کیوجہ سے جنگ کے بارے میں ۹۰ فیصدی بات‌چیت محض توتو میں میں اور لفظی تکرار بن‌جاتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ نے لڑنےوالی طاقتوں کے دونوں گروہوں کی پالیسی کا مطالعہ دسیوں برسوں کے دوران نہیں کیا (تا کہ یہ اتفاق نہ ہو کہ آپ انفرادی مثالیں لیں)، اگر آپ نے اس جنگ کا پچھلی سیاست سے رابطہ نہیں دکھایا تو آپ نے اس جنگ کے بارے میں کچھ نہیں سمجھا ہے!

اور یہ پالیسی ہم کو محض ایک بات دکھاتی ہے: دنیا کے دو بہت بڑے دیوؤں، سرمایہ‌دار معیشتوں میں متواتر معاشی رقابت۔ ایک طرف برطانیہ ہے، وہ جو کرۂ ارض کے زیادہ تر حصے کا مالک ہے، وہ ملک جو دولت میں اول جگہ پر ہے، جس نے اس دولت کو

اپنے مزدوروں کی محنت سے نہیں کمایا ہے بلکہ زیادہ تر بےشمار نوآبادیوں کے استحصال سے ، برطانوی بینکوں کی بےحد طاقت سے ، جو باقی بینکوں کے سربراہ بن کر شمار کے لحاظ سے بہت معمولی کوئی تین چار پانچ بہت بڑے بینکوں کے گروپ میں متحد ہو گئے ہیں اور سیکڑوں ارب روبلوں کا انتظام کر رہے ہیں اور اس طرح کہ بلا کسی مبالغے کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کرۂارض پر کوئی بھی زمین کا قطعہ ایسا نہیں ہے جہاں اس سرمائے کا بھاری ہاتھ نہ پہنچا ہو ، زمین کا کوئی قطعہ نہیں ہے جہاں برطانوی سرمائے نے اپنے ہزاروں جال نہ پھیلا دئے ہوں۔ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں یہ سرمایہ اس حد تک بڑھا کہ اس کی سرگرمیاں الگ الگ ملکوں سے نکل کر دور دور تک ہونے لگیں اور بےمثال دولت رکھنے والے بڑے بڑے بینکوں کے گروپ بنائے گئے۔ اس سرمائے نے ان معدودے چند بینکوں کو فروغ دیکر ، سیکڑوں ارب روبلوں کے اس جال میں دنیا کو پھنسا لیا۔ یہ ہے بنیادی بات برطانیہ کی معاشی پالیسی اور فرانس کی معاشی پالیسی میں جس کے بارے میں خود فرانسیسی ادیب ، مثال کے لئے اخبار ”یومانیتے،، (۲۹) کے کارکنوں نے ، جس کے سربراہ آجکل سابق سوشلسٹ ہیں (مثلاً کوئی اور نہیں بلکہ مالیاتی مسائل پر مشہور لکھنے والے لیزس) جنگ سے کچھ سال پہلے ہی لکھا تھا : ”فرانس — یہ مالیاتی شاہی ہے ، فرانس — یہ مالیاتی اولیگارشی ہے ، فرانس — ساری دنیا کو قرض دینے والا ہے،،۔

دوسری طرف ، اس گروپ کے خلاف ، خاص طور سے برطانوی فرانسیسی گروہ کے خلاف، سرمایہداروں کا ایک اور گروہ ابھرا ہے جو اور زیادہ درندہ اور لٹیرا ہے ، ایسا گروہ جو سرمایہداروں کی دعوت کی میز پر اس وقت آیا جب جگہیں بھر چکی تھیں لیکن اس نے جدوجہد میں سرمایہ دارانہ پیداوار کو ترقی دینے کے نئے طریقے رائج کئے ، ٹکنیک کو ترقی دی ، ایسی بےنظیر تنظیم کی جس نے پرانی سرمایہداری ، آزاد مقابلے کی سرمایہداری کو بڑے بڑے ٹرسٹوں ، سینڈیکیٹوں اور کارٹیلوں کی سرمایہداری میں بدل دیا۔ اس گروہ نے ریاست کی کنٹرولشدہ سرمایہ دارانہ پیداوار کی ابتدا کی ، سرمایہداری کی زبردست طاقت کو

ریاست کی زبردست طاقت سے ایک مشینری میں متحد کر دیا اور کروڑوں آدمیوں کو ریاستی سرمایہ‌داری کی واحد تنظیم میں لے آیا۔ یہ رہی معاشی تاریخ ، یہ رہی سیاسی تاریخ چند دھائی برسوں کے دوران جس سے کوئی بھی گریز نہیں کر سکتا۔ یہی ایک بات آپ کو جنگ کے بارے میں سوال کے صحیح حل کا راستہ بتاتی ھے اور آپ کو یہاں تک لے جاتی ھے کہ موجودہ جنگ بھی ان طبقوں کی پالیسی کی پیداوار ھے جو اس جنگ میں الجھ گئے ھیں ، دو زبردست دیوؤں کی جنھوں نے جنگ سے بہت پہلے ھی ساری دنیا پر ، تمام ملکوں پر اپنے مالیاتی استحصال کا جال مارا اور جنگ سے پہلے ساری دنیا کو اپنے درمیان تقسیم کر لیا۔ ان کو آپس میں ٹکرانا ھی تھا کیونکہ سرمایہ‌داری کے نقطۂ نظر سے اس ملکیت کی تقسیم نو ناگزیر ھو گئی تھی۔

پرانی تقسیم کی بنیاد یہ تھی کہ برطانیہ نے چند صدیوں کے دوران اپنے سابق مقابلہ کرنےوالوں کو برباد کردیا۔ اس کا سابق مقابلہ کرنےوالا ھالینڈ تھا جو ساری دنیا پر راج کرتا تھا، اس کا سابق مقابلہ کرنےوالا فرانس تھا جس نے اپنے تسلط کے لئے تقریباً ایک صدی تک جنگ کی۔ طویل جنگوں کے ذریعہ برطانیہ نے اپنی معاشی طاقت کی بنیاد پر ، اپنے تجارتی سرمائے کی طاقت سے اپنے مسلمہ راج کا سکہ ساری دنیا پر بٹھا دیا۔ ۱۸۷۱ء میں ایک نیا لٹیرا ، نئی سرمایہ‌دار طاقت پیدا ھوئی جو برطانیہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ تیز رفتار سے بڑھی۔ یہ بنیادی واقعہ ھے۔ آپ کو معاشی تاریخ کی ایک بھی ایسی کتاب نہ ملےگی جسمیں اس مسلمہ واقعہ کو نہ تسلیم کیا گیا ھو یعنی جرمنی کی زیادہ تیز رفتار ترقی کو۔ جرمنی کی سرمایہ‌داری کی یہ تیز رفتار ترقی ایک نوجوان اور طاقتور درندے کی ترقی تھی جس نے یورپی طاقتوں کے اجتماع میں آ کر کہا ” آپ نے ھالینڈ کو تباہ کر دیا ، آپ نے فرانس کو توڑ دیا ، آپ نے آدھی دنیا کو اپنے ھاتھ میں لے لیا۔ اب مہربانی کر کے ھمیں بھی مناسب حصہ دیجئے “۔ اور ” مناسب حصے “ کا مطلب کیا ھوا ؟ اس کا تعین سرمایہ‌دار دنیا میں ، بینکوں کی دنیا میں کیسے کیا جائے ؟ وھاں طاقت کا تعین بینکوں کی تعداد سے ھوتا ھے ، وھاں طاقت کا تعین اس طرح ھوتا ھے

جیسے امریکی ارب‌پتیوں کے ایک ترجمان نے خالص امریکی صاف گوئی اور خالص امریکی نک چڑھےپن کے ساتھ اس کا تعین کیا ھے۔ اسمیں اعلان کیا گیا ”یورپ میں دنیا پر تسلط حاصل کرنے کے لئے جنگ ھو رھی ھے۔ دنیا پر تسلط حاصل کرنے کے لئے دو چیزوں کی ملکیت کی ضرورت ھے: ڈالر اور بینک۔ ڈالر ھمارے پاس ھیں، بینک ھم بنالیں‌گے اور دنیا پر راج کریں‌گے“۔ یہ اعلان ھے امریکی ارب‌پتیوں کے سربراہ اخبار کا۔ مجھے یہ کہنا پڑتا ھے کہ گھمنڈی اور بےشرم ارب‌پتی کے اس امریکی نک‌چڑھے جملے میں ھزارگنا زیادہ حقیقت ھے بمقابلہ بورژوا جھوٹوں کے ان ھزاروں مضامین کے جو اس جنگ کی وجہ بعض قومی مفادات، قومی مسائل قرار دیتے ھیں اور اسی طرح کے کھلے جھوٹ بولتے ھیں جو تاریخ سے بالکل گریز کرتے ھیں اور منفرد مثال لیتے ھیں جیسے یہ واقعہ کہ جرمن درندوں نے بلجیم پر حملہ کر دیا۔ یہ واقعہ، بلاشبہ، سچ ھے۔ ھاں، درندوں کا یہ گروہ بےمثال درندگی کے ساتھ بلجیم پر ٹوٹ پڑا لیکن اس نے وھی کیا جو ان کے دوسرے گروہ نے کل دوسرے طریقوں سے کیا تھا اور آج بھی دوسری قوموں کے ساتھ کر رھا ھے۔

جب ھم جبری الحاق کے بارے میں بحث کرتے ھیں — یہ سوال اس سے تعلق رکھتا ھے جس‌کی میں نے آپ سے مختصر طور سے ان معاشی اور سیاسی تعلقات کی تاریخ کی حیثیت سے وضاحت کرنے کی کوشش کی ھے جو موجودہ جنگ کا باعث ھوئے ھیں — جب ھم جبری الحاق پر بحث کرتے ھیں تو ھمیشہ یہ بھول جاتے ھیں کہ عام طور پر یہی وہ بات ھے جسکی وجہ سے جنگ ھو رھی ھے یعنی مقبوضات کی تقسیم کے لئے یا زیادہ مقبول عام طریقے سے کہتے ھوئے، ڈاکوؤں کے دو گروھوں میں لوٹے ھوئے مال کی تقسیم کے لئے۔ اور جب ھم جبری الحاق پر بحث کرتے ھیں تو ھمیں برابر ایسے طریقے ملتے ھیں جو سائنسی لحاظ سے کسی نکتہ‌چینی کے خلاف نہیں ٹھہر سکتے اور پبلک صحافت کے لحاظ سے ان طریقوں کو سخت فریب‌دھی کے سوا اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ آپ کسی روسی شاونسٹ یا سوشل شاونسٹ سے پوچھیں اور وہ آپ سے اس کی بہت اچھی وضاحت کریگا کہ جرمنی کی طرف سے جبری الحاق کے کیا معنی ھیں۔ وہ اس کو

خوب سمجھتا ھے ۔ لیکن وہ آپ کی درخواست کے جواب میں جبری الحاق کی کوئی ایسی عام تعریف نہیں پیش کریگا جو جرمنی ، برطانیہ اور روس سبھی کےلئے موزوں ھو ۔ وہ اس کو کبھی نہیں پیش کریگا ! اور جب اخبار ”ریچ،، (۳۰) نے (تاکہ نظرئے سے عمل پر آئے) ھمارے اخبار ”پراودا،، (۳۱) کا یہ کہہ کر مذاق اڑایا ”یہ پراوداوالے کورلینڈ (۳۲) کو جبری الحاق سمجھتے ھیں ! ایسے لوگوں سے کیا بات کی جا سکتی ھے ؟،، اور جب ھم نے جواب دیا ”مہربانی کر کے ھمیں جبری الحاق کی کوئی ایسی تعریف دیجئے جو جرمنی ، برطانیہ اور روس کے لئے مناسب ھو اور ھم اسمیں یہ اضافہ کرتے ھیں کہ یا تو آپ اس سے باز آئیں یا ھم آپ کا ابھی بھانڈا پھوڑتے ھیں ،،— ”ریچ،، خاموش ھو گیا ۔ ھم یہ دعوی کرتے ھیں کہ کوئی بھی اخبار ، نہ تو عام طور پر ان شاونسٹوں کے جو محض یہ کہتے ھیں کہ وطن کی حفاظت کرنا چاھئے اور نہ سوشل شاونسٹوں کے اخباروں نے کبھی جبری الحاق کی کوئی ایسی تعریف نہیں پیش کی جو جرمنی اور روس دونوں کے لئے موزوں ھو سکتی تاکہ اس کو ھر فریق کے لئے استعمال کیا جا سکتا ۔ اور یہ پیش بھی نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ ساری جنگ جبری الحاق کی پالیسی کا سلسلہ ھے یعنی مقبوضات ، جنگ میں الجھے ھوئے دونوں فریقوں کی طرف سے سرمایہدارانہ لوٹ‌مار کی پالیسی کا سلسلہ ھے ۔ اس لئے یہ سمجھ میں آتا ھے کہ یہ سوال ھمارے لئے کوئی اھمیت نہیں رکھتا کہ ان دو درندوں میں سے کس نے پہلے چاقو نکالا ۔ چند دھائی برسوں کے دوران دونوں گروھوں کے بحری اور جنگی اخراجات کی تاریخ لے لیجئے ، ان چھوٹی جنگوں کی تاریخ لے لیجئے جو انھوں نے بڑی جنگ سے پہلے لڑیں — ”چھوٹی،، اس لئے کہ ان میں یورپی لوگ کم مرے ، لیکن ان قوموں کے لاکھوں آدمی مرے جنکا گلا گھونٹا جاتا ھے ، جنکو ان کے نقطۂ نظر سے قوم تک نہیں سمجھا جاتا (بھلا یہ ایشیائی ، افریقی کوئی قوم ھیں ؟) ۔ ان قوموں کے خلاف ایسی جنگیں لڑی گئیں کہ وہ نہتی تھیں اور ان کو مشین گنوں کا نشانہ بنادیا گیا ۔ کیا ان کو جنگ کہا جاسکتا ھے ؟ سچ پوچھئے تو یہ

جنگیں نہیں ہیں اور ان کو بھلایا جا سکتا ہے۔ یہ ہے کثیرتعداد عوام کو قطعی فریب‌دھی کے لئے ان کا رویہ۔

موجودہ جنگ مقبوضات، پوری پوری قوموں کو گولیوں کا نشانہ بنانے، افریقہ میں جرمنوں اور انگریزوں کی اور ایران میں انگریزوں اور روسیوں کی بے‌مثال درندگی کی پالیسی کا سلسلہ ہے اور پتہ نہیں کہ ان میں کون زیادہ ظالم ہے۔ اسی وجہ سے جرمن سرمایہ‌دار ان کے دشمن ہو گئے۔ اچھا، تم زیادہ طاقتور ہو کیونکہ تم امیر ہو؟ لیکن ہم تم سے زیادہ طاقتور ہیں کیونکہ ہم کو بھی لوٹ مار کا "مقدس" حق حاصل ہے۔ یہ ہے برطانیہ اور جرمنی کے مالیاتی سرمائے کی حقیقی تاریخ جنگ سے پہلے کے کچھ دھائی برسوں کے دوران۔ یہ ہے روسی — جرمن، روسی — برطانوی اور جرمن — برطانوی تعلقات کی تاریخ۔ یہ ہے اس بات کو سمجھنے کی کنجی کہ جنگ کیوں ہو رہی ہے۔ اسی لئے جنگ چھڑنے کے بارے میں جو داستان پھیلائی گئی ہے وہ پرفریب اور دھوکا دینے‌والی ہے۔ مالیاتی سرمائے کی تاریخ کو فراموش کر کے، یہ تاریخ بھول کر کہ یہ جنگ کیسے حصہ بانٹ کے لئے پک رہی تھی معاملے کو یوں پیش کیاجاتا ہے: دو قومیں امن چین سے رہتی تھیں، پھر ایک نے حملہ کر دیا اور دوسری نے مدافعت کی۔ ساری سائنس بھلادی گئی، بینک فراموش کر دئے گئے، قوموں کو ہتیار لیکر اٹھ کھڑے ہونے کی دعوت دی گئی، کسانوں کو ہتیار اٹھانے کی دعوت دی گئی جو یہ بھی نہیں جانتے کہ سیاست کیا ہے۔ مدافعت کی ضرورت ہے، بس یہی سب کچھ ہے! اگر اس طرح بحث کی جائے تو منطقی بات یہ ہوگی کہ سب اخباروں کو بند کر دیا جائے، کتابوں کو جلا دیا جائے اور پریس میں جبری الحاق کے ذکر کی ممانعت کردی جائے۔ اسی طرح جبری الحاق کے بارے میں اس نقطۂ‌نظر کو بجا قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ جبری الحاقوں کے بارے میں سچ نہیں کہہ سکتے کیونکہ روس، برطانیہ اور جرمنی کی ساری تاریخ جبری الحاقوں کے لئے مسلسل، وحشیانہ اور خون‌آشام جنگ ہے۔ ایران اور افریقہ میں لبرلوں نے بے‌رحمانہ لڑائیاں لڑیں جنھوں نے ہندستان میں سیاسی مجرموں کو اسلئے تازیانوں کی سزا دی کہ انہوں نے ایسے مطالبات پیش کرنے

کی جرأت کی جن کے لئے ہمارے یہاں روس میں جدوجہد کی گئی تھی۔ فرانسیسی نوآبادیاتی فوجوں نے بھی قوموں کو کچلا۔ یہ ہے پچھلی تاریخ، یہ ہے بےمثال لوٹ مار کی سچی تاریخ! یہ ہے ان طبقوں کی پالیسی جس کا سلسلہ موجودہ جنگ ہے۔ اسی لئے جبری الحاقوں کے بارے میں سوال پر وہ ایسا جواب نہیں دے سکتے جو ہم دیتے ہیں جب ہم یہ کہتے ہیں : ہر قوم جو دوسری قوم سے اپنی اکثریت کی رضاکارانہ مرضی سے نہیں بلکہ باد شاہ یا حکومت کے فیصلے سے متحد ہے وہ جبری الحاق میں لائی ہوئی قوم ہے، مقبوضہ قوم ہے۔ جبری الحاق سے انکار کا مطلب ہے ہر قوم کو یہ حق دینا کہ وہ اپنی الگ ریاست قائم کر سکے یا جس سے چاہے متحد ہوکر رہے۔ ایسا جواب اس مزدور کے لئے بالکل صاف ہے جو کچھ نہ کچھ شعور رکھتا ہے۔

ہر قرارداد میں جو دسیوں کی تعداد میں منظور ہوتی ہیں اور جو مثلاً اخبار ”زیملیا اور وولیا“ (۳۳) میں شایع ہوتی ہیں آپ کو یہ جواب ملےگا جس کا اظہار بری طرح کیا گیا ہے : ہم دوسری قوموں پر تسلط حاصل کرنے کے لئے جنگ نہیں چاہتے، ہم اپنی آزادی کے لئے جنگ کر رہے ہیں — یہ سارے مزدور اور کسان کہتے ہیں، اور اس طرح وہ مزدوروں اور محنت‌کش لوگوں کا یہ نقطۂ نگاہ پیش کرتے ہیں کہ وہ جنگ کو کیسے سمجھتے ہیں۔ اس طرح وہ کہتے ہیں : اگر جنگ استحصال کرنےوالوں کے خلاف محنت‌کشوں کے مفادات کے لئے ہوتی تو ہم جنگ کے حق میں ہوتے۔ اور تب ہم بھی جنگ کے حق میں ہوتے اور کوئی ایسی انقلابی پارٹی نہیں ہے جو ایسی جنگ کے خلاف ہوتی۔ کثیر تعداد قراردادوں کے یہ خالق حق پر نہیں ہیں کیونکہ وہ معاملہ کو اپنے سامنے اس طرح رکھتے ہیں جیسے وہ خود جنگ کر رہےہوں۔ ہم، سپاہی، ہم، مزدور، ہم، کسان اپنی آزادی کے لئے لڑرہے ہیں۔ میں اس سوال کو کبھی نہ بھولونگا جو ایک جلسے کے بعد ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا تھا : ”آپ سب کچھ سرمایہ‌داروں کے خلاف کیوں کہتے ہیں؟ اچھا، تو کیا میں سرمایہ‌دار ہوں؟ ہم مزدور ہیں، ہم اپنی آزادی کی مدافعت کر رہے ہیں“۔ یہ غلط ہے — تم لڑ رہے ہو کیونکہ تم اپنی سرمایہ‌داروں کی حکومت کے فرماں‌بردار

ہو، جنگ قومیں نہیں بلکہ حکومتیں کر رہی ہیں۔ مجھے حیرت نہیں ہوتی اگر مزدور یا کسان، جو سیاست سے بےبہرہ ہے، جو خوش قسمتی یا بدقسمتی سے فن سیاست کے رازوں سے، سالیاتی سرمائے کے لوٹ‌مار کی تصویر سے (مثلاً روس اور برطانیہ کے ہاتھوں ایران پر جبروتشدد) ناواقف ہے، مجھے حیرت نہیں ہوتی کہ وہ اس تاریخ کو بھول جاتا ہے، وہ سادہ‌لوحی سے پوچھتا ہے: اگر میں لڑ رہاہوں تو مجھے سرمایہ‌داروں سے کیا مطلب؟ وہ جنگ کا حکومت سے تعلق نہیں سمجھتا، وہ نہیں سمجھتا کہ جنگ تو حکومت چلا رہی ہے اور وہ حکومت کا آلۂ‌کار ہے۔ وہ اپنے کو انقلابی لوگوں میں شمار کر سکتا ہے، حسین الفاظ‌والی تجویز لکھ سکتاہے — روسیوں کے لئے یہی بہت ہے کیونکہ یہ صرف حال ہی میں ان کی زندگی میں رائج ہوا ہے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے عارضی حکومت (۳۴) کا ''انقلابی'' اعلان شایع ہوا ہے۔ اس سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ دوسری قوموں نے جو سرمایہ‌داروں کے ہاتھوں عوام کو دھوکا دینے کے فن کے ''انقلابی'' منشور لکھنےوالے شعبے میں ہم سے زیادہ تجربےکار ہیں اسمیں دنیا کے ریکارڈ مدتوں ہوئے توڑ رکھے ہیں۔ اگر آپ فرانسیسی ریپبلک کی پارلیمانی تاریخ اس وقت سے لیں جب سے وہ زارشاہی کی حمایت کرنےوالی ریپبلک ہوگئی تو ہمارے پاس فرانسیسی پارلیمانی تاریخ کو جاری رکھنےوالے دسیوں برسوں کے دوران دسیوں ایسی مثالیں ہیں جب انتہائی خوبصورت الفاظ سے بھرے ہوئے منشوروں کے پردے میں نوآبادیاتی اور مالیاتی لوٹ‌مار کی انتہائی گندی پالیسی چھپی ہوئی تھی۔ تیسری فرانسیسی ریپبلک (۳۵) کی تاریخ اسی لوٹ‌مار کی تاریخ ہے۔ موجودہ جنگ کے سرچشمے یہی ہیں۔ یہ نہ تو سرمایہ‌داروں کی بری نیت کا نتیجہ ہے اور نہ بادشاہوں کی کسی غلط سیاست کا۔ اس طرح دیکھنا ٹھیک نہ ہوتا۔ نہیں، یہ جنگ بہت زبردست اور بڑی سرمایہ‌داری کی خصوصاً بینکوں کی اس ناگزیر ترقی سے پیدا ہوئی ہے جو یہاں تک پہنچ گئی کہ برلن میں کوئی چار بینک اور لندن میں پانچ یا چھ بینک ساری دنیا پر راج کر رہے ہیں، سارے ذرائع اپنی مٹھی میں لئے ہیں، اپنی مالیاتی پالیسی کو اسلحہ کی ساری طاقت سے مضبوط کر رہے ہیں

اور بالآخر بےمثال وحشیانہ تصادم میں اس لئے باہم دست وگریبان ھیں کہ آزادانہ قبضہ گیری کے لئے اب کہیں اور آگے جانے کی گنجائش نہیں رھی ھے۔ یا تو ایک اپنی نوآبادیوں کی ملکیت سے دست بردار ہو جائے یا دوسرا۔ اس طرح کے مسائل سرمایہداروں کی اس دنیا میں خیرسگالی کے ساتھ نہیں طے کئے جاتے۔ اس کو صرف جنگ کے ذریعہ ھی طے کیا جاسکتا ھے۔ اسی لئے یہاں ایک یا دوسرے تاجدار ڈاکو (۳۶) کو ملزم قرار دینا لغو ھے۔ یہ تاجدار ڈاکو سب ایک سے ھیں۔ اسی لئے اس یا اس ملک کے سرمایہداروں کو بھی ملزم قرار دینا لغو ھے۔ ان کا قصور صرف یہ ھے کہ انھوں نے ایسا نظام رائج کیا۔ لیکن یہ تمام قوانین کے مطابق کیا جاتا ھے جن کی حفاظت مہذب ریاست کی پوری طاقت کرتی ھے۔ "یہ میرا پورا حق ھے، میں حصے خریدتا ھوں۔ ساری عدالتیں، ساری پولیس، ساری مستقل فوج اور سارا بحری بیڑہ میرے حصوں کے اس مقدس حق کی حفاظت کرتا ھے"۔ اگر ایسے بینک قائم کئے جاتے ھیں جو کروڑوں اربوں روبل ھتیاتے ھیں، اگر انھوں نے بینکوں کی لوٹ مار کا جال ساری دنیا میں پھیلا دیا ھے، اگر یہ بینک جان لیوا کشمکش میں مبتلا ھو گئے ھیں تو کون قصوروار ھے؟ قصوروار تلاش کرو! اس کے لئے نصف صدی کے دوران سرمایہداری کا ارتقا قصوروار ھے اور سرمایہداروں کے راج کے خاتمے اور مزدور انقلاب کے بغیر اس سے نجات نہیں مل سکتی۔ یہ ھے وہ جواب جو ھماری پارٹی نے جنگ کے تجزئے سے اخذ کیا ھے، اسی لئے ھم کہتے ھیں: جبری الحاقوں کے بارے میں بہت ھی سیدھے سوال کو اتنا الجھایا گیا ھے، بورژوا پارٹیوں کے نمائندوں نے اتنا جھوٹ بولا ھے کہ وہ معاملے کو اس طرح پیش کر سکتے ھیں کہ گویا کورلینڈ کا جبری الحاق روس نے نہیں کیا ھے۔ ان تین تاجدار ڈاکوؤں نے کورلینڈ اور پولینڈ کو ملکر تقسیم کر لیا۔ وہ سو سال سے یہی کر رھے تھے۔ وہ زندہ گوشت نوچ رھے تھے اور روسی ڈاکو نے زیادہ گوشت نوچا کیونکہ وہ اس وقت زیادہ طاقت ور تھا۔ اور جب کمسن درندہ جس نے اس وقت کی تقسیم میں حصہ لیا تھا بڑھکر مضبوط سرمایہدار طاقت جرمنی بن گیا تو اس نے کہا: آؤ دوبارہ تقسیم کریں! تم پرانے کو

برقرار رکھنا چاہتے ہو ؟ تم خیال کرتے ہو کہ تم زیادہ طاقتور ہو ؟ آؤ دیکھ لیں !

یہ ہے جنگ کا نچوڑ ۔ درحقیقت '' آؤ دیکھ لیں ! ،، کی للکار صرف دسیوں برسوں کی لوٹ‌سار کی پالیسی ، بڑے بڑے بینکوں کی پالیسی کا اظہار ہے ۔

پہلی بار '' پراودا ،، کے شمارہ ۹۳ میں ، ۲۳ اپریل ۱۹۲۹ ء کو شائع کیا گیا

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن ، جلد ۳۲، صفحات ۹۰ — ۹۷

پارٹی پروگرام پر نظرثانی کے مخزن

(۳) روسی سوشل ڈیمو کریٹک لیبر پارٹی (بالشویک) کی ساتویں (اپریل) کل روس کانفرنس کے ایک سکشن کے نوٹوں پر اظہار رائے

(اقتباس)

درحقیقت سامراج سرمایہ‌داری کو نیچے سے اوپر تک نہیں بدلتا ہے اور نہیں بدل سکتا ہے۔ سامراج سرمایہ‌داری کے تضادوں کو الجھاتا اور شدید بناتا ہے، وہ آزاد مقابلے سے اجارے‌داری کو ''الجھا،، دیتا ہے لیکن ایکس چینج، منڈی، مقابلے اور بحران وغیرہ کو سامراج دور نہیں کر سکتا۔

سامراج فرسودہ سرمایہ‌داری ہے، سرمایہ‌داری جو مری نہیں ہے لیکن سررہی ہے۔ خالص اجارے‌داری نہیں بلکہ اجارے‌داری ایکس‌چینج، منڈی، مقابلے اور بحران کے ساتھ — یہ ہے عام طور پر سامراج کی اصلی خصوصیت۔

اسی لئے عام طور پر ایکس‌چینج، اشیائے تجارت کی پیداوار اور بحران وغیرہ کے تجزئے کو چھوڑ دینا اور اس تجزئے کو کلی طور پر سامراج کے تجزئے سے ''بدل دینا،، نظریاتی لحاظ سے ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ ایسا کوئی کلیہ نہیں ہے۔ مقابلے سے اجارے‌داری میں عبور ہے اور ایسا پروگرام کہیں زیادہ صحیح، کہیں زیادہ حقیقت پسندانہ ہوگا جو ایکس‌چینج، اشیائے‌تجارت کی پیداوار اور بحران وغیرہ کے عام تجزئے کو برقرار رکھے اور اسمیں بڑھتی ہوئی اجارے‌داری کی خصوصیات کا اضافہ کرے۔ ایک دوسرے سے متضاد ''اصولوں،، کا

یہی اتحاد یعنی مقابلہ اور اجارےداری ، یہی سامراج کا نچوڑ ہے اور یہی اس کی بربادی کا سبب ہے یعنی سوشلسٹ انقلاب کا۔

اپریل — مئی ۱۹۱۷ ء میں
لکھا گیا۔

جون ۱۹۱۷ء کے پہلے نصف میں "پارٹی پروگرام پر نظرثانی کے مواد" نامی پمفلٹ میں چھپا جو پیٹروگراد کے اشاعت گھر "پری بوئی" نے شائع کیا

لینن کا مجموعۂ تصانیف ، پانچواں روسی ایڈیشن ، جلد ۳۲ ، صفحات ۱۳۶ — ۱۳۵

پارٹی پروگرام پر نظرثانی[۴۷]

(اقتباس)

(۵)

اب ہمیں اس خاص مسئلے کے بارے میں نتائج اخذ کرنے کی ضرورت ہے جس پر سارے بالشویکوں کے بالاتفاق فیصلے کے مطابق نئے پروگرام میں سب سے پہلے وضاحت کرنا چاہئے اور اس کا تعین کرنا چاہئے۔ یہ مسئلہ ہے سامراج کے بارے میں۔ کامریڈ سوکولنیکوف اس کے حامی ہیں کہ ایسی وضاحت اور تعین زیادہ کارآمد ہوگا اگر وہ ٹکڑوں میں دیا جائے، یوں کہنا چاہئے کہ سامراج کی مختلف علامتوں کو پروگرام کے مختلف پیراگرافوں کے درمیان تقسیم کر دینا چاہئے۔ میرے خیال میں یہ زیادہ کارآمد ہوگا کہ ان تمام باتوں کو جو سامراج کے بارے میں کہنے کی ضرورت ہے پروگرام کے ایک خاص پیراگراف یا خاص حصے میں یکجا کیا جائے۔ پارٹی کے ممبروں کے سامنے اس وقت دونوں مسودے ہیں اور کانگرس اس کا فیصلہ کرے گی۔ لیکن ہم کو کامریڈ سوکولنیکوف سے اس بات پر قطعی اتفاق ہے کہ سامراج کے بارے میں کہنا ضروری ہے اور یہ غور کرنا ہے کہ آیا اس پر اختلاف تو نہیں ہے کہ سامراج کی وضاحت اور تعین کیسے ہو۔

اس نقطۂ نظر سے ہم نئے پروگرام کے دونوں مسودوں کا موازنہ کرتے ہیں۔ میرے مسودے میں سامراج کی پانچ خاص اور تمیزی علامتیں لی گئی ہیں: (۱) سرمایہداروں کے اجارےدارانہ اتحاد، (۲) بینک کے سرمائے کا صنعتی سرمائے سے اتصال، (۳) غیرملکوں کو سرمائے کی برآمد، (۴) دنیا کی علاقائی تقسیم جو ہوچکی ہے، (۵) دنیا کی تقسیم معاشی بین‌اقوامی ٹرسٹوں کے درمیان (میرے پمفلٹ

”سامراج ، سرمایہ‌دار نظام کی جدیدترین منزل،، میں جو ” پارٹی پروگرام پر نظرثانی کے سواد،، کے بعد شائع ھوا سامراج کی یہ پانچ تمیزی علامتیں صفحہ ۸۵ پر دی گئی ھیں *) - کامریڈ سوکولنیکوف کے مسودے میں سافیہ کے لحاظ سے ھم یہی پانچ علامتیں اس طرح پاتے ھیں کہ بظاھر ھماری پارٹی میں سامراج کے مسئلے کے بارے میں پورا اتفاق معلوم ھوتا ھے جیسی کہ توقع تھی کیونکہ اس مسئلے پر ھماری پارٹی کے عملی پروپیگنڈے نے ، زبانی اور تحریری دونوں ، بہت دنوں سے ، انقلاب کی بالکل ابتدا سے اس بنیادی مسئلے پر سارے بالشویکوں کے پورے اتفاق کا اظہار کیا ھے -

اب اس کا جائزہ لینا باقی رہ گیا ھے کہ دونوں مسودوں کے درمیان سامراج کی تعریف اور خصوصیات کو مرتب کرنے میں کیا فرق ھیں - دونوں مسودوں میں ٹھوس طور پر یہ دکھایا گیا ھے کہ کس وقت سے ، صحیح طور پر سرمایہ‌داری کے سامراج میں تبدیل ھونے کے بارے میں کہا جا سکتا ھے اور ایسے بیان کی ضرورت کے خلاف معاشی ارتقا کے سارے اندازے کی درستی اور تاریخی صحت کے مفادات کے حق میں بحث کی جا سکتی ھے - کامریڈ سوکولنیکوف کہتے ھیں ” پچھلی چوتھائی صدی میں،، اور میرے مسودے میں کہا گیا ھے ” تقریباً بیسویں صدی کی ابتدا سے،، - سامراج پر متذکرہ بالا پمفلٹ میں (مثلاً صفحات ۱۰ و ۱۱ پر) میں نے ایک ماھر معاشیات کی جس نے کارٹیلوں اور سینڈیکیٹوں کا خاص طور سے مطالعہ کیا ھے یہ شہادت پیش کی ھے کہ یورپ میں کارٹیلوں کی مکمل فتح کی طرف موڑ ۱۹۰۰ء — ۱۹۰۳ء کے بحران کے ساتھ آیا - اسی لئے میرے خیال میں ” پچھلی چوتھائی صدی میں ،، کے مقابلے میں ” تقریباً بیسویں صدی کی ابتدا سے ،، کہنا زیادہ صحیح ھوگا - یہ اس وجہ سے بھی اور زیادہ صحیح ھوگا کہ جس ماھر کا میں نے ابھی ذکر کیا ھے اس کی طرح عام طور پر یورپ کے ماھرین معاشیات زیادہ‌تر جرمنی کی معلومات کی بنا پر کام کرتے ھیں اور جرمنی کارٹیل بنانے میں دوسرے ملکوں کو کہیں پیچھے چھوڑ چکا ھے -

---

* دیکھئے اس کتاب کے صفحات ۳۸ — ۳۹ - (ایڈیٹر)

مزیدبرآں ، میرے مسودے میں اجارےداریوں کے بارے میں کہا گیا ہے : ”سرمایہداروں کے اجارےدارانہ اتحادوں نے فیصلہ کن اہمیت اختیار کرلی ہے“۔ کامریڈ سوکولنیکوف کے مسودے میں اجارےدارانہ اتحادوں کا ذکر کئی بار آیا ہے لیکن ان سب بیانوں میں سے صرف ایک نسبتاً اپنی وضاحت کے لحاظ سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے جو ذیل میں دیا جا رہا ہے :

”... پچھلی چوتھائی صدی میں سرمایہدارانہ طور پر منظم کی ہوئی پیداوار کا براہ راست یا بالواسطہ کنٹرول انتہائی طاقتور اور آپس میں متحد بینکوں، ٹرسٹوں اور سینڈیکیٹوں کے ھاتھ میں آ گیا ہے جنھوں نے مالیاتی سرمائے کے مٹھی بھر سیٹھوں کی رھنمائی میں عالمگیر اجارےدارانہ اتحادوں کی تشکیل کی ہے۔“

مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہاں بہت زیادہ ”پروپیگنڈے“ سے کام لیا گیا ہے یعنی ”عوامی مقبولیت حاصل کرنے کے لئے“ پروگرام میں وہ چیز رکھی گئی ہے جس کی جگہ وہاں نہیں ہے۔ اخباری مضامین ، تقریروں ، مقبول عام پمفلٹوں میں ”پروپیگنڈے“ کی ضرورت ہے لیکن پارٹی پروگرام کا امتیاز معاشی صحت ھونا چاھئے اور اسمیں کوئی فاضل بات نہ ھونی چاھئے۔ یہ کہ اجارےدارانہ اتحادوں نے ”فیصلہ کن اہمیت“ اختیار کرلی ہے ، میرے خیال میں یہ بات سب سے زیادہ صحیح ہے اور اسمیں سب کچھ کہہ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کامریڈ سوکولنیکوف کے مسودے سے جو اقتباس دیا گیا ہے اسمیں ایک بیان نظریاتی نقطۂنظر سے بھی مشکوک ہے : ”سرمایہدارانہ طور پر منظم کی ہوئی پیداوار کا براہ راست یا بالواسطہ کنٹرول“۔ صرف سرمایہدارانہ طور پر منظم کی ہوئی ؟ نہیں ، یہ بہت کمزور بیان ہے۔ وہ پیداوار بھی جو بظاھر سرمایہدارانہ طور پر نہیں منظم کی گئی ہے — چھوٹے چھوٹے کاریگر ، کسان ، نوآبادیوں میں چھوٹے کپاس پیدا کرنےوالے وغیرہ — بینکوں اور عام طور پر مالیاتی سرمائے کی محتاجی میں مبتلا ھو گئی ہے۔ اگر ھم عام طور پر ”عالمگیر سرمایہدار نظام“ کی بات کریںگے (اور

اگر غلطی میں مبتلا ہونا نہیں ہے تو صرف اسی کے بارے میں یہاں بات کرنا چاہئے) تو یہ کہہ کر کہ اجارےدارانہ اتحادوں نے ''فیصلہ کن اہمیت،، اختیار کرلی ہم کسی پیداوار کرنےوالوں کو اس فیصلہ کن اہمیت کی ماتحتی سے مستثنی نہیں کرتے۔ اجارےدارانہ اتحادوں کے اثر کو ''سرمایہ‌دارانہ طور پر منظم کی ہوئی پیداوار،، تک محدود رکھنا غلط ہے۔

مزید یہ کہ کامریڈ سوکولنیکوف کے مسودے میں بینکوں کے رول کے بارے میں ایک ہی بات دو بار کہی گئی ہے: ایک بار متذکرہ بالا اقتباس میں اور دوسری بار بحرانوں اور جنگوں کے بارے میں پیراگراف میں جہاں یہ تعریف دی گئی ہے: ''مالیاتی سرمایہ بینک کے سرمائے کے ساتھ صنعتی سرمائے کے اتصال کی پیداوار ہے،،۔ میرے مسودے میں کہا گیا ہے ''بہت ہی مرکوز بینک کے سرمائے کا صنعتی سرمائے سے اتصال ہو گیا ہے۔،، پروگرام میں اس کو ایک بار کہنا کافی ہے۔

تیسری علامت ''غیرملکوں کو سرمائے کی برآمد بہت بڑے پیمانوں تک پہنچ گئی،، (یہ میرے مسودے میں کہا گیا ہے)۔ کامریڈ سوکولنیکوف کے مسودے میں ''سرمائے کی برآمد،، کا ایک بار معمولی سا ذکر ہے اور دوسری بار بالکل دوسرے سلسلے میں کہا گیا ہے ''نئے ملک جو نفع بالائے نفع ڈھونڈھنےوالے برآمدشدہ سرمائے کے لئے میدان بن گئے ہیں،،۔ نفع بالائے نفع اور نئے ملکوں کے بارے میں اس بیان کو صحیح تسلیم کرنا مشکل ہے کیونکہ سرمائے کی برآمد جرمنی سے اٹلی کو، فرانس سے سوئٹزرلینڈ کو اور اسی طرح دوسرے ملکوں کو ہوئی ہے۔ سامراج میں سرمائے کی برآمد ہونے لگی، پرانے ملکوں کو بھی اور نہ صرف نفع بالائے نفع کے لئے۔ سرمائے کی برآمد کے لحاظ سے جو نئے ملکوں کی صورت میں صحیح ہے وہ عام طور پر صحیح نہیں ہے۔

چوتھی علامت وہ ہے جس کو ہیلفرڈنگ نے ''معاشی علاقے کے لئے جدوجہد،، کا نام دیا ہے۔ یہ نام ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ اس خاص امتیاز کا اظہار نہیں کرتا جو موجودہ سامراج معاشی علاقے کی جدوجہد کی پہلی‌والی شکلوں سے رکھتا ہے۔ قدیم روم نے بھی ایسے علاقوں کے لئے جدوجہد کی، ١٦ و ١٧ویں اور اٹھارھویں

صدی کی یورپی ریاستوں نے بھی جدوجہد کی اور نوآبادیاں فتح کیں اور پرانے روس نے سائبیریا کو فتح کیا وغیرہ وغیرہ۔ موجودہ سامراج کی امتیازی علامت یہ ہے (جیسا کہ پروگرام کے میرے مسودے میں کہا گیا ہے) کہ ''ساری دنیا علاقائی لحاظ سے سب سے زیادہ دولت‌مند ملکوں کے درمیان تقسیم ہو چکی ہے،، یعنی ریاستوں کے درمیان کرۂارض کی تقسیم ختم ہو چکی ہے۔ ٹھیک اسی صورت حال سے دنیا کی تقسیم نو کی جدوجہد کی خاص شدت ابھرتی ہے، اس تصادم کی خاص شدت جو جنگ تک پہنچ گئی ہے۔

کامریڈ سوکولنیکوف کے مسودے میں اس کے اظہار میں الفاظ کثرت سے استعمال کئے گئے ہیں اور نظریاتی طور پر بھی وہ مشکل سے صحیح ہیں۔ میں ابھی ان کا بیان پیش کرونگا لیکن چونکہ اس میں دنیا کی معاشی تقسیم کا سوال بھی شامل ہے اس لئے ضرورت یہ ہے کہ پہلے سامراج کی اس آخری اور پانچویں علامت کے بارے میں کہا جائے۔ میرے مسودے میں اسکو یوں پیش کیا گیا ہے:

''... بین اقوامی ٹرسٹوں کے درمیان دنیا کی معاشی تقسیم شروع ہو گئی ہے،،۔ سیاسی معاشیات اور اعدادوشمار کی موجودہ معلومات کیوجہ سے مزید کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ دنیا کی اس طرح کی تقسیم بہت ہی اہم عمل ہے لیکن وہ ابھی شروع ہوا ہے۔ دنیا کی اس تقسیم یا دوبارہ تقسیم کے لئے سامراجی جنگیں ہوتی ہیں کیونکہ علاقائی تقسیم ختم ہو چکی ہے یعنی اب کوئی ایسی ''آزاد،، زمین نہیں باقی رہ گئی ہے جو کسی دعوےدار سے جنگ کئے بغیر حاصل کی جاسکے۔

اب دیکھیں کہ کامریڈ سوکولنیکوف نے اس کو کیسے پیش کیا ہے:

''سرمایہ‌دارانہ تعلقات کے تسلط کا حلقہ باہر بھی پھیل رہا ہے اور نئے ملک اس کے اندر لارہا ہے جو سرمایہ‌داروں کے اجارےدارانہ اتحادوں کی اشیائے تجارت کے لئے منڈی، خام اشیا فراہم کرنےوالے اور نفع بالائے نفع تلاش کرنےوالے سرمائے کے استعمال کے لئے میدان بن جاتے ہیں۔ مالیاتی سرمائے کے پاس (جو بینکوں کے سرمائے کے ساتھ صنعتی سرمائے

کے اتصال کی پیداوار ہوتا ہے) جو زبردست قدرزائد جمع ہو جاتی ہے وہ عالمی منڈی میں جھونکی جاتی ہے ۔ زبردست قومی اور کبھی کبھی بین اقوامی طور پر منظم سرمایہ‌داروں کے اتحادوں کی رقابت جو منڈی پر تسلط حاصل کرنے ، زیادہ کمزور ملکوں کے علاقوں کی ملکیت یا کنٹرول کے لئے ہوتی ہے یعنی ان کو بے رحمی کے ساتھ کچلنے کا حق رکھنے کے لئے ، ناگزیر طور پر اس کا نتیجہ ساری دنیا کو امیرترین سرمایہ‌دار ملکوں کے درمیان تقسیم کرنے کی کوششیں اور سامراجی جنگیں ہوتی ہیں جو عام صعوبتوں ، بربادی اور وحشت کا باعث ہیں ،، ۔

یہاں ضرورت سے زیادہ الفاظ کی کثرت ہے جو متعدد نظریاتی غلطیوں کی پردہ‌پوشی کرتے ہیں ۔ دنیا کی تقسیم کی ,, کوششوں ،، کا ذکر کرنا غلط ہے کیونکہ دنیا تو تقسیم ہو چکی ہے ۔ ۱۹۱۴ء — ۱۹۱۷ء کی جنگ دنیا کو ,, تقسیم کرنے کی کوشش ،، نہیں بلکہ اس دنیا کو دوبارہ تقسیم کرنے کی کشمکش ہے جو تقسیم ہوچکی ہے ۔ جنگ سرمایہ‌داری کے لئے ناگزیر ہو گئی کیونکہ اس سے چند سال پہلے سامراج نے دنیا کو ، یوں کہنا چاہئے ، طاقت کے پرانے پیمانے کے حساب سے تقسیم کر لیا تھا جس کو جنگ ,, صحیح کر رہی ہے ،، ۔

نوآبادیوں کے لئے جدوجہد (,, نئے ملکوں ،، کے لئے) اور ,, زیادہ کمزور ملکوں کے علاقوں کے لئے جدوجہد ،، یہ تو سب سامراج سے پہلے بھی تھا ۔ موجودہ سامراج کی خصوصیت مختلف ہے یعنی بیسویں صدی کی ابتدا میں ساری دنیا پر مختلف ملکوں نے قبضہ کرلیا اور اس کو تقسیم کرلیا ۔ صرف اسی لئے ,, دنیا پر تسلط ،، کی تقسیم ، سرمایہ‌داری کی بنیاد پر ، سوائے عالمی جنگ کے اور کسی قیمت پر نہیں ہو سکتی تھی ۔ ,, بین‌اقوامی طور پر منظم سرمایہ‌داروں کے اتحاد ،، بھی سامراج سے پہلے تھے ۔ ہر جوائنٹ اسٹاک کمپنی جسمیں مختلف ملکوں کے سرمایہ‌دار حصےدار ہوں ,, بین‌اقوامی طور پر منظم سرمایہ‌داروں کا اتحاد ،، ہے ۔
سامراج کی خصوصیت مختلف ہے جو بیسویں صدی سے پہلے نہ

تھی یعنی بین‌اقوامی ٹرسٹوں کے درمیان دنیا کی معاشی تقسیم، ان ملکوں کی معاهدوں کے ذریعه منڈیوں کے منطقوں کی حیثیت سے تقسیم۔ اسی بات کو کامریڈ سوکولنیکوف کے مسودے میں نہیں کہا گیا ھے اور اس طرح سامراج کی طاقت کو بمقابله اس کے زیاده کمزور طور پر پیش کیا گیا ھے جتنی که وه ھے۔

آخر میں، جمع‌شده زبردست قدر زائد کو عالمی منڈی میں جھونکنے کی بات کرنا نظریاتی طور پر غلط ھے۔ یه تو پرودھون کے نظریهٔ عمل‌پذیری سے ملتی جلتی ھے جس کے مطابق سرمایه‌دار مستقل اور غیرمستقل سرمائے دونوں کو آسانی سے بروئےکار لا سکتے ھیں لیکن قدر زائد کے بروئےکار لانے میں ان کو مشکل ھوتی ھے۔ حقیقت میں سرمایه‌دار بغیر مشکلات اور بحرانوں کے نه صرف قدر زائد ھی کو بلکه غیرمستقل سرمائے اور مستقل سرمائے کو بھی بروئےکار نہیں لا سکتے۔ منڈی میں جو اشیائے تجارت زبردست تعداد میں جھونکی جاتی ھیں وه نه صرف جمع‌شده قدر ھیں بلکه ایسی قدر بھی ھیں جو غیرمستقل سرمایه اور مستقل سرمایه دوباره پیدا کرتی ھے۔ مثلاً عالمی منڈی میں ریل کی پٹریاں یا لوھا بڑی مقدار میں جھونکا جاتا ھے جن کو مزدوروں کی مانگ کی اشیا یا دوسرے ذرائع پیداوار (لکڑی اور تیل وغیره) کے تبادلے کے ذریعه بروئےکار لانا چاھئے۔

(۶)

اس پر کامریڈ سوکولنیکوف کے مسودے کا تجزیه ختم کرتے ھوئے ھمیں ایک بہت ھی قیمتی اضافے کی طرف توجه کرنا چاھئے جس کی انھوں نے تجویز کی ھے اور جس کو میری رائے میں اپنانا اور فروغ دینا چاھئے یعنی انھوں نے اس پیراگراف میں جو ٹکنیکی ترقی اور عورتوں اور کمسن لوگوں کی محنت کے بڑھتے ھوئے استعمال کے بارے میں ھے یه اضافه کرنے کی تجویز کی ھے: ”ان غیرھنرمند بدیسی مزدوروں کی محنت کا بھی استعمال ھوتا ھے جو پسمانده ملکوں سے لائے گئے ھیں“۔ یه اضافه قیمتی اور ضروری ھے۔ پسمانده ملکوں کے زیاده بری اجرت پانےوالے مزدوروں کا ایسا استحصال سامراج کا بالکل

ٹھیک خصوصی کردار ہے۔ ٹھیک اسی پر ، کافی حدتک ، بنیاد ہے سامراجی ، امیر ملکوں کی طفیل‌خوری کی جو اپنے مزدوروں کو زیادہ اجرت دیکر خرید لیتے ہیں اور غیرملکی مزدوروں کی ''سستی'' محنت کا بےانتہا اور بےشرمی سے استحصال کرتے ہیں۔ ''بڑی اجرت پانےوالے'' کے الفاظ میں ''اور اکثر حقوق سے محروم'' کے الفاظ کا بھی اضافہ کرنا چاہئے کیونکہ ''مہذب'' ملکوں کے استحصال کرنےوالے ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ غیرملکوں سے درآمد کئے ہوئے مزدور حقوق نہیں رکھتے۔ یہ نہ صرف جرمنی میں روسیوں کے تعلق سے مستقل دیکھا جاسکتا ہے یعنی روس سے آئے ہوئے مزدوروں کے لئے بلکہ سوئٹزرلینڈ میں اٹلی کے لوگوں کے تعلق سے ، فرانس میں اٹلی اور اسپین وغیرہ کے لوگوں کے تعلق سے بھی۔

میرے خیال میں ہمارے پروگرام میں ان مٹھی بھر سب سے زیادہ دولت‌مند سامراجی ملکوں پر زیادہ زور دینا اور زیادہ وضاحت کرنا کارآمد ہوتا جو نوآبادیوں اور کمزور قوموں کو طفیل‌خوری کے ساتھ نچوڑکر لوٹ‌مار کر رہے ہیں۔ یہ سامراج کی انتہائی اہم خصوصیت ہے جو ایک حد تک ان ملکوں میں گہری انقلابی تحریکیں ابھارنے میں آسانی پیدا کرتی ہے جو سامراجیوں کی لوٹ‌مار کا شکار ہیں اور جنکو زبردست سامراجیوں (جیسے روس) سے حصہ بانٹ اور گلا گھونٹے جانے کا خطرہ ہے ، اور دوسری طرف یہ ایک حدتک ان ملکوں میں گہری انقلابی تحریکیں ابھارنے میں مشکلات پیدا کرتی ہے جو سامراجی ڈھنگ سے بہت سی نوآبادیوں اور دوسرے ملکوں کو لوٹتے ہیں اور اس طرح اپنی آبادی کے بہت بڑے (نسبتاً) حصے کو سامراجی لوٹ مار کی تقسیم میں شریک کر لیتے ہیں۔

اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ میرے مسودے کے اس حصے میں جہاں سوشل شاونزم کی خصوصیات پیش کی گئی ہیں (پمفلٹ کا صفحہ ۲۲ *) امیرترین ملکوں کے ہاتھوں متعدد دوسرے ملکوں کے

---

* دیکھئے لینن کا مضمون ''پارٹی پروگرام پر نظرثانی کے مخزن''۔ مجموعۂ تصانیف ، پانچواں روسی ایڈیشن ، جلد ۳۲ ، صفحہ ۱۵۱ -(ایڈیٹر)

استحصال کے بارے میں بڑھا دیا جائے۔ تب مسودے میں اس سے متعلق عبارت اس طرح ہوگی (اضافی عبارت خط کشیدہ ہے) :

'' اس قسم کی توڑ مروڑ ، ایک طرف ، سوشل شاونزم کا رجحان ، زبانی سوشلزم اور عمل میں شاونزم ہے ، جو '' حفاظت وطن '' کے نعرے کے پردے میں سامراجی جنگ میں '' اپنی '' قومی بورژوازی کے لوٹ مار کے مفادات کی حفاظت کرتا ہے اور ساتھ ھی امیر قوم کے شہریوں کی خصوصی حقوق والی پوزیشن کی حفاظت کرتا ہے جو نوآبادیوں اور کمزور قوموں کی لوٹ مار سے زبردست آمدنی حاصل کرتی ہے۔ دوسری طرف ایسا ھی مسخ شدہ مظہر '' مرکز '' کا کافی وسیع اور بین اقوامی رجحان وغیرہ ہے ''۔

''سامراجی جنگ میں '' الفاظ کا اضافہ زیادہ صحت کے لئے ضروری ہے : '' حفاظت وطن '' جنگ کو جائز اور منصفانہ قرار دینے کے نعرے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ جنگیں مختلف طرح کی ہوتی ھیں ۔ جنگیں انقلابی بھی ھو سکتی ھیں ۔ اس لئے بالکل ٹھیک یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ یہاں ذکر سامراجی جنگ کا ھی ہے ۔ اسمیں اس کا اشارہ تو ہے لیکن توڑ مروڑ سے بچنے کے لئے اشارہ نہ ھوناچاھئے بلکہ صاف اور واضح طور پر کہنا چاھئے ۔

۸ — ٦ (۲۱ — ۱۹) اکتوبر
۱۹۱۷ ء میں لکھا گیا ۔

رسالہ '' پروسویشچینئے '' کے شمارہ ۲ — ۱ میں اکتوبر ۱۹۱۷ء میں چھپا۔
دستخط : ن ۔ لینن

لینن کا مجموعہ تصانیف ، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۳۴، صفحات ۳۷۲ — ۳٦۵

امریکی مزدوروں کے نام خط

رفیقو ! ۱۹۰۵ء کے انقلاب میں حصہ لینےوالے ایک روسی بالشویک نے جو آپ کے ملک میں بہت برسوں تک رہ چکا ہے یہ پیش کش کی کہ وہ میرا خط (۳۸) آپ تک لے جائیگا۔ میں نے اس کی یہ تجویز اس وجہ سے اور زیادہ خوشی سے منظور کر لی کہ اسی وقت امریکی انقلابی پرولتاریوں کو امریکی سامراج کے اٹل دشمن کی حیثیت سے غیرمعمولی طور پر اہم رول ادا کرنا ہے جو سرمایہداروں کے نفع کی تقسیم کے لئے قوموں کے عالمی قتلوغارت میں سب سے تازہ، سب سے مضبوط اور سب سے زیادہ نیا شریک ہونےوالا ہے۔ اسی وقت امریکی ارب پتیوں نے، ان جدید غلام مالکوں نے خونیں سامراج کی خونیں تاریخ میں غیرمعمولی طور پر المیہ باب کا اضافہ کیا ہے اس مسلح مہم کی تصدیق کر کے (وہ خواہ براہ راست ہو یا بالواسطہ، کھلم کھلا ہو یا مکاری سے چھپائی گئی ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) جو وحشی اینگلو جاپانی سامراجیوں نے پہلی سوشلسٹ ریپبلک کا گلا گھونٹنے کے لئے شروع کی ہے۔

جدید اورمہذب امریکہ کی تاریخ کی ابتدا ایک ایسی عظیم، واقعی نجات دلانےوالی، واقعی انقلابی جنگ سے ہوئی جو بہت کم تعداد میں ہیں بمقابلہ ان کثیر تعداد لوٹ کھسوٹ کرنےوالی جنگوں کے جو موجودہ سامراجی جنگ کی طرح بادشاہوں، جاگیرداروں یا سرمایہداروں کے درمیان حاصل کئے ہوئے علاقوں یا بری طرح سے لوٹے ہوئے منافعوں کی تقسیم کے جھگڑوں کی وجہ سے ہوئیں۔

یہ جنگ امریکی عوام نے برطانوی قزاقوں (۳۹) کے خلاف کی جو امریکہ پر ظلم کرتے تھے اور اس کو نوآبادیاتی غلامی میں گرفتار کر رکھا تھا، اسی طرح سے جیسے یہ "مہذب"، خون چوسنے والے ابتک کروڑوں لوگوں پر ہندستان، مصر اور دنیا کے تمام حصوں میں ظلم کر رہے ہیں اور ان کو نوآبادیاتی غلامی میں گرفتار کر رکھا ہے۔

اس کو تقریباً ڈیڑھ سو سال گذر چکے ہیں۔ بورژوا تہذیب نے عیش‌وعشرت کے سارے پھل مہیا کردئے ہیں۔ اجتماعی انسانی محنت کی پیداواری طاقتوں کی ترقی کی سطح میں، مشینوں اور جدید انجنیرنگ کی تمام حیرت‌انگیز چیزوں کے استعمال میں امریکہ نے آزاد اور تعلیم‌یافتہ ملکوں کے درمیان اولیں جگہ حاصل کرلی ہے۔ ساتھ ہی امریکہ اس قعر کی گہرائی کے لحاظ سے بھی ایسے اولیں ملکوں میں ہے جو گندگی اور عیش‌وعشرت میں لوٹنے‌والے مٹھی‌بھر بےحیا ارب‌پتیوں اور ان کروڑوں محنت کشوں کے درمیان پیدا ہو گیا ہے جو متواتر غربت سے ہم کنار ہیں۔ امریکی عوام، جنھوں نے جاگیردارانہ غلامی کےخلاف انقلابی جنگ کر کے مثال قائم کی تھی، اب اپنے کو مٹھی بھر ارب‌پتیوں کی اجرتی غلامی کی سب سے نئی سرمایہ‌دارانہ منزل میں پاتے ہیں اور اپنے کو ان بھاڑے کے ٹھگوں کا رول ادا کرتے ہوئے پاتے ہیں جو امیر بدمعاشوں کے فائدے کے لئے ۱۸۹۸ء میں فلیپائن کے لوگوں کا گلا ان کو "نجات‌دلانے"، (۴۰) کے بہانے گھونٹ رہے تھے اور ۱۹۱۸ء میں روسی سوشلسٹ ریپبلک کا گلا اس کو جرمنوں سے "بچانے"، کے بہانے گھونٹ رہے ہیں۔

بہرحال چار برسوں میں قوموں کا جو سامراجی قتل‌وغارت ہوا ہے وہ رائگاں نہیں گیا ہے۔ دونوں قزاق گروہوں کے بدمعاش، برطانوی اور جرمن، عوام کو جو دھوکا دے رہے تھے اس کا بھانڈا مسلمہ اور صاف واقعات نے پورے طور پر پھوڑ دیا ہے۔ چار سال کی جنگ کے نتائج نے سرمایہ‌داری کے عام قانون کا ایسے قانون کی حیثیت سے انکشاف کیا جو لوٹ‌مار کی تقسیم کے لئے قزاقوں کے درمیان جنگ میں استعمال ہوتا ہے: سب سے زیادہ امیر اور سب سے زیادہ طاقتور نے سب سے زیادہ نفع حاصل کیا اور سب سے زیادہ لوٹا جبکہ

سب سے زیادہ کمزوروں کو خوب لوٹا گیا، مظالم کا نشانہ بنایا گیا، کچلا گیا اور گلا گھونٹا گیا۔

"نوآبادیاتی غلاموں" کی تعداد کے لحاظ سے برطانوی سامراجی قزاق سب سے زیادہ طاقتور تھے۔ برطانوی سرمایہ‌داروں نے "اپنا" ذرا سا علاقہ (یعنی وہ علاقہ جو انھوں نے صدیوں کے دوران لوٹ کر حاصل کیا ہے) بھی نہیں کھویا ہے، لیکن انھوں نے افریقہ میں ساری جرمن نوآبادیوں کو ہڑپ کر لیا ہے، انھوں نے میسوپوٹامیا اور فلسطین کو ہڑپ کر لیا ہے، انھوں نے یونان کا گلا گھونٹ دیا ہے اور روس کو لوٹنا شروع کر دیا ہے۔

جرمن سامراجی قزاق "اپنی" فوجوں کی تنظیم اور ڈسپلن کے لحاظ سے سب سے زیادہ مضبوط تھے لیکن نوآبادیوں کے لحاظ سے کمزور تھے۔ انھوں نے اپنی سب نوآبادیاں تو کھو دی ہیں لیکن آدھے یورپ کو لوٹ لیا ہے، چھوٹے ملکوں اور کمزور قوموں کی سب سے بڑی تعداد کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ دونوں طرف سے "آزادی کی" کتنی عظیم جنگ ہوئی! دونوں گروہوں کے قزاقوں، اینگلو فرانسیسی اور جرمن سرمایہ‌داروں نے اپنے پٹھوؤں — سوشل شاونسٹوں یعنی ان سوشلسٹوں کے ساتھ ملکر جو "اپنی" بورژوازی کی طرف چلے گئے، کیسا اچھا "اپنے ملک کا دفاع" کیا ہے!

امریکی ارب‌پتی شاید سب سے زیادہ امیر اور جغرافیائی لحاظ سے سب سے محفوظ تھے۔ وہ سب سے زیادہ نفع میں رہے۔ انھوں نے سب کو، حتی کہ سب سے زیادہ امیر ملکوں کو بھی اپنا خراج گذار بنا لیا ہے۔ انھوں نے کھربوں ڈالر لوٹے ہیں اور ہر ڈالر غلاظت سے بھرا ہے: برطانیہ اور اس کے "اتحادیوں" کے درمیان، جرمنی اور اس کے تابعداروں کے درمیان گندے خفیہ معاہدوں، لوٹ‌مار کی تقسیم کے معاہدوں، مزدوروں کو دبانے اور بین اقوامیت پسند سوشلسٹوں پر جبروتشدد کرنے میں ایک دوسرے کو "مدد دینے" کے بارے میں معاہدوں کی غلاظت سے۔ ہر ڈالر جنگ کے "نفع بخش" ٹھیکوں کی غلاظت سے بھرا ہے جنھوں نے ہر ملک میں امیر کو امیرتر اور غریب کو غریب تر بنایا ہے۔ اور ہر ڈالر خون سے داغ‌دار ہے جو خون کے اس سمندر سے آیا ہے جس کو ایک کروڑ

مقتولوں اور دو کروڑ اپاهجوں نے اس عظیم ، شریفانه ، نجات دلانےوالی اور مقدس جنگ میں یه طے کرنے کے لئے بہایا هے که آیا برطانوی یا جرمن قزاقوں کو سب سے زیاده مال غنیمت ملے ، آیا برطانوی یا جرمن ٹهگ ساری دنیا میں کمزور قوسوں کا گلا گهونٹنے میں سب سے آگے رهیں ۔

جبکه جرمن قزاقوں نے جنگی مظالم کے تمام ریکارڈ توڑے ، انگریزوں نے نه صرف اپنی لوٹی هوئی نوآبادیوں کی تعداد کا بلکه اپنی نفرت‌انگیز سکاری میں چابکدستی کا بهی ریکارڈ توڑا ۔ آج بهی ، اینگلو فرانسیسی اور امریکی بورژوا پریس اپنے اخباروں کی کروڑوں کاپیاں شایع کرکے روس کے بارے میں جهوٹ اور بدنام کن باتیں پهیلا رهے هیں اور سکاری کے ساتھ اپنی اس سفاکانه سهم کو جائز قرار دے رهے هیں جو انهوں نے اس کے خلاف اس دلیل کے ساتھ چلائی هے که وه روس کو جرسنوں سے " بچانا "، چاهتے هیں ۔

اس ناقابل‌بیان اور بدنما جهوٹ کی تردید کے لئے بهت زیادہ الفاظ کی ضرورت نهیں هے ۔ بس ایک کافی معروف واقعه کی طرف اشاره کرنا کافی هے ۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں جب روسی مزدوروں نے اپنی سامراجی حکومت کا تخته الٹ دیا تو سوویت حکومت ، انقلابی سزدوروں اور کسانوں کی حکومت نے کهلم کهلا جائز امن کی تجویز کی ، امن بلا علاقائی الحاق اور تاوان جنگ کے ، امن جو تمام قوموں کو مساوی حقوق کی پوری ضمانت دے ۔ اور اس نے ایسے امن کی تجویز جنگ میں حصه لینےوالے سارے ملکوں سے کی ۔ (۳۱)

اینگلو فرانسیسی اور امریکی بورژوازی نے هی هماری تجویز کو منظور نهیں کیا ، یهی بورژوازی تهی جس نے هم سے عام امن تک کے بارے میں بات‌چیت کرنے سے انکار کر دیا ! یهی تهی جس نے تمام قوموں کے مفادات سے غداری کی ، یهی تهی جس نے سامراجی قتل‌وغارت کو طوالت دی !

یهی تهی جس نے روس کو سامراجی جنگ میں پهر سے واپس کهینچنے کے امکان پر بهروسه کرتے هوئے امن کی بات‌چیت میں حصه لینے سے انکار کر دیا اور اس طرح جرمن سرمایه‌داروں کو جو اس

سے کچھ کم لٹیرے نہ تھے آزادی دے دی اور انھوں نے روس پر الحاقی اور تشدد آمیز بریست کا معاهده (۴۲) مسلط کر دیا !

اس مکاری سے زیادہ کسی اور نفرت‌انگیز بات کا تصور کرنا مشکل ہے جس سے اینگلوفرانسیسی اور امریکی بورژوازی هم کو بریست کے معاهدۂ امن کے لئے ,, مورد الزام ،، ٹھہرا رہے هیں ۔ ان ملکوں کے وهی سرمایه‌دار جو بریست کی بات‌چیت کو عام امن کی بات‌چیت میں بدل سکتے تھے اب هم پر ,, الزام لگانےوالے ،، بن گئے هیں ! اینگلو فرانسیسی سامراج کے درندے جنھوں نے نوآبادیوں کی لوٹ اور قوموں کے قتل‌وغارت سے نفع کمایا ، جنھوں نے بریست کے معاهدے کے بعد تقریباً ایک سال تک جنگ کو طوالت دی ، پھر بھی وہ هم بالشویکوں پر ,, الزام ،، لگاتے هیں جنھوں نے سب ملکوں کے لئے منصفانه امن کی تجویز کی ۔ وہ هم پر الزام لگاتے هیں جنھوں نے سابق زار اور اینگلو فرانسیسی سرمایه‌داروں کے درمیان خفیه اور مجرمانه معاهدوں کو پھاڑ دیا ، ان کو چھاپ دیا اور پبلک کی لعنت ملامت کے لئے پیش کر دیا ۔

ساری دنیا کے مزدور ، خواہ وہ کسی ملک میں بھی رهتے هوں همیں مبارکباد دیتے هیں ، هم سے همدردی رکھتے هیں ، هماری تعریف کرتے هیں سامراجی تعلقات ، ذلیل سامراجی معاهدوں اور سامراجی زنجیروں کا آهنی حلقه توڑنے کےلئے ، اس بات کےلئے که هم نے آزادی حاصل کی ، اگرچه هم کو اس کےلئے بڑی سخت قربانیاں دینی پڑیں ، اس بات کےلئے که هم سوشلسٹ ریپبلک کی حیثیت سے ، حالانکه سامراجیوں نے اس کو پاره پاره کر دیا ہے اور لوٹ لیا ہے ، سامراجی جنگ سے الگ رهے اور ساری دنیا کے سامنے امن کا جھنڈا ، سوشلزم کا جھنڈا بلند کیا ۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں که بین‌اقوامی سامراجیوں کا گروه اس کےلئے هم سے نفرت کرتا ہے ، که وہ هم پر ,, الزام ،، لگاتا ہے ، که سامراجیوں کے سارے پٹھو بھی ، جن میں همارے دائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابی اور منشویک شامل هیں ، هم پر ,, الزام ،، لگاتے هیں ۔ سامراج کے یه سگ نگراں بالشویکوں کے لئے جس نفرت

کا اظہار کرتے ہیں وہ اور دنیا کے باشعور مزدوروں کی ہمدردی ہم کو ہمیشہ سے زیادہ اپنے کاز کے منصفانہ ہونے کا یقین دلاتے ہیں۔

ہر سچا سوشلسٹ یہ ضرور سمجھ لیگا کہ بورژوازی پر فتح حاصل کرنے کے لئے، مزدوروں کے ہاتھ میں اقتدار منتقل کرنے کے لئے، عالمی پرولتاری انقلاب شروع کرنے کے لئے ہم انتہائی سنگین قربانیوں سے نہیں جھجک سکتے اور نہ ہمیں جھجکنا چاہئے جن میں ہمارے علاقے کے ایک حصے کی قربانی، سامراج کے ہاتھوں بھاری شکستوں کی قربانی بھی شامل ہیں۔ ہر سچے سوشلسٹ نے افعال سے "اپنے" ملک کی سب سے بڑی قربانی پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہوتا جو سوشلسٹ انقلاب کے کاز کو واقعی آگے بڑھا سکتی۔

"اپنے" کاز کے لئے یعنی عالمی حکمرانی حاصل کرنے کے لئے، برطانیہ اور جرمنی کے سامراجیوں نے متعدد ملکوں کو بلجیم اور سیربیا سے لیکر فلسطین اور میسوپوٹامیا تک کو بالکل تباہ کرنے اور انکا گلا گھونٹنے سے باک نہیں کیا۔ لیکن کیا سوشلسٹوں کو "اپنے" کاز میں، سرمائے کے جوئے سے ساری دنیا کے محنت کشوں کو نجات دلانے کے کاز میں، عام اور پائدار امن کے حصول میں اس وقت تک انتظار کرنا چاہئے جب تک کہ بلاقربانی والا راستہ تلاش کیا جائے؟ کیا ان کو جدوجہد شروع کرنے سے اس وقت تک ڈرنا چاہئے جب تک کہ آسان فتح کی "ضمانت" نہ ہو جائے؟ کیا ان کو "اپنے"، بورژوازی کے تخلیق کئے ہوئے "وطن" کی سالمیت اور سلامتی کو عالمی سوشلسٹ انقلاب کے مفادات پر ترجیح دینا چاہئے؟ بین اقوامی سوشلسٹ تحریک کے جو بدمعاش اور بورژوا اخلاق کے جو پٹھو اس طرح سے سوچتے ہیں، وہ ہزار بار قابل لعنت ہیں۔

اینگلوفرانسیسی اور امریکی سامراجی درندے ہم پر جرمن سامراج کے ساتھ "سمجھوتہ" کرنے کا "الزام" لگاتے ہیں۔ کتنے مکار اور کتنے بدمعاش ہیں وہ کہ مزدوروں کی حکومت کو بدنام کرتے ہیں جبکہ وہ اس ہمدردی سے لرز رہے ہیں جو "ان کے اپنے" ملکوں کے مزدور ہمارے لئے دکھاتے ہیں! لیکن ان کی مکاری کا پردہ چاک کر دیا جائے گا۔ وہ بناوٹ کرتے ہیں کہ وہ مزدوروں کے خلاف، محنت کشوں کے خلاف بورژوازی سے (اپنی یا غیرملکی)

کئے ہوئے ''سوشلسٹوں،، کے سمجھوتے اور اس سمجھوتے کے درمیان فرق نہیں دیکھتے جو ان مزدوروں کی حفاظت کے لئے کیا گیا ھے جنھوں نے اپنی بورژوازی کو شکست دی ھے، ایسے سمجھوتے جو ایک قومی رنگ کی بورژوازی کے ساتھ دوسرے رنگ کی بورژوازی کے خلاف کیا جاتا ھے تاکہ پرولتاریہ بورژوازی کے مختلف گروھوں کے درمیان مخاصمت سے فائدہ اٹھا سکے۔

حقیقت یہ ھے کہ ھر یورپی اس فرق کو اچھی طرح جانتا ھے اور جیسا کہ میں آپ کو ابھی بتاؤنگا، امریکی لوگوں کی اپنی تاریخ میں اس کی خاص طور سے نمایاں ''مثال،، ھے۔ سمجھوتے اور سمجھوتے ھیں، fagots et fagots * ھیں جیسا کہ فرانسیسی کہتے ھیں۔

جب فروری ۱۹۱۸ ء میں جرمن سامراجی درندوں نے اپنی فوجیں اس روس کے خلاف ریل دیں جو غیر مسلح تھا اور اپنی فوج کو سبکدوش کرچکا تھا، جس نے عالمی انقلاب کے پوری طرح پختہ ہونے سے پہلے پرولتاریہ کی بین اقوامی یکجہتی پر بھروسہ کیا تھا تو اس وقت میں نے فرانسیسی شاہ پرستوں کے ساتھ ''سمجھوتہ،، کرنے میں ایک لمحے کے لئے بھی تذبذب نہیں کیا۔ فرانسیسی فوج کا ایک افسر کپتان سادول جو بالشویکوں سے زبانی ھمدردی رکھتا تھا لیکن عملی طور پر فرانسیسی سامراج کا وفادار اور معتبر خادم تھا ایک فرانسیسی افسر دے لیوبیرساک کو میری ملاقات کے لئے لایا۔ ''میں شاہ پرست ہوں۔ میرا مقصد صرف جرمنی کی شکست ھے،، دے لیوبیرساک نے مجھ سے کہا۔ ''یہ کوئی کہنے کی بات نہیں (cela va sans dire)،، میں نے جواب دیا۔ لیکن اس سے میں دے لیوبیرساک کے ساتھ ان خدمات کے لئے ''سمجھوتہ،، کرنے میں ذرا بھی نہیں جھجکا جو فرانسیسی فوجی افسر، آتشگیر مادوں کے ماھرین ھمارے لئے ریلوے لائنوں کو اڑا کر جرمن حملے کو روکنے کے لئے کرنا چاھتے تھے۔ یہ ایک ایسے ''سمجھوتے،، کی مثال ھے جس کی ھر باشعور مزدور تصدیق کریگا، یہ سوشلزم کے مفاد میں سمجھوتہ

---

* ھر چیز دوسری سے مختلف ہوتی ھے۔ (ایڈیٹر)

ہے - فرانسیسی شاہ پرست اور میں نے ہاتھ ملایا حالانکہ ہم جانتے تھے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے ''شریک کار'' کو بخوشی پھانسی کے تختے پر چڑھاتا - لیکن کچھ وقت کے لئے ہمارے مفادات میں مطابقت ہو گئی تھی - حملہ‌آور جرمن درندوں کے خلاف ہم نے، روسی اور عالمی سوشلسٹ انقلاب کے مفاد میں دوسرے سامراجیوں کے ایسی ہی درندانہ مخالف مفادات استعمال کئے - اس طرح ہم نے روس اور دوسرے ملکوں کے مزدور طبقے کے مفادات کی خدمت کی، ہم نے پرولتاریہ کو مضبوط اور ساری دنیا کی بورژوازی کو کمزور کیا، ہم نے اس لمحے کی پیش بینی کرتے ہوئے جب متعدد ترقی‌یافتہ ملکوں میں تیزی سے پختہ ہونےوالا انقلاب مکمل طور سے پختہ ہو جائیگا جنگی چالوں، داؤ پیچ اور پیچھے ہٹنے کے وہ طریقے اختیار کئے جو ہر جنگ میں انتہائی جائز اور ضروری ہیں -

اینگلوفرانسیسی اور امریکی سامراجی مگرمچھ غصے سے چاہے جتنا بھڑکیں، چاہے جتنا وہ ہم کو بدنام کریں، چاہے جتنے کروڑ وہ دائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابی، منشویک اور دوسرے سوشل وطن پرست اخباروں کو رشوت دینے پر صرف کریں میں جرمن سامراجی درندوں کے ساتھ ایساہی ''سمجھوتہ'' کرنے سے ایک سکنڈ کے لئے بھی نہیں جھجکونگا اگر روس پر اینگلوفرانسیسی فوجوں کے حملے کی صورت میں اس کی ضرورت پڑے - اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے طریقۂ کار کی تصدیق روس، جرمنی، فرانس، برطانیہ، امریکہ اور مختصر طور پر ساری مہذب دنیا کا پرولتاریہ کریگا - ایسا طریقۂ کار سوشلسٹ انقلاب کے کام کو آسان بنائےگا، اسمیں تعجیل کریگا، بین اقوامی بورژوازی کو کمزور اور مزدور طبقے کی پوزیشن کو مضبوط کریگا جو بورژوازی کو شکست دے رہا ہے -

امریکی لوگوں نے اس طریقۂ کار کو اپنے انقلاب کے فائدے کے لئے مدتوں ہوئے استعمال کیا - جب انہوں نے برطانوی جابروں کے خلاف عظیم جنگ آزادی کی تو ان کے خلاف فرانسیسی اور ہسپانوی جابر بھی تھے جو اس ملک کے ایک حصے کے مالک تھے جو اب شمالی امریکہ کی ریاستہائے متحدہ کہلاتا ہے - آزادی کے لئے اپنی

سنگین جنگ میں امریکی لوگوں نے بھی کچھ جابروں کے ساتھ دوسرے جابروں کے خلاف "سمجھوتے"، کئے جنکا مقصد جابروں کو کمزور کرنا اور ان لوگوں کو مضبوط کرنا تھا جو جبر کے خلاف مظلوم لوگوں کے مفادات کے لئے انقلابی طریقے سے لڑ رہے تھے۔ امریکی لوگوں نے فرانسیسیوں، ھسپانیوں اور انگریزوں کے درمیان تصادم سے فائدہ اٹھایا۔ کبھی کبھی تو وہ فرانسیسی اور ھسپانوی جابروں کی فوجوں کے شانہ بشانہ انگریز جابروں کے خلاف لڑے بھی، پہلے انھوں نے انگریزوں کو ھرایا اور پھر اپنے کو فرانسیسیوں اور ھسپانیوں سے آزاد کیا (جزوی طور پر تاوان کے ذریعہ)۔

عظیم روسی انقلابی چرنیشیفسکی نے کہا ھے کہ تاریخی سرگرمی کوئی نیوسکی پروسپکٹ کا فٹ پاتھ نہیں ھے۔ وہ شخص انقلابی نہیں ھے جو صرف "اس شرط پر"، پرولتاری انقلاب کے لئے "راضی ھوگا"، کہ وہ آسانی اور ھمواری سے آگے بڑھے، کہ وھاں شروع سے ھی مختلف ملکوں کے پرولتاریہ کے عمل میں تال میل ھو، کہ پہلے سے ھی شکست کے خلاف ضمانت ھو، کہ انقلاب کا راستہ کشادہ، کھلا ھوا اور سیدھا ھو، کہ فتح کی طرف بڑھنے کے دوران زیادہ سے زیادہ نقصانات اٹھانے، کسی "محصور قلعہ میں وقت کا انتظار کرنے"، یا انتہائی تنگ، ناقابل گذر، پیچیدہ اور خطرناک پہاڑی راستوں سے گذرنے کی ضرورت نہ ھو۔ اس شخص نے بورژوا دانش‌وروں کی فاضلانہ باتوں سے چھٹکارا نہیں حاصل کیا ھے، ایسا شخص ھمارے دائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں، منشویکوں اور حتی‌کہ (حالانکہ شاذ و نادر) بائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں (۴۳) کی طرح متواتر انقلاب‌دشمن بورژوازی کے کیمپ کی طرف کھسکتا پایا جائے گا۔

بورژوازی کے ھم‌آواز ھو کر، یہ حضرات ھم کو انقلاب کے "انتشار"، کے لئے، صنعت کی "تباھی"، کے لئے، بے‌روزگاری اور غذا کی قلت کے لئے ملزم ٹھہراتے ھیں۔ یہ الزام کتنے مکارانہ ھیں جو وہ لوگ دیتے ھیں جنھوں نے سامراجی جنگ کا خیر مقدم کیا اور اس کی حمایت کی یا جنھوں نے کیرینسکی کے ساتھ "سمجھوتہ"، کیا جس نے یہ جنگ جاری رکھی! یہی سامراجی جنگ ان ساری مصیبتوں

کا باعث ھے ۔ جنگ سے پیدا ہونےوالا انقلاب ان سخت مشکلات اور مصیبتوں سے نہیں بچ سکتا جو اس کو قوموں کے طویل ، تباہ کن اور رجعت‌پرستانہ قتل و غارت سے وراثت میں ملی ھیں ۔ صنعت کی '' تباھی ،، یا '' دھشت ،، پھیلانے کے لئے ھم کو ملزم ٹھہرانا یا تو مکاری ھے یا حماقت‌آمیز فاضلانہ بات ۔ اس سے خوفناک طبقاتی جدوجہد کے بنیادی حالات کو سمجھنے کی نااھلیت کا انکشاف ھوتا ھے جو اس انتہائی شدت کے درجے تک پہنچ گئی ھے اور جس کو انقلاب کہتے ھیں ۔

جب اس قسم کے '' الزام دینےوالے ،، طبقاتی جدوجہد کا '' اعتراف ،، بھی کرتے ھیں تو وہ اپنے کو محض زبانی اعتراف تک محدود رکھتے ھیں ۔ حقیقت میں وہ طبقاتی ''سمجھوتے ،، اور '' ھم‌کاری ،، کے عامیانہ تصور کی طرف متواتر کھسکتے رھتے ھیں ۔ کیونکہ انقلابی ادوار میں طبقاتی جدوجہد نے ھمیشہ ، لازمی اور ضروری طور پر اور ھر ملک میں خانہ‌جنگی کی صورت اختیار کی اور خانہ جنگی کا تصور انتہائی سخت تباھی ، دھشت اور اس جنگ کے مفاد میں رسمی جمہوریت پر پابندی کے بغیر نہیں کیا جاسکتا ۔ صرف چکنی چپڑی باتیں بنانےوالے پادری — چاھے وہ عیسائی ھوں یا دیوان خانوں میں بیٹھنےوالے '' نامذھبی ،، اشخاص ، پارلیمانی سوشلسٹ ھوں — اس ضرورت کو دیکھ ، سمجھ اور محسوس نہیں کر سکتے ۔ صرف بے جان '' کنوئیں کا مینڈک ،، (۴۴) اس سبب سے انقلاب سے منہ چوری کر سکتا ھے بجائے اس کے کہ ایسے وقت میں انتہائی جوش اور عزم کے ساتھ جنگ میں کود پڑے جب کہ تاریخ کا یہ تقاضہ ھوتا ھے کہ انسانیت کے عظیم‌ترین مسائل کو جدوجہد اور جنگ کے ذریعہ حل کیا جائے ۔

امریکی عوام انقلابی روایت کے حامل ھیں جس کو امریکی پرولتاریہ کے بہترین نمائندوں نے اپنایا ھے جنھوں نے بار بار ھم بالشویکوں کے ساتھ اپنی مکمل ھمدردی کا اظہار کیا ھے ۔ یہ روایت انگریزوں کے خلاف اٹھارھویں صدی میں آزادی کی جنگ اور انیسویں صدی میں خانہ‌جنگی ھے ۔ اگر ھم قومی معیشت اور صنعت کی بعض شاخوں کی '' تباھی ،، پر غور کریں تو بعض لحاظ سے امریکہ ۱۸۷۰ ء میں

۱۸٦۰ ء سے پیچھے تھا۔ لیکن وہ کیسا کتاب‌پرست اور بیوقوف آدمی ہوگا جو ان بنیادوں پر ٦۵ — ۱۸٦۳ ء کی امریکی خانہ‌جنگی (۳۵) کی زبردست ، عالمی تاریخی ، ترقی‌پسند اور انقلابی اہمیت سے انکار کریگا۔

بورژوازی کے نمائندے سمجھتے ہیں کہ نیگروؤں کی غلامی کا خاتمہ کرنے کے لئے ، غلام مالکوں کی حکمرانی ختم کرنے کے لئے ملک کو خانہ‌جنگی کے طویل برسوں ، اتھاہ تباہی ، بربادی اور دہشت سے گذرنا تھا جو ہر جنگ کے ساتھ آتی ہیں۔ لیکن اب جبکہ ہمارے سامنے سرمایہ‌دارانہ ، اجرتی غلامی کو ختم کرنے ، بورژوازی کی حکمرانی کو ختم کرنے کا کہیں زیادہ بڑا فریضہ ہے ، اب بورژوازی کے نمائندے اور وکیل اور وہ اصلاح‌پرست سوشلسٹ بھی جن کو بورژوازی نے ڈرا دیا ہے اور جو انقلاب سے کترا رہے ہیں یہ نہیں سمجھ سکتے اور سمجھنا نہیں چاہتے کہ خانہ‌جنگی ضروری اور جائز ہے۔

امریکی مزدور بورژوازی کی پیروی نہیں کریں‌گے۔ وہ بورژوازی کے خلاف خانہ‌جنگی کے لئے ہمارے ساتھ ہوں‌گے۔ دنیا اور امریکی مزودر تحریک کی ساری تاریخ میرے یقین کو مضبوط کرتی ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ مجھے امریکی پرولتاریہ کے ایک محبوب لیڈر یوجین دیبس کے الفاظ یاد آتے ہیں جنھوں نے اخبار ”معقولیت سے اپیل“ («Appeal to Reason») (۳٦) میں میرے خیال میں ۱۹۱۵ ء کے آخر میں ایک مضمون «What shall I fight for» (”مجھے کس بات کےلئے لڑنا چاہئے“) میں (میں نے اس مضمون کا ذکر ۱۹۱٦ ء کی ابتدا میں بیرن ، سوئٹزرلینڈ کے مزدوروں کے ایک جلسۂ عام میں * کیا تھا) لکھا تھا —

کہ وہ یعنی دیبس گولی کا نشانہ بننا پسند کریں‌گے بجائے اس کے کہ وہ موجودہ مجرمانہ اور رجعت‌پرستانہ جنگ کے لئے قرضوں کے حق میں ووٹ دیں ، کہ وہ ، دیبس صرف ایک مقدس اور پرولتاری

---

* لینن۔ ۸ فروری ۱۹۱٦ ء کو شہر بیرن کی بین‌اقوامی میٹنگ میں تقریر۔ (ایڈیٹر)

نقطهٔ نظر سے جائز جنگ کو جانتے ھیں یعنی سرمایہداروں کے خلاف جنگ ، انسانیت کو اجرت کی غلامی سے نجات دلانےوالی جنگ۔

مجھے اس بات پر حیرت نہیں ھے کہ ولسن نے جو امریکی ارب پتیوں کا سربراہ اور سرمایہدار مگرمچھوں کا خادم ھے ڈیبس کو جیل میں ڈال دیا ھے۔ بورژوازی کو سچے انٹرنیشنلسٹوں ، انقلابی پرولتاریہ کے سچے نمائندوں کے ساتھ وحشیانہ برتاؤ کرنے دو ! وہ جتنے ھی زیادہ خوفناک اور وحشی ھوگی اتنا ھی پرولتاری انقلاب کے فتح یاب ھونے کا دن قریب ھوگا۔

ھمارے انقلاب کیوجہ سے جو تباھی ھوئی ھے اس کا ملزم ھم کو ٹھہرایا جاتا ھے ... الزام لگانےوالے کون ھیں ؟ بورژوازی کے حاشیہنشین ، اسی بورژوازی کے جس نے سامراجی جنگ کے چار سال کے دوران تقریباً سارے یورپی کلچر کو تباہ کر دیا ھے اور یورپ کو بربریت ، وحشت اور فاقہزدگی میں مبتلا کر دیا ھے۔ اب یہی بورژوازی ھم سے مطالبہ کرتی ھے کہ نہ تو ھم ان کھنڈروں پر ، کلچر کے اس ملبے کے درمیان ، جنگ کے پیدا کئے ھوئے ملبے اور کھنڈروں کے درمیان انقلاب کی تعمیر کریں اور نہ ان لوگوں سے جن کے ساتھ جنگ نے وحشیانہ برتاؤ کیا ھے۔ بورژوازی کتنی انسان دوست اور راستباز ھے !

اس کے خادم کہتے ھیں کہ ھم نے دھشت کا راستہ اختیار کیا ھے ... برطانوی بورژوازی نے اپنا ۱۶۴۹ء فراموش کر دیا ھے، فرانسیسی بورژوازی نے اپنا ۱۷۹۳ء (۴۷) بھلا دیا ھے۔ دھشت منصفانہ اور جائز تھی جب بورژوازی نے اس کو اپنے فائدے کے لئے جاگیردارانہ نظام کے خلاف استعمال کیا تھا۔ دھشت درندانہ اور مجرمانہ ھو گئی جب مزدوروں اور غریب کسانوں نے اس کو بورژوازی کے خلاف استعمال کرنے کی جرأت کی ! دھشت منصفانہ اور جائز تھی جب اس کو ایک استحصال کرنےوالی اقلیت کی جگہ دوسری استحصال کرنے والی اقلیت لانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ دھشت درندانہ اور مجرمانہ ھو گئی جب اس کو ھر استحصال کرنےوالی اقلیت کا تختہ الٹنے کےلئے استعمال کیا جانے لگا، وسیع اور واقعی اکثریت کے مفادات کے لئے، پرولتاریہ اور نیم پرولتاریہ ،

مزدور طبقے اور غریب کسانوں کے مفادات کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔

بین اقوامی سامراجی بورژوازی نے "اپنی" جنگ میں، اس جنگ میں جو یہ طے کرنے کے لئے تھی کہ ساری دنیا پر برطانوی درندوں یا جرمن درندوں کی حکومت ہو ایک کروڑ آدمیوں کو قتل کروا دیا اور دو کروڑ آدمی اپاہج ہو گئے۔

اگر ہماری جنگ، جابروں اور استحصال کرنے والوں کے خلاف مظلوموں اور استحصال کے شکار لوگوں کی جنگ کا نتیجہ تمام ملکوں میں پانچ یا دس لاکھ جانوں کا نقصان ہو تو بورژوازی کہے گی کہ اول الذکر اتلاف جان بجا تھا اور آخرالذکر مجرمانہ۔

پرولتاریہ اس سے بالکل مختلف بات کہے گا۔

اب، سامراجی جنگ کی ہولناکیوں کے درمیان، پرولتاریہ کو یہ انتہائی واضح اور نمایاں عظیم حقیقت مل رہی ہے جو سب انقلابوں نے سکھائی ہے اور مزدوروں کے لئے ان کے بہترین معلموں، جدید سوشلزم کے بانیوں نے بطور میراث چھوڑی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کوئی انقلاب اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک استحصال کرنے والوں کی مزاحمت کو نہ کچل دیا جائے۔ جب ہم، مزدوروں اور محنت کش کسانوں نے ریاستی اقتدار پر قبضہ کر لیا تو استحصال کرنے والوں کی مزاحمت کو کچل دینا ہمارا فرض ہو گیا۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم ایسا کرتے تھے اور کر رہے ہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس کو کافی مضبوطی اور عزم کے ساتھ نہیں کر رہے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ بورژوازی کی طرف سے سوشلسٹ انقلاب کی شدید مزاحمت تمام ملکوں میں نا گزیر ہے اور یہ مزاحمت اس انقلاب کی نشو و نما کے ساتھ بڑھے گی۔ پرولتاریہ اس مزاحمت کو کچل دے گا، مزاحمت کرنے والی بورژوازی کے خلاف جدوجہد کے دوران آخرکار وہ فتح اور اقتدار کے لئے پختہ ہو جائے گا۔

اپنے کو بیچنے والے بورژوا پریس کو ساری دنیا میں اس ہر غلطی کے بارے میں شور کرنے دو جو ہمارا انقلاب کرتا ہے۔ ہم اپنی غلطیوں کیوجہ سے ہمت نہیں ہارتے۔ لوگ اس وجہ سے

دیوتا تو نہیں بن گئے ہیں کہ انقلاب شروع ہو گیا ہے۔ محنت کش طبقے جو صدیوں سے مظلوم، کچلے ہوئے اور غریبی، وحشت اور جہالت کے شکنجے میں زبردستی کسے ہوئے تھے انقلاب کرتے وقت غلطیوں سے نہیں بچ سکتے۔ اور جیسا کہ ایک بار پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں، بورژوا سوسائٹی کی لاش کو تابوت میں بند کر کے دفنایا نہیں جا سکتا *۔ سرمایہ‌داری کی لاش ہمارے درمیان سڑگل رہی ہے، ہوا کو گندہ کر رہی ہے اور ہماری زندگی کو زہر آلود بنا رہی ہے، جو کچھ نیا، تازہ، جوان اور قوی ہے اس کو پرانے، جاں‌بلب اور سڑتے ہوئے ہزاروں رشتوں اور پھندوں میں پھنسا رہی ہے۔

ہر ان سو غلطیوں کےلئے جو ہم کرتے ہیں اور جن کے بارے میں بورژوازی اور ان کے پٹھو (جن میں ہمارے منشویک اور دائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابی بھی شامل ہیں) ساری دنیا میں شور کرتے ہیں، دس ہزار بڑے اور جرأت‌آمیز کام کئے جاتے ہیں۔ وہ زیادہ بڑے اور جرأت‌آمیز ہیں کیونکہ وہ معمولی اور غیرنمایاں ہیں، کسی فیکٹری کے محلے یا دوردراز گاؤں کی روزمرہ کی زندگی میں چھپے ہیں، اور ان کو ایسے لوگ کرتے ہیں جن کو اپنی کامیابی کے بارے میں ساری دنیا میں شور کرنے کی عادت نہیں ہے (اور موقع بھی نہیں ملتا ہے)۔

لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا (حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ایسا مفروضہ صحیح نہیں ہے) — اگر ہم اپنی دس ہزار غلطیوں پر ۱۰۰ صحیح اقدامات کرتے تو اس صورت میں بھی ہمارا انقلاب عظیم اور ناقابل تسخیر ہوتا اور وہ عالمی تاریخ کی نگاہ میں ایسا ہی ہوگا، کیونکہ پہلی مرتبہ اقلیت نہیں، صرف امیر نہیں، صرف تعلیم‌یافتہ نہیں، بلکہ حقیقی عوام، محنت کشوں کی زبردست

---

* لینن - ۴ جون ۱۹۱۸ء کو کل روس مرکزی انتظامیہ کمیٹی، مزدوروں، کسانوں، سرخ فوجیوں کے نمائندوں کی ماسکو سوویت اور ٹریڈیونینوں کی متحدہ جلسے میں بھکمری کے خلاف جد و جہد کے بارے میں تقریر - (ایڈیٹر)

اکثریت خود ایک نئی زندگی کی تعمیر کر رہی ہے، خود اپنے تجربے سے سوشلسٹ تنظیم کے انتہائی مشکل مسائل حل کر رہی ہے۔

اس کام کے دوران کی ہوئی ہر غلطی، اپنی پوری زندگی کو پھر سے منظم کرنے کے لئے کروڑوں معمولی مزدوروں اور کسانوں کے انتہائی ایماندارانہ اور پرخلوص کام کے دوران ہر ایسی غلطی ان ہزاروں اور لاکھوں "بےعیب" کامیابیوں سے بہتر ہے جو استحصال کرنےوالی اقلیت نے حاصل کی ہیں یعنی محنت کش لوگوں کو دھوکا دینے اور لوٹنے میں کامیابیاں۔ کیونکہ ایسی ہی غلطیوں کے ذریعہ مزدور اور کسان نئی زندگی بنانا سیکھیں گے، بلا سرمایہداروں کے کام چلانا سیکھیں‌گے، صرف اسی طرح وہ ہزاروں رکاوٹوں کے درمیان فتحیاب سوشلزم تک اپنے لئے ایک راستہ بنائیں‌گے۔

اپنے انقلابی کام کے دوران ہمارے کسان غلطیاں کر رہے ہیں جنھوں نے بیک‌ضرب، ایک رات میں، ۲۶ — ۲۵ اکتوبر (پرانا کیلنڈر) ۱۹۱۷ء کو زمین کی نجی ملکیت قطعی ختم کر دی اور اب، ماہ بماہ، زبردست دشواریوں پر قابو حاصل کر رہے ہیں اور خود اپنی غلطیوں کی تصحیح کر رہے ہیں، معاشی زندگی کے نئے حالات کی تنظیم کرنے، کولاکوں (۴۸) کے خلاف لڑنے، محنت کش لوگوں کے لئے (امیروں کے لئے نہیں) زمین فراہم کرنے اور بڑے پیمانے کی کمیونسٹ زراعت میں عبور کے انتہائی مشکل فریضوں کو عملی طریقے سے حل کر رہے ہیں۔

اپنے انقلابی کام کے دوران ہمارے مزدور غلطیاں کر رہے ہیں، جنھوں نے اب چند مہینوں میں تقریباً سارے بڑے بڑے کارخانوں اور فیکٹریوں کو قومی بنا لیا ہے اور سخت، روزمرہ کے کام سے صنعت کی پوری پوری شاخوں کے انتظام کا نیا فریضہ سیکھ رہے ہیں اور جمود، پیٹی‌بورژوا ذہنیت اور خود غرضی کی طاقتور مزاحمت پر قابو پاکر قومیائے ہوئے کارخانوں کو چالو کر رہے ہیں، اور ایک ایک پتھر کرکے نئے سماجی رشتوں، نئے محنتی ڈسپلن، مزدوروں کی ٹریڈیونینوں کے اپنے ممبروں پر نئے اقتدار کی بنیاد بنا رہے ہیں۔

اپنے انقلابی کام کے دوران ہماری سوویتیں غلطیاں کر رہی ہیں جنکی تخلیق مدت ہوئی ۱۹۰۵ء میں عوام کے ایک زبردست

ابھار نے کی تھی۔ مزدوروں اور کسانوں کی سوویتیں ایک نئی قسم کی ریاست ہیں ، نئی اور زیادہ اونچی قسم کی جمہوریت ہیں ، پرولتاری ڈکٹیٹرشپ کی ایک شکل ہیں ، ریاست کا بغیر بورژوازی کے اور بورژوازی کے خلاف انتظام کرنے کا ذریعہ ہیں۔ پہلی بار یہاں جمہوریت عوام کی ، محنت کش عوام کی خدمت کر رہی ہے اور امیروں کی جمہوریت نہیں رہی ہے جیسا کہ ابھی تک سب بورژوا ریپبلکوں میں ہے خواہ وہ انتہائی جمہوری کیوں نہ ہوں۔ پہلی مرتبہ عوام بڑے پیمانے پر کروڑوں لوگوں کے لئے پرولتاریہ اور نیم‌پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کو عملی جامہ پہنانے کے مسئلے میں لگے ہوئے ہیں ، ایسا مسئلہ جس کو اگر حل نہ کیا گیا تو سوشلزم کا سوال ہی نہیں رہ جاتا۔

کتاب‌پرستوں یا ان لوگوں کو جن کے ذہن لاعلاج طور پر بورژوا جمہوری یا پارلیمانی تعصبات سے بھرے ہوئے ہیں ہماری سوویتوں پر ، مثلاً براہ راست انتخاب کی غیر موجودگی پر حیرانی کے ساتھ سر ہلانے دو۔ انہوں نے ۱۸ — ۱۹۱۴ء کے عظیم تغیرات کے زمانے میں نہ تو کچھ فراموش کیا ہے اور نہ سیکھا ہے۔ پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کے ساتھ محنت کشوں کے لئے نئی جمہوریت کا اتحاد — خانہ جنگی کے ساتھ سیاست میں لوگوں کی زیادہ سے زیادہ شرکت کا اتحاد — ایسا اتحاد بیک ضرب تو ہو نہیں سکتا اور نہ یہ ڈھرے کی پارلیمانی جمہوریت کے فرسودہ طریقوں سے میل کھاتا ہے۔ ایک نئی دنیا کے ، سوشلزم کی دنیا کے خط و خال ہمارے سامنے سوویت ریپبلک کی شکل میں ابھر رہے ہیں۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ یہ دنیا ہمارے سامنے بنی بنائی وجود میں نہیں آتی ہے ، وہ منیروا کی طرح جوپیٹر (۴۹) کے سر سے ایک‌دم نہیں نمودار ہوتی ہے۔

جب کہ پرانے بورژوا جمہوری آئینوں نے رسمی مساوات اور اجتماع کے حق کے بارے میں ڈینگیں ماری ہیں ، ہمارے پرولتاری اور کسان والے سوویت آئین (۵۰) نے رسمی مساوات کی مکاری کو اتار پھینکا ہے۔ جب بورژوا ریپبلکنوں نے تخت‌وتاج کا خاتمہ کیا تو انہوں نے شاہ‌پرستوں اور ریپبلک کے حامیوں کے درمیان رسمی مساوات

کی فکر نہیں کی۔ جب بورژوازی کا تختہ الٹنے کا معاملہ درپیش ہوتا ہے تو صرف غدار یا احمق ہی بورژوازی کے لئے حقوق کی رسمی مساوات کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ '' اجتماع کی آزادی ،، مزدوروں اور کسانوں کے لئے ٹکے کی بھی حیثیت نہیں رکھتی جب بہترین عمارتیں بورژوازی کی ملکیت ہوں۔ ہماری سوویتوں نے شہروں اور دیہاتوں میں ساری اچھی عمارتیں امیروں سے ضبط کر کے ان سب کو مزدوروں اور کسانوں کو ان کی یونینوں اور جلسوں کے لئے منتقل کر دیا ہے۔ یہ ہے ہماری اجتماع کی آزادی — محنت کش لوگوں کے لئے ! یہ ہے ہمارے سوویت ، ہمارے سوشلسٹ آئین کا مطلب اور مافیہ۔

اسی لئے ہم سب کو اس کا مصمم یقین ہے کہ چاہے جو اور مصیبت ہماری سوویتوں کی ریپبلک پر ٹوٹے وہ ناقابل تسخیر ہے۔

وہ ناقابل تسخیر ہے کیونکہ بدحواس سامراج کی ہر لگائی ہوئی ضرب ، بین‌اقوامی بورژوازی کی ہم کو دی ہوئی ہر شکست ، مزدوروں اور کسانوں کے زیادہ سے زیادہ پرتوں کو جدوجہد کی طرف لاتی ہے ، زبردست قربانی کی قیمت پر ان کو سبق دیتی ہے ، ان کو فولادی بناتی ہے اور بڑے عوامی پیمانے پر نئی جرأت و ہمت پھیلاتی ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ آپ کے پاس سے مدد غالباً جلد نہیں آئے گی ، ساتھی امریکی مزدورو ، کیونکہ انقلاب مختلف ملکوں میں مختلف صورتوں اور مختلف رفتاروں سے بڑھ رہا ہے (اور اس کے سوا کچھ اور ہو بھی نہیں سکتا ہے)۔ ہم جانتے ہیں کہ حالانکہ یورپی پرولتاری انقلاب پچھلے دنوں بڑی تیزی سے پختہ ہوتا رہا ہے ، بہر حال ممکن ہے کہ آئندہ چند ہفتوں میں تو وہ نہیں بھڑکیگا۔ ہم عالمی انقلاب کی ناگزیریت پر بھروسہ کر رہے ہیں لیکن اس کا یہ بالکل مطلب نہیں ہے کہ ہم ایسے بیوقوف ہیں جو انقلاب کے ناگزیر طور پر کسی واضح اور اولیں تاریخ میں آنے پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے ملک میں ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۷ء کے دو عظیم انقلاب دیکھے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ انقلاب کسی حکم یا سمجھوتے کے تحت نہیں ہوا کرتے۔ ہم جانتے ہیں کہ حالات نے ہمارے روسی ، سوشلسٹ پرولتاریہ کے دستے کو ہماری خوبیوں کیوجہ سے نہیں سامنے لا کر کھڑا کیا ہے بلکہ روس کی غیرمعمولی پسماندگی کی وجہ سے ، اور

یہ بھی کہ عالمی انقلاب برپا ہونے سے پہلے کئی الگ انقلابوں کی شکست ممکن ہے۔

اس کے باوجود ہم کو پکا یقین ہے کہ ہم ناقابل تسخیر ہیں کیونکہ سامراجی قتل‌وغارت سے انسانیت کی اسپرٹ نہیں کچلی جا سکتی بلکہ انسانیت اس پر فتح حاصل کر لیگی۔ اور سامراجی جنگ کی قید کی زنجیر توڑنےوالا پہلا ملک ہمارا ملک تھا۔ اس زنجیر کو توڑنے کی جد و جہد میں ہم نے بہت ہی بھاری نقصان اٹھایا، لیکن ہم نے اس کو توڑ دیا۔ ہم سامراجی ماتحتی سے آزاد ہو گئے، ہم‌نے ساری دنیا کے سامنے سامراج کا مکمل طور سے خاتمہ کرنے کے لئے جدوجہد کا جھنڈا بلند کیا ہے۔

ہم جیسے ایک محصور قلعے میں ہیں اور عالمی سوشلسٹ انقلاب کے دوسرے دستوں کے منتظر ہیں کہ وہ آ کر ہماری مدد کریں۔ ان دستوں کا وجود ہے، وہ ہمارے دستوں سے تعداد میں زیادہ ہیں، وہ پختہ ہو رہے ہیں، بڑھ رہے ہیں اور جتنے زیادہ دنوں تک سامراج کے مظالم جاری رہتے ہیں وہ زیادہ طاقتور ہو رہے ہیں۔ مزدور اپنے سوشلسٹ غداروں سے — گومپیرس، ہنڈرسن ریناڈیل، شیڈمان اور رینیر جیسے لوگوں سے — علحدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ لیکن اعتماد کے ساتھ مزدور کمیونسٹ، بالشویک طریقۂ کار اختیار کر رہے ہیں اور پرولتاری انقلاب کی طرف بڑھ رہے ہیں جو تنہا مرتے ہوئے کلچر اورمرتی ہوئی انسانیت کو بچانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ ہم ناقابل تسخیر ہیں کیونکہ عالمی پرولتاری انقلاب ناقابل تسخیر ہے۔

۲۰ اگست ۱۹۱۸ء — ن۔ لینن

"پراودا"، شمارہ ۱۷۸، ۲۲ اگست ۱۹۱۸ء

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۳۷، صفحات ۶۴ — ۴۸

روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کے پروگرام کا مسودہ

(اقتباس)

(۱۲) سرمائے کے ارتکاز اور مرکزیت کے عمل اور آزاد مقابلے کے خاتمے سے بیسویں صدی کی ابتدا میں ساری معاشی زندگی میں سرمایہ‌داروں کے فیصلہ کن اهمیت پانے والے زبردست اجارے دارانہ اتحادوں — سینڈیکیٹوں، کارٹیلوں اور ٹرسٹوں — کے قیام کی، بینک کے سرمائے کے صنعت کے زبردست مرکوز سرمائے کے ساتھ اتصال کی، غیر ملکوں کو سرمائے کی برآمد میں اضافے کی اور اس بات کی نوبت آئی کہ دنیا کی معاشی تقسیم شروع ہوگئی جو علاقائی طور پر امیرترین ملکوں اور ٹرسٹوں کے درمیان تقسیم ہوچکی تھی جو سرمایہ‌دار طاقتوں کے زیادہ سے زیادہ وسیع گروهوں پر قبضہ جما رہے هیں۔ یہ مالیاتی سرمائے کا دور ہے، سرمایہ‌دار ریاستوں کے درمیان بےنظیر سخت جدوجہد کا دور، یہ ہے سامراج کا دور۔

(۱۳) یہاں سے ناگزیر طور پر سامراجی جنگیں، سامان کی بکری کی منڈیوں کے لئے، سرمایہ لگانے کے علاقوں کے لئے، خام اشیا اور محنت کی سستی طاقت کے لئے یعنی عالمی تسلط کے لئے اور چھوٹی اور کمزور قوموں کا گلا گھونٹنے کے لئے جنگیں پیدا ہوتی هیں۔ ۱۹۱۴ء — ۱۹۱۸ء کی پہلی عظیم سامراجی جنگ ٹھیک اسی طرح کی ہے۔

(۱۴) اور عام طور پر عالمی سرمایہ‌داری کی ترقی بہت ہی اعلی پیمانے پر ہورہی ہے۔ آزاد مقابلے کی جگہ ریاستی اجارےدارانہ سرمایہ‌داری کا لینا، بینکوں اور اسی طرح سرمایہ‌داروں کے اتحادوں کی طرف سے پیداوار اور تیار سامان کی تقسیم کے عمل کی سماجی

تنظیم کےلئے ایک مشینری کی تیاری ، سامراجی اجارےداریوں میں اضافے کے تعلق سے گرانی اور مزدور طبقے پر سینڈیکیٹوں کے جبروتشدد میں اضافه ، اور سامراجی ریاست کا اس کو غلام بنانا ، پرولتاریه کی معاشی اور سیاسی جدوجہد میں بےنظیر مشکلات پیش آنا اور سامراجی جنگ کی پیدا کی هوئی هراس ، غربت اور تباهی — یه سب باتیں سرمایهداری کے ارتقا کی موجوده منزل سے پرولتاری ، کمیونسٹ انقلاب کے دور تک جانے کے امکان فراهم کرتی هیں -

یه دور شروع هوچکا هے -

”پراودا“، شماره ۴۳ ،
۲۵ فروری ۱۹۱۹ ء

لینن کا مجموعهٔ تصانیف ، پانچواں روسی ایڈیشن ، جلد ۳۸ ، صفحات ۱۰۷ — ۱۰۶

امریکی نامہ نگار کے سوالوں کا جواب[51]

(اقتباس)

(٥) سب سے زیادہ میں امریکی رائے عامہ کو مندرجہ ذیل باتوں سے مطلع کرنا چاہتا ہوں :

جاگیردار نظام کے مقابلے میں سرمایہ دار نظام ''آزادی''، ''مساوات''، ''جمہوریت'' اور ''تہذیب'' کے راستے پر آگے کی طرف عالمی تاریخی قدم تھا۔ اس کے باوجود سرمایہ دار نظام اجرتی غلامی کا نظام تھا اور ہے جو کروڑوں محنت کشوں، مزدوروں اور کسانوں کو موجودہ («modern») غلام مالکوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی حقیر اقلیت کا غلام بناتا ہے۔ بورژوا جمہوریت نے، بمقابلہ جاگیرداری کے، اس معاشی غلامی کی شکل بدل دی اور اس کے لئے خاص طور سے چمکدار پردہ بنادیا لیکن اس کی حقیقت کو نہیں بدلا اور نہ بدل سکتی تھی۔ سرمایہ دار نظام اور بورژوا جمہوریت اجرتی غلامی ہے۔

زبردست ٹکنیکی ترقی نے عام طور پر، ذرائع رسل و رسائل نے خاص طور پر اور سرمائے اور بینکوں میں زبردست اضافے نے سرمایہ دار نظام کو پکایا اور حد سے زیادہ پکایا۔ وہ اپنی عمر سے زیادہ زندہ رہا۔ وہ انسانیت کی ترقی میں انتہائی رجعت پرست روڑا بن گیا۔ وہ مٹھی بھر ارب پتیوں اور کروڑپتیوں کی عالمگیر طاقت کے مترادف ہوگیا جو اس سوال کو طے کرنے کے لئے قوموں کو جنگ میں جھونک رہے تھے کہ آیا سامراجی لوٹ مار، نوآبادیوں پر اقتدار، مالیاتی

’’ حلقه هائے اثر ،، یا ’’ انتظام کا حق ،، وغیرہ جرمنی کے یا برطانوی فرانسیسی گروہ کے درندوں کو ملے۔

۱۸ — ۱۹۱۴ ء کی جنگ کے زمانے میں کروڑوں لوگ اسی لئے اور صرف اسی لئے مارے گئے اور اپاہج ہو گئے۔ اس حقیقت کا شعور نہ رکنے والی طاقت اور تیز رفتاری کے ساتھ تمام ملکوں کے محنت کش لوگوں میں پھیلتا جا رہا ہے اور مزید برآں یہ کہ جنگ ہر طرف بےمثال تباہی لائی اور جنگ کےلئے ہر جگہ بشمول ’’ فاتح ،، قوموں کے ، قرض کی فیصدی ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ فیصدی کیا ہے ؟ یہ ان کروڑپتی حضرات کےلئے اربوں کا خراج اس کےلئے ہے کہ انھوں نے مہربانی کرکے کروڑوں مزدوروں اور کسانوں کو اجازت دی کہ وہ سرمایہ‌داروں کے نفع کی تقسیم کے بارے میں مسئلہ حل کرنے کےلئے ایک دوسرے کو قتل کریں اور اپاہج بنائیں۔

۲۰ جولائی ۱۹۱۹ ء

لینن

’’ پراودا ،، شمارہ ۱۶۲ ،
۲۵ جولائی ۱۹۱۹ ء

لینن کا مجموعۂ تصانیف ،
پانچواں روسی ایڈیشن ، جلد
۳۹ ، صفحات ۱۱۶ — ۱۱۵

محنت کش کزاکوں کی پہلی کل روس کانگرس میں رپورٹ

یکم مارچ ۱۹۲۰ء

(اقتباس)

خود بورژوا ملکوں کے درمیان زبردست جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا ہے ۔ امریکہ اور جاپان ایک دوسرے پر جھپٹنے والے ہی ہیں کیونکہ جاپان سامراجی جنگ کے دوران چپکے بیٹھا رہا اور تقریباً سارا چین ہڑپ کر گیا جہاں چالیس کروڑ آدمی ہیں ۔ سامراجی حضرات کہتے ہیں : ”ہم ریپبلک کے حق میں ہیں ، ہم جمہوریت کے حق میں ہیں ، لیکن آخر جاپان نے ٹھیک ہماری ناک کے نیچے سے اس سے زیادہ چرالیا جو اس کے لئے واجب تھا ؟“ جاپان اور امریکہ بس لڑنے والے ہی ہیں اور اس جنگ کو روکنے کا ، جس میں مزید ایک کروڑ آدمی ہلاک اور دو کروڑ اپاہج ہوں گے ، کوئی امکان نہیں ہے ۔ فرانس بھی کہتا ہے ”نوآبادیاں کس کو ملیں ؟ — برطانیہ کو“ ۔ فرانس کو فتح ہوئی لیکن وہ گردن تک قرض میں اٹا ہوا ہے ، اس کی لاچاری کی حالت ہے حالانکہ برطانیہ دولت‌مند ہو گیا ہے ۔ وہاں پھر نئے گٹھ جوڑ اور اتحاد شروع ہو رہے ہیں ، وہاں نوآبادیوں کی تقسیم کے لئے پھر ایک دوسرے پر جھپٹنا چاہتے ہیں اور سامراجی جنگ پھر زور پکڑ رہی ہے اور اس کو روکا نہیں جا سکتا ہے ، اس لئے نہیں کہ کوئی سرمایہ‌دار انفرادی طور پر برا آدمی ہوتا ہے (ان میں سے ہر ایک انفرادی طور پر انسان ہوتا ہے) ، بلکہ اس‌لئے کہ وہ کسی اور طریقے سے مالیاتی شکنجے سے نہیں نکل

سکتے ، اس لئے کہ ساری دنیا قرضدار ہے ، محکومی میں ہے ، اس لئے کہ ذاتی ملکیت جنگ کی طرف لے گئی ہے اور ہمیشہ لے جائے گی۔

نامکمل طور پر '' کل روس مرکزی انتظامیہ کمیٹی کے ایزویستیا '' کے شمارہ ۴۷ میں ۲ مارچ ۱۹۲۰ ء کو چھپی۔ مکمل طور پر '' پراودا '' کے شماروں ۴۷ ، ۴۸ و ۴۹ میں ۲، ۳ و ۴ مارچ ۱۹۲۰ ء کو چھپی

لینن کا مجموعۂ تصانیف ، پانچواں روسی ایڈیشن ، جلد ۴۰ ، صفحہ ۱۸۰

روسی کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی ماسکو شاخ کے سرگرم کارکنوں کے جلسے میں مراعات کے بارے میں رپورٹ

٦ دسمبر ١٩٢٠ء

(اقتباسات)

کیا موجودہ سرمایہ‌دار دنیا میں ایسے بنیادی تضادات ہیں جن سے فائدہ اٹھانا چاہئے ؟ ہاں تین خاص تضادات ہیں جن کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا، جو ہم سے سب سے زیادہ قریب ہے ، وہ جاپان اور امریکہ کے تعلقات ہیں۔ ان دونوں کے درمیان جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ وہ بحرالکاہل کے ساحلوں پر امن کے ساتھ نہیں رہ سکتے، اگرچہ ان ساحلوں کے درمیان تین ہزار ورسٹ کا فاصلہ ہے۔ یہ رقابت مسلمہ طور پر ان کے سرمایہ‌دار نظاموں کے تعلقات سے پیدا ہو گئی ہے۔ آئندہ جاپانی امریکی جنگ کے بارے میں بہت زیادہ ادب موجود ہے۔ یہ کہ جنگ کی تیاری ہے ، یہ کہ جنگ ناگزیر ہے ، اس میں کوئی شبہ نہیں۔ امن پرست اس مسئلے سے کترانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو عام لفاظی سے چھپاتے ہیں۔ لیکن ہر اس آدمی کے لئے جو معاشی تعلقات اور سیاست کی تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے اس میں شبہ کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ معاشی لحاظ سے جنگ پک کر تیار ہو چکی ہے اور سیاسی لحاظ سے اس کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس مسئلے سے متعلق کوئی کتاب ایسی نہ ملےگی جس میں اس جنگ کے پکنے کے بارے میں نہ دیکھا جا سکے۔ کرۂارض کی تقسیم ہوچکی ہے۔ جاپان نے وسیع نوآبادیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ جاپان میں پانچ کروڑ لوگ ہیں اور وہ معاشی لحاظ سے نسبتاً کمزور ہے۔ امریکہ میں گیارہ کروڑ آدمی ہیں اور اس کے پاس کوئی نوآبادی نہیں ہے ، اگرچہ وہ جاپان سے کئی گنا

زیادہ امیر ہے ۔ جاپان نے چین پر قبضہ کرلیا جس کی آبادی چالیس کروڑ ہے اور جہاں دنیا کے کوئلے کے زبردست ذخیرے ہیں ۔ اس چیز کو کیسے برقرار رکھا جائے ؟ یہ خیال کرنا مضحکہ‌انگیز ہے کہ زیادہ مضبوط سرمایہ‌دار نظام زیادہ کمزور سرمایہ‌دار نظام کو اس کے مال غنیمت سے محروم نہ کریگا ۔ کیا ایسے حالات میں امریکیوں کےلئے چپ‌چاپ بیٹھے رہنا ممکن ہے ؟ کیا طاقتور سرمایہ‌داروں کو کمزور سرمایہ‌داروں کے برابر کھڑا کرکے یہ سوچا جا سکتا ہے کہ وہ آخرالذکر سے چھین‌جھپٹ نہ کریں‌گے ؟ پھر وہ اور کیا کرینگے ؟ کیا ایسی صورت‌حال میں ہم بےتعلق رہ سکتے ہیں اور کمیونسٹوں کی حیثیت سے صرف یہ کہہ سکتے ہیں : '' ہم ان ملکوں کے اندر کمیونزم کا پروپیگنڈا کریں‌گے ،،۔ یہ ٹھیک ہے لیکن یہ سب کچھ نہیں ہے ۔ کمیونسٹ پالیسی کا عملی فریضہ اس مخاصمت سے فائدہ اٹھانا ہے اور ان کو ایک دوسرے سے لڑانا ہے ۔ یہاں نئی صورت‌حال پیدا ہوتی ہے ۔ اگر دو سامراجی ملکوں امریکہ اور جاپان کو لیجئے تو وہ لڑنا چاہتے ہیں ، وہ دنیا میں اول رہنے کیلئے ، لوٹ‌مار کا حق حاصل کرنے کےلئے لڑنا چاہتے ہیں ۔ جاپان اس کےلئے لڑیگا کہ وہ کوریا کی لوٹ‌مار کو جاری رکھ سکے جس کو وہ بےنظیر درندگی کے ساتھ ، تمام تازہ‌ترین ٹکنیکی ایجادوں کو اذیت کے خالص ایشیائی طریقوں سے متحد کرکے ، لوٹ رہا ہے ۔ تھوڑے ہی دن ہوئے ہمیں ایک کوریائی اخبار ملا جس میں جاپانیوں کے کرتوت بتائے گئے ہیں ۔ یہاں زارشاہی کے تمام طریقوں کو ، ٹکنیک کے سارے جدیدترین کارناموں کو اذیت پہنچانے کے خالص ایشیائی طریقوں اور بےنظیر درندگی کےساتھ متحد کردیا گیا ہے ۔ لیکن اس کوریائی تر نوالے کو امریکی ہڑپ کرلینا چاہتے ہیں ۔

. . . .

میں نے آپ کو ایک سامراجی تضاد دکھایا جس سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہئے ۔ یہ جاپان اور امریکہ کےدرمیان ہے اور دوسرا امریکہ اور باقی ساری سرمایہ‌دار دنیا کے درمیان ہے ۔ تقریباً '' فاتحوں ،، کی ساری دنیا جنگ سے باہر بہت دولت‌مند ہوکر نکلی ہے ۔ امریکہ طاقتور ہوگیا ہے ، اب اس کے سب قرضدار ہیں اور اس پر سب کچھ

منحصر ہے، اس سے سب سے زیادہ نفرت کی جاتی ہے ، وہ سب کو لوٹتا ہے اور بہت انوکھے طور پر لوٹتا ہے ۔ اس کے پاس نوآبادیاں نہیں ہیں ۔ برطانیہ بڑی بڑی نوآبادیاں لیکر جنگ سے نکلا اور فرانس بھی ۔ برطانیہ نے امریکہ سے تجویز کی کہ وہ اپنی لوٹی ہوئی نوآبادیوں میں سے ایک پر اس کو حکومت کا اختیار (mandate) دےدے (آجکل ایسی ہی زبان میں اس کا اظہار کیا جاتا ہے) لیکن امریکہ نے اس کو نہیں لیا ۔ ظاہر ہے کہ امریکی تجار مختلف طریقے سے سوچتے ہیں ۔ انھوں نے دیکھا کہ جنگ بربادی کے لحاظ سے اور مزدوروں کی مزاجی کیفیت کے لحاظ سے بہت ہی معینہ رول ادا کرتی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ان کےلئے مینڈیٹ لینا مفید نہیں ہے ۔ لیکن یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وہ یہ نوآبادی دوسرے لوگوں کو نہ استعمال کرنے دیں گے ۔ سارا بورژوا ادب اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ امریکہ کے خلاف نفرت بڑھ رہی ہے اور امریکہ میں روس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے حق میں رائے بڑھ رہی ہے ۔ امریکہ نے کولچاک سے اس کو تسلیم کرنے کا اور اس کی مدد کرنے کا معاہدہ کیا لیکن وہاں ان کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ان کو صرف نقصان اور بدنامی ہی اٹھانی پڑی ۔ اس طرح ہمارے سامنے دنیا کی سب سے بڑی ریاست ہے جس کے پاس ۱۹۲۳ ء تک انگلستان سے زیادہ طاقتور بحری بیڑا ہوگا ، لیکن اس ریاست سے دوسرے سرمایہ‌دار ملک بہت زیادہ نفرت کرتے ہیں ۔ صورت‌حال کے اس رجحان کو ہمیں پیش نظر رکھنا چاہئے ۔ امریکہ باقی یورپ سے سمجھوتہ نہیں کرسکتا ۔ اس واقع کو تاریخ نے ثابت کردیا ہے ۔ وارسائی معاہدے (۵۲) کا تجزیہ کسی اور نے اتنی اچھی طرح نہیں کیا ہے جتنا کینس نے اپنی کتاب میں کیا ہے جو وارسائی میں برطانیہ کا نمائندہ تھا ۔ اس کتاب میں اس نے ولسن اور اس رول کا مذاق اڑایا ہے جو ولسن نے معاہدۂ وارسائی میں ادا کیا ۔ ولسن وہاں بالکل احمق ثابت ہوا جس کو کلیمینسو اور لائڈ جارج نے اپنا مہرہ بنالیا ۔ اس طرح ساری باتیں یہ دکھاتی ہیں کہ امریکہ دوسرے ملکوں سے سمجھوتہ کرکے نہیں رہ سکتا کیونکہ ان کے درمیان بہت ہی گہرا معاشی نفاق ہے ، کیونکہ امریکہ دوسروں سے زیادہ امیر ہے ۔

اسی‌لئے ہم مراعات کے بارے میں سارے سوالوں کا جائزہ اس زاویہ‌ٔنگاہ سے لیں‌گے کہ امریکہ اور باقی سرمایہ‌دار دنیا کے درمیان نفاق کو تیز کرنے کے چھوٹے سے چھوٹے امکان کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے۔ امریکہ ناگزیر طور پر نوآبادیوں سے تضاد رکھتا ہے اور اگر وہ ان کو زیادہ گہرائی سے ہاتھ لگانا چاہتا ہے تو وہ ہماری دس گنی مدد کریگا۔ نوآبادیاں بے‌چینی سے ابال کھا رہی ہیں اور جب آپ ان کو ہاتھ لگاتے ہیں، تو آپ چاہیں یا نہ چاہیں، آپ امیر ہوں یا نہ ہوں (اور جتنا ہی امیر ہوں اتنا ہی زیادہ اچھا ہے) آپ ہماری مدد کرتے ہیں اور وانڈیرلیپ جیسے حضرات بھاگ نکلتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ نفاق ہمارے لئے بنیادی خیال ہے۔

اور تیسرا نفاق ہم اتحاد ثلاثہ اور جرمنی کے درمیان پاتے ہیں۔ جرمنی مفتوح ہے، اس کو معاہدۂ وارسائی نے کچل دیا ہے لیکن وہ زبردست معاشی امکانات رکھتا ہے۔ جرمنی معاشی ترقی کے درجے کے لحاظ سے دنیا میں دوسرا ہے، اگر امریکہ کو پہلا سمجھاجائے۔ ماہرین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ بجلی کی صنعت کے لحاظ سے وہ امریکہ سے بھی اونچا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ بجلی کی صنعت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ بجلی کے استعمالوں کی وسعت کے لحاظ سے امریکہ اونچا ہے لیکن ٹکنیکی مہارت کے لحاظ سے جرمنی اونچا ہے۔ اور ایسے ملک پر معاہدۂ وارسائی مسلط کردیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا جینا ناممکن ہو رہا ہے۔ جرمنی ایک بہت ہی مضبوط، ترقی‌یافتہ سرمایہ‌دار ملک ہے، وہ معاہدۂ وارسائی کو برداشت نہیں کرسکتا اور جرمنی عالمی سامراج کےخلاف حلیف تلاش کرنے پر مجبور ہے جس کو خود سامراجی ہوتے ہوئے، کچل دیا گیا ہے۔

اخباری رپورٹ ’’کراسنایا گزیتا،، کے شمارہ ۲۷۵ میں ۷ دسمبر ۱۹۲۰ ء کو چھپی۔
پہلی بار مکمل طور پر ن۔ لینن (و۔ او لیانوف) کے مجموعۂ تصانیف کی جلد ۱۷ میں ۱۹۲۳ء میں چھپی

لینن کا مجموعۂ تصانیف، پانچواں روسی ایڈیشن، جلد ۴۲، صفحات ۶۱ — ۶۰ اور ۶۸ — ۶۷

تشریحی نوٹ

۱ - مینی‌فسٹو ''جنگ اور روسی سوشل ڈیموکریسی،، روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی وہ پہلی سرکاری دستاویز ہے جو بالشویک پارٹی کی پوزیشن کا ۱۸ — ۱۹۱۴ء کی عالمی سامراجی جنگ کے تعلق سے اظہار کرتی ہے جس کی ابھی ابتدا ہوئی تھی۔ یہ مینی‌فسٹو ستمبر ۱۹۱۴ء میں لکھا گیا اور یکم نومبر ۱۹۱۴ء کو روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کے مرکزی ترجمان اخبار ''سوشل ڈیموکریٹ،، میں ادارئے کی حیثیت سے شائع ہوا اور دوسری انٹرنیشنل کے انتظامی ادارے اور برطانیہ، جرمنی، فرانس اور سویڈن کے کچھ سوشلسٹ اخباروں کو بھیجا گیا۔ صفحہ ۱۸

۲ - یونکر — پروشیائی بڑا زمین‌دار، رجعت‌پرست۔ صفحہ ۱۹

۳ - پمفلٹ ''سوشلزم اور جنگ (روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی پوزیشن جنگ کے بارے میں)،، ۱۹۱۴ء کی جنگ کے ابتدائی زمانے میں پہلی بین‌اقوامی سوشلسٹ کانفرنس کی تیاری کے سلسلے میں ولادیمیر ایلیچ لینن کی ذہنی فکروکاوش کا نتیجہ تھا۔ اس کو لینن نے ''ہماری پارٹی کی تجاویز پر تبصرہ،، کا نام دیا اور اس میں جنگ کے بارے میں روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی پوزیشن کی وضاحت کی۔ صفحہ ۲۱

۴ - یہاں ۱۸۷۱ ء کے پیرس کمیون کا ذکر ہے جو تاریخ میں پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ کی پہلی حکومت تھی - پیرس کمیون ۱۸ مارچ سے ۲۸ مئی ۱۸۷۱ ء تک رہا - صفحہ ۲۲

۵ - ذکر ان جنگوں کا ہے جو انقلابی فرانس کو ۱۷۹۲ ء سے یورپی شاھیوں کے انقلاب دشمن ایتلاف کے خلاف لڑنی پڑیں جنھوں نے مسلح طاقت سے انقلاب کو کچلنے کی کوشش کی - اسی طرح یہاں بعد کی نپولین کی جنگوں کا بھی ذکر ہے - صفحہ ۲۲

۶ - ۱۸۷۰ — ۷۱ ء کی فرانسیسی — پروشیائی جنگ کے دوران ساری فرانسیسی فوج کو محاصرہ کرکے قید کر لیا گیا - صفحہ ۲۲

۷ - لینن کے پیش نظر ولہلم لیبکنیخت کی وہ تقریر ہے جو انھوں نے جرمن سوشل ڈیموکریٹوں کی ایرفورٹ کانگرس میں ۱۸۹۱ ء میں کی تھی - صفحہ ۲۳

۸ - یہاں کلاؤزیویتس کے ان الفاظ کا ذکر ہے جو انھوں نے اپنی کتاب ''جنگ،، میں لکھے تھے - صفحہ ۲۷

۹ - اتحادی بلک یا اتحادثلاثہ (Entente) — سامراجی طاقتوں (برطانیہ ، فرانس اور روس) کا بلا ک ، جو بیسویں صدی کی ابتدا میں بنایا گیا تھا اور جس کا مقصد تین سامراجی طاقتوں (جرمنی ، آسٹریاھنگری اور اٹلی) کی مخالفت تھا - اس نے اپنا نام اس برطانوی فرانسیسی معاهدے سے لیا جو ۱۹۰۴ ء میں « Entente cordiale » کے نام سے هوا تھا - ۱۹۱۵ ء میں اٹلی سه طاقتی اتحاد سے نکل کر اتحاد ثلاثه میں شامل هو گیا - صفحہ ۲۸

۱۰ - استرووے کے پیرو (پ - ب - استرووے کے نام پر) — مارکس‌ازم کی اس اعتدال پرست بورژوا مسخ شدہ شکل کی نمائندگی کرنےوالے جس کو ''قانونی مارکس‌ازم،، کا نام دیا گیا تھا اور جو انیسویں صدی کے آخر میں روس کے بورژوا دانش‌وروں میں سماجی

سیاسی رجحان کی حیثیت سے نمودار ہوئی۔ ”قانونی مارکس‌ازم“ نے مارکس‌ازم سے وہ باتیں لے لیں جو اعتدال پرست بورژوازی کے مطلب کی تھیں مثلاً جاگیرداری کے مقابلے میں سرمایہ‌داری کی ترقی پسندی کے بارے میں مارکس‌ازم کی تعلیم کو لے لیا اور اس کی انقلابیت، سرمایہ‌داری کی ناگزیر بربادی اور پرولتاری انقلاب کے بارے میں اس کی تعلیم کو رد کر دیا۔

”اکونومسٹ“ — اکونومزم کے حامی جو انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کی ابتدا میں روسی سوشل ڈیموکریسی میں موقع‌پرست رجحان تھا۔ ”اکونومسٹوں“ کا خیال تھا کہ زار شاہی کے خلاف سیاسی جد و جہد اعتدال پرست بورژوازی کو کرنی چاہئے اور مزدوروں کو صرف معاشی جدوجہد تک محدود رکھنا چاہئے جو محنت کے حالات بہتر بنانے اور اجرت میں اضافے کے لئے ہوگی۔ صفحہ ۳۳

۱۱ - یہاں کاؤتسکی کا پمفلٹ ”اقتدار کا راستہ“ («Der Weg zur Macht») پیش‌نظر ہے جو ۱۹۰۹ ء میں شائع ہوا تھا۔ صفحہ ۳۳

۱۲ - «Die Neue Zeit» (”نیا زمانہ“) — جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا نظریاتی رسالہ جو اشٹوٹگارٹ سے ۱۸۸۳ ء سے ۱۹۲۳ ء تک نکلتا رہا۔ انیسویں صدی کی آخری دہائی میں اینگلس کے انتقال کے بعد اس رسالے میں باقاعدگی کے ساتھ ترمیم‌پرستوں کے مضامین شایع ہونے لگے۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران رسالے نے مرکزیت پسند (centrist) پوزیشن اختیار کرلی اور عملی طور پر سوشل شاونسٹوں کی حمایت کی۔ صفحہ ۳۴

۱۳ - ”سامراج — سرمایہ‌داری کی آخری منزل“ نامی کتاب جنوری — جون ۱۹۱٦ ء میں زوریخ میں ”پاروس“ اشاعت گھر کےلئے لکھی گئی جو دسمبر ۱۹۱۵ ء میں پیٹروگراد میں قائم کیا گیا تھا۔

ولادیمیر ایلیچ لینن نے سرمایہ‌دار نظام کے ارتقا کے نئے مظاہر کا ذکر پہلی عالمی جنگ سے کافی پہلے سے کیا ہے۔ انہوں نے خاص طور سے اسکی ایسی خصوصیات کی تشریح و

تجزیه کیا جو سامراجی دور کےلئے کرداری ھیں۔ لینن نے بڑی توجه سے سرمایه‌داری کے بارے میں جدیدترین ادب کی تلاش کی اور اسکا مطالعه کیا۔

لینن نے سرمایه‌دار نظام کے ارتقا میں اجارےدارانه منزل کی همه‌پهلو تحقیقات پهلی عالمی جنگ سے کی۔ ”سامراج — سرمایه‌داری کی آخری منزل،، (”سامراج کے بارے میں نوٹ‌بکیں،،) کی تیاری کیلئے تقریباً ۵۰ forms کا مواد تها اور اسکےلئے ۱۴۸ کتابوں سے (جن میں ۱۰۶ جرمن، ۲۳ فرانسیسی، ۱۷ انگریزی کتابیں اور ۲ روسی ترجمے تهے) اور ۲۳۲ مضامین سے اقتباس لئے گئے ھیں۔

۱۹۱۷ ء کے وسط میں یه کتاب ”سامراج — سرمایه‌داری کی جدید ترین منزل (مقبول‌عام مقاله)،، کے نام سے لینن کے پیش لفظ کے ساته، جس پر ۲۶ اپریل ۱۹۱۷ ء کی تاریخ تهی، شائع هوئی۔ صفحه ۳۷

۱۴ - دوسری انٹرنیشنل — سوشلسٹ پارٹیوں کی بین‌اقوامی متحده انجمن جو ۱۸۸۹ ء میں قائم کی گئی۔ سامراجی دور کی ابتدا سے اس میں زیاده سے زیاده موقع‌پرست رجحانات اوپر آتے گئے۔ جب ۱۹۱۴ ء میں عالمی جنگ شروع هوئی تو دوسری انٹرنیشنل کے موقع‌پرست لیڈروں نے سوشلزم سے غداری کی اور اپنے اپنے ملکوں کی بورژوا حکومتوں کی سامراجی پالیسی کی کهلم کهلا حمایت کی۔ دوسری انٹرنیشنل ٹوٹ پهوٹ گئی۔ صفحه ۴۰

۱۵ - نرودنیک — نرودازم کے حامی — یه نظریاتی سیاسی رجحان روس میں انیسویں صدی کے آٹهویں عشرے میں دانش‌وروں کے درمیان پیدا هوا۔ انهوں نے کسانوں کے درمیان پروپیگنڈے ، ”نرود،، (عوام) کے پاس جانے کی اپیل کی۔ یهاں سے نرودنیک کا نام پڑا۔ نرودازم کے نظرئے کی امتیازی خصوصیات تهیں: انقلابی تحریک میں مزدور طبقے کے رهنما رول سے انکار، یه غلط رائے که چهوٹے صاحبان جائداد اور کسان سوشلسٹ انقلاب کرینگے، برادری کو، جو حقیقت میں روسی دیهاتوں

میں جاگیرداری اور کسان غلامی کی باقیات میں تھی ، سوشلزم کی جنین سمجھنا وغیرہ - صفحہ ۴۴

۱۶ - «Die Bank» — جرمن بینکروں کا رسالہ جو برلن سے ۱۹۰۸ء سے ۱۹۴۳ء تک شایع ہوتا رہا - صفحہ ۵۶

۱۷ - انسدادپرستی — منشویکوں میں انتہاپسند دائیں‌بازو کا موقع پرست رجحان جو روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی میں پہلے روسی انقلاب کی ناکامی کے بعد ۱۹۰۸ء — ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوا - انسداد پسندوں نے مارکس‌وادی پارٹی کے پروگرام اور طریقۂ‌کار سے انکار کر دیا اور کوشش کی کہ پرولتاری انقلابی پارٹی کا انسداد کرکے اپنی اصلاح پرست پارٹی منظم کی جائے جسکی سرگرمیوں کو زار کی حکمرانی کے حالات کی حدود میں رکھا جائے جس کا مطلب یہ تھا کہ عملی طور پر پرولتاریہ کی پارٹی کا انسداد ہوسکے - صفحہ ۶۵

۱۸ - فیبئن سوسائٹی — برطانوی اصلاح‌پسند تنظیم جو ۱۸۸۴ء میں قائم ہوئی - اس سوسائٹی کا نام تیسری صدی قبل مسیح کے روم کے سپہ‌سالار فیبی میکسم پر پڑا جو ھانی‌بال کے خلاف فیصلہ کن لڑائی میں اپنی تاخیری کارروائیوں کی وجہ سے ”کونک تاتر“ (سست) کہلایا - اس سوسائٹی کے ممبر زیادہ‌تر بورژوا دانش‌وروں کے نمائندے تھے - وہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ سرمایہ‌داری سے سوشلزم تک عبور صرف چھوٹی چھوٹی اصلاحوں کے ذریعہ سماج کی رفتہ رفتہ تشکیل نو سے ہو سکتا ھے - ۱۹۰۰ء میں فیبئن سوسائٹی برطانیہ کی لیبر پارٹی میں مل گئی - صفحہ ۶۶

۱۹ - انگریزوں اور بوئروں کی جنگ (۱ کتوبر ۱۸۹۹ء — مئی ۱۹۰۲ء) — دو جنوبی افریقی ریپبلکوں ٹرانسوال اور اورینج فری‌اسٹیٹ کے خلاف برطانیہ کی نوآبادیاتی قبضہ گیر جنگ جسمیں یہ دونوں ریپبلکیں خودمختاری سے محروم ہوگئیں اور برطانیہ کی نوآبادیاں بن گئیں - صفحہ ۷۸

۲۰ - لینن کا مطلب یہاں نام نہاد "مختتم سمجھوتے" سے ہے جس پر ۷ ستمبر ۱۹۰۱ء کو سامراجی طاقتوں (برطانیہ، آسٹریا ہنگری، بلجیم، فرانس، جرمنی، اٹلی، جاپان، روس، ہالینڈ، اسپین اور ریاستہائے متحدہ امریکہ) اور چین کے درمیان ۱۸۹۹ء — ۱۹۰۱ء کی بوکسر بغاوت کی شکست کے نتیجے میں دستخط ہوئے تھے۔ اس سے غیرملکی سرمائے کو چین کا استحصال اور لوٹ کھسوٹ کرنے کا نیا امکان ملا۔ صفحہ ۷۹

۲۱ - بوکسر بغاوت — ۱۸۹۹ء — ۱۹۰۱ء میں چین میں سامراج دشمن عوامی بغاوت جو "ای — ہے — تسیوآن" ("گھونسا انصاف اور اتحاد و اتفاق کے نام پر") جماعت نے کی۔ اس بغاوت کو سامراجی طاقتوں کے متحدہ تعزیراتی دستوں نے جرمن جنرل والدیرزی کی قیادت میں انتہائی ظلم کے ساتھ دبا دیا۔ بغاوت کو دبانے میں جرمنی، جاپان، برطانیہ، امریکہ اور روس کی فوجوں نے حصہ لیا۔ چین کو مجبور ہو کر ۱۹۰۱ء میں نام نہاد "مختتم سمجھوتے" پر دستخط کرنے پڑے جسکے مطابق چین غیرملکی سامراج کی نیم‌نوآبادی بن گیا۔ (نوٹ نمبر ۲۰ دیکھئے۔) صفحہ ۸۰

۲۲ - فاشودا — مشرقی سوڈان کی ایک جگہ جہاں ستمبر ۱۸۹۸ء میں انگریز اور فرانسیسی نوآبادکاروں کے درمیان فوجی تصادم کیوجہ سے بین‌اقوامی صورت حال میں شدید بحران پیدا ہوگیا جس نے برطانیہ اور فرانس کے درمیان سوڈان پر تسلط کےلئے جدوجہد اور افریقہ کا حصہ بانٹ کرنےکی عکاسی کی۔ صفحہ ۸۱

۲۳ - جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کا ایرفورٹ پروگرام اکتوبر ۱۸۹۱ء میں شہر ایرفورٹ کی کانگرس میں منظور کیا گیا۔ یہ دوسری انٹرنیشنل کی سوشلسٹ پارٹیوں کے سب سے بااصول مارکسی پروگراموں میں سے تھا۔ صفحہ ۱۰۴

۲۴ - ”سوشل ڈیموکریٹ“ — غیرقانونی اخبار، روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کا مرکزی ترجمان جو فروری ۱۹۰۸ء سے جنوری ۱۹۱۷ء تک بیرون ملک شایع ہوتا رہا۔ اس کے چیف ایڈیٹر لینن تھے۔ اس اخبار نے بین‌اقوامی موقع پرستی کے خلاف جدوجہد میں اہم رول ادا کیا۔

”کمیونسٹ“ — یہ رسالہ ۱۹۱۵ء میں جنیوا سے اخبار ”سوشل ڈیموکریٹ“ کے ایڈیٹوریل بورڈ کے تحت شائع ہوا۔ اس کا صرف ایک (دوہرا) شمارہ شائع ہوا جس میں لینن کے تین مضامین تھے۔ صفحہ ۱۱۴

۲۵ - انتظامیہ کمیٹی کے حامی جو روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کے موقع‌پرست حصے (منشویکوں) کی رہنما تھی۔ ۱۹۱۴ء — ۱۹۱۸ء کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران اس انتظامیہ کمیٹی نے سوشل شاونزم کی پوزیشن اختیار کی، زارشاہی کی جنگی سرگرمیوں کو جائز قرار دیا اور قوم پرستی کے خیال کو پھیلایا۔ صفحہ ۱۱۴

۲۶ - ”روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی انتظامیہ کمیٹی کے غیرملکی سکریٹریٹ کا خبرنامہ“ — منشویکوں کا اخبار تھا جو فروری ۱۹۱۵ء سے مارچ ۱۹۱۷ء تک جنیوا میں شائع ہوتا رہا۔ صفحہ ۱۱۷

۲۷ - ٹوری (Tory) — سیاسی پارٹی جس کی برطانیہ میں اٹھارھویں صدی کے آخر میں تشکیل ہوئی اور اب وہ کنسرویٹیو پارٹی ہے۔ صفحہ ۱۲۶

۲۸ - ”جنگ اور انقلاب“ کے عنوان سے لینن نے ۱۴ (۲۷) مئی ۱۹۱۷ء کو پیٹروگراد میں لکچر دیا۔ اس لکچر کے‌لئے لینن کو معاوضہ ملا جو اخبار ”پراودا“ کے فنڈ میں گیا۔ یہ

فنڈ ۱۹۱۴ ء میں غیرقانونی بالشویک پریس کو مضبوط بنانے کےلئے قائم کیا گیا تھا۔ صفحہ ۱۲۹

۲۹ - '' یومانیتے '' «L'Humanité» (انسانیت) — فرانسیسی روزنامہ جو ۱۹۰۴ ء میں فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کے ترجمان کی حیثیت سے نکلا۔ پہلی عالمی جنگ (۱۸ — ۱۹۱۴ ء) میں یہ اخبار فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی کے انتہاپرست دائیں بازو کے ہاتھ میں چلا گیا اور شاونسٹ رویہ اختیار کیا۔

دسمبر ۱۹۲۰ ء سے فرانسیسی سوشلسٹ پارٹی میں نفاق اور فرانسیسی کمیونسٹ پارٹی کے قیام کے بعد یہ اخبار کمیونسٹ پارٹی کا مرکزی ترجمان ہو گیا۔ صفحہ ۱۳۳

۳۰ - '' ریچ '' (گفتگو) — روسی بورژوا اخبار - یہ پیٹروگراد سے ۱۹۰۶ ء کو شایع کیا گیا اور ۱۹۱۷ ء تک نکلتا رہا۔ صفحہ ۱۳۶

۳۱ - '' پراودا '' — بالشویکوں کا قانونی اور روزانہ اخبار۔ اس کا پہلا شمارہ پیٹرسبرگ سے ۲۲ اپریل (۵ مئی) ۱۹۱۲ ء کو شایع ہوا۔ اس اخبار کی اشاعت کا ذریعہ خود مزدوروں کا چندہ تھا اور وہ چالیس ہزار شایع ہوتا تھا۔ بعض شماروں کی اشاعت ساٹھ ہزار تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ روزانہ مزدور اخبارکی اشاعت کو لینن نے عظیم تاریخی کام کہا جو پیٹرسبرگ کے مزدوروں نے کیا تھا۔ '' پراودا '' نے پارٹی اور عوام کے درمیان وسیع پیمانے پر بھروقت تعلقات قائم رکھے۔ اخبار کے گرد مزدور نامہ‌نگاروں کی ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ لینن اس اخبار کے رهنما تھے۔ وہ تقریباً روزانہ اسمیں لکھتے تھے، اسکے ایڈیٹوریل بورڈ کو ھدایات دیتے تھے اور اس کی فکر رکھتے تھے کہ اخبار کی اسپرٹ مجاهدانہ اور انقلابی رہے۔

زارشاھی پولیس مستقل طور سے '' پراودا '' کے پیچھے پڑی

رهتی تھی۔ ۸ (۲۱) جولائی ۱۹۱۴ء کو اخبار بند کردیا گیا۔ ''پراودا،، ۱۹۱۷ء میں فروری کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد پھر جاری کیا گیا۔ عارضی حکومت بھی اس کے پیچھے پڑی رہی اور اخبار کو کئی بار اپنا نام بدلنا پڑا۔ ۲۷ اکتوبر (۹ نومبر) ۱۹۱۷ء سے اخبار اپنے پرانے نام ''پراودا،، سے مستقل طور سے نکلنے لگا۔ یہ کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا ترجمان ھے۔ صفحہ ۱۳۶

۳۲ - کورلینڈ — بالٹک ریاستوں کا مغرب اور جنوب مغرب سے لیکر خلیج ریگا تک پرانا نام۔ صفحہ ۱۳۶

۳۳ - ''زیملیا اور وولیا،، (زمین اور مرضی) — روزانہ اخبار جو سوشلسٹ انقلابیوں کی پارٹی کی پیٹروگراد علاقے کی کمیٹی نے ۱۹۱۷ء میں شائع کیا تھا۔ صفحہ ۱۳۸

۳۴ - عارضی حکومت — بورژوا حکومت جو روس میں فروری ۱۹۱۷ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کے بعد زارشاھی کو ختم کرکے بنائی گئی تھی۔ صفحہ ۱۳۹

۳۵ - تیسری فرانسیسی ریپبلک — یہ بورژوا ریپبلک فرانس میں ستمبر ۱۸۷۰ء کے انقلاب کا نتیجہ تھی جو ھٹلری جرمنی کے ھاتھوں فرانس کی تباھی (جولائی ۱۹۴۰ء) تک قائم رھی۔ صفحہ ۱۳۹

۳۶ - یہاں روس، جرمنی اور آسٹروھنگری کی شاھیوں کا ذکر ھے جنھوں نے پولینڈ کو تین بار تقسیم کیا تھا۔ صفحہ ۱۴۰

۳۷ - یہ تصنیف ''پارٹی پروگرام پر نظرثانی کے مخزن۔ میلیوتین، سوکولنیکوف، لوسوف اور سمیرنوف کے مضامین کا مجموعہ،، نامی پمفلٹ کے تجزئے سے متعلق ھے جو ماسکو سے ۱۹۱۷ء کے موسم گرما میں شائع کیا گیا۔ صفحہ ۱۴۴

۳۸ - ''امریکی مزدوروں کے نام خط،،، سوویت روسی فیڈریشن کا آئین اور صدر امریکہ ولسن کو روسی حکومت کا وہ نوٹ جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ روس میں جنگی مداخلت بند کی جائے پ - ای - تراوین (سلیتوف) ریاستہائے متحدہ امریکہ لائے اور یہ تحریریں دسمبر ۱۹۱۸ء میں امریکی سوشلسٹ پارٹی کے بائیں بازو کے ترجمان اخباروں ''طبقاتی جدوجہد،، اور ''انقلابی دور،، میں شائع ہوئیں - صفحہ ۱۵۳

۳۹ - یہاں ذکر شمالی امریکہ کی ۱۳ برطانوی نوآبادیوں کی خودمختاری کے حصول کےلئے انقلابی جنگ آزادی (۸۳ — ۱۷۷۵ء) کا ہے جس میں فتح حاصل کرنے پر ریاستہائے متحدہ امریکہ کی خودمختار بورژوا ریاست کی تشکیل ہوئی - صفحہ ۱۵۴

۴۰ - اپریل ۱۸۹۸ء میں امریکی سامراجیوں نے ھسپانوی نوآبادکاروں کے خلاف کیوبا اور فلیپائن میں قومی آزادی کی تحریک کو اپنے حق میں استعمال کرنے کی کوشش کی اور اسپین کے خلاف جنگ شروع کر دی - فلیپائن کے عوام کی ''مدد،، کے بہانے جنھوں نے فلیپائن رپبلک کی آزادی کا اعلان کیا تھا انھوں نے اپنی فوج فلیپائن میں اتار دی - ۱۰ دسمبر ۱۸۹۸ء کو پیرس میں جس معاھدے پر دستخط ہوئے اس کے مطابق مفتوح اسپین ریاستہائے متحدہ امریکہ کے حق میں فلیپائن سے دست‌بردار ھو گیا - فروری ۱۸۹۹ء میں امریکی سامراجیوں نے بدعہدی کر کے فلیپائن کی رپبلک کے خلاف جنگ شروع کر دی - فلیپائن میں قبضہ گیروں کے خلاف بڑے پیمانے پر چھاپہ‌مار سرگرمیاں شروع ھو گئیں - ۱۹۰۱ء میں فلیپائن کی قومی آزادی کی تحریک کو کچل دیا گیا اور فلیپائن ریاستہائے متحدہ امریکہ کی نوآبادیاتی غلامی میں آ گیا - صفحہ ۱۵۴

۴۱ - یہاں لینن کا مطلب ۲۶ اکتوبر (۸ نومبر) ۱۹۱۷ء کے زمین کے بارے میں فرمان سے ھے جس میں جاگیرداروں کی

12*

زمینوں کی ضبطی اور زمین کی ذاتی ملکیت ختم کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ صفحہ ۱۰۶

۴۲ - یہاں معاہدۂ بریست سے مطلب ہے۔ یہ معاہدۂ امن سوویت روس اور چار طاقتی اتحاد (جرمنی، آسٹریا ہنگری، بلغاریہ اور ترکی) کے درمیان ہوا تھا جس پر ۳ مارچ ۱۹۱۸ ء کو بریست لیتوفسک میں دستخط ہوئے تھے اور جس کی تصدیق سوویتوں کی چوتھی کل روس ہنگامی کانگرس نے ۱۰ مارچ کو کی۔ سوویت روس کے لئے اس معاہدے کی شرائط بہت ھی سخت تھیں۔ بریست معاہدۂامن روس کے لئے اثباتی اہمیت کا حامل تھا کیونکہ اس طرح روس عالمی جنگ سے نکل آیا جس میں وہ اتحاد ثلاثہ کے ساتھ حصہ لے رہا تھا۔ صفحہ ۱۰۷

۴۳ - سوشلسٹ انقلابی — روس کی پیٹی‌بورژوا پارٹی جو ۱۹۰۱ ء کے آخر اور ۱۹۰۲ ء کی ابتدا میں نرودنکوں کے مختلف گروھوں اور حلقوں کے اتحاد سے پیدا ہوئی۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران زیادہ‌تر سوشلسٹ انقلابیوں نے سوشل شاونزم کا راستہ اختیار کیا۔

فروری ۱۹۱۷ ء کے بورژوا جمہوری انقلاب کی فتح کے بعد سوشلسٹ انقلابی منشویکوں کے ساتھ ملکر انقلاب‌دشمن بورژوا — جاگیردار عارضی حکومت کے بڑے ستون بنے اور پارٹی کے لیڈر اس حکومت میں شامل ہوئے۔ عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد غیرملکی فوجی مداخلت اور خانہ جنگی کے دوران سوشلسٹ انقلابیوں نے انقلاب‌دشمن تخریبی کارروائیاں کیں۔

۱۹۱۴ — ۱۸ ء کی جنگ کے برسوں میں ھی سوشلسٹ انقلابیوں کی پارٹی میں بائیں بازو کی تشکیل شروع ھو گئی تھی جس نے نومبر ۱۹۱۷ ء میں بائیں بازو کے سوشلسٹ انقلابیوں کی الگ پارٹی کی شکل اختیار کر لی۔ اکتوبر انقلاب کے بعد بائیں بازو کے شوشلسٹ انقلابیوں نے بالشویکوں سے اتحاد کیا اور سوویت

حکومت میں شامل ہوئے - پھربھی انھوں نے جولائی ۱۹۱۸ ء میں مسلح بغاوت کی اور سوویت اقتدار کے خلاف جدوجہد کا راستہ اختیار کیا -

منشویک — روسی سوشل ڈیموکریسی میں موقع پرست رجحان ، بین اقوامی موقع پرستی کا ایک رجحان - لینن کے '' اسکرا ،، کے مخالفین نے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کی دوسری کانگرس (۱۹۰۳ ء) میں اس کی تشکیل کی - اس کانگرس میں پارٹی کے مرکزی اداروں کے انتخاب میں لینن کے حامیوں کو اکثریت (بالشینستوو) کے ووٹ ملے اور یہ لوگ بالشویک کہلائے اور موقع پرست اقلیت (منشینستوو) میں آئے اور منشویک کہلائے -

۱۹۱۷ ء میں فروری انقلاب کے بعد منشویکوں کے نمائندوں نے بورژوا عارضی حکومت میں شرکت کی اور عظیم اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کی فتح کے بعد منشویکوں نے دوسری انقلاب دشمن پارٹیوں کے ساتھ ملکر سوویت اقتدار کے خلاف جدوجہد کی - صفحہ ۱۶۱

۴۴ - '' کنوئیں کا مینڈک ،، — چیخوف کی ایک کہانی کا کردار - ادب میں ایسے تنگ نظر شخص کی کردار نگاری کے لئے استعمال ہونے لگا جو ہر نئی چیز سے ڈرتا ہے - صفحہ ۱۶۲

۴۵ - ۱۸۶۱ — ۶۵ ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں خانہ جنگی - یہ جنگ شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان تھی ، شمالیوں کی لڑائی جنوب والے غلام مالکوں کے خلاف جو غلامی کو قائم رکھنے اور توسیع دینے کے لئے کوشاں تھے - صفحہ ۱۶۳

۴۶ - «Appeal to Reason» ('' معقوایت سے اپیل ،،) — امریکی سوشلسٹوں کا اخبار جو ۱۸۹۵ ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ریاست کنزاس کے شہر ژیرارڈ سے شایع کیا گیا - یہ اخبار سوشلسٹ خیالات کا مبلغ تھا اور مزدوروں میں کافی

مقبول ہوا ۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران اس نے انٹرنیشنلسٹ پوزیشن اختیار کی ۔

اس اخبار میں ۱۱ ستمبر ۱۹۱۵ ء کو یو ۔ ڈیبس کا آرٹیکل شایع ہوا ۔ اس آرٹیکل کا عنوان جس کو لینن نے غالباً اپنے حافظے سے پیش کیا تھا «When I shall fight» (''مجھے کب لڑنا چاہئے،،) تھا ۔ صفحہ ۱٦۳

۴۷ - یہاں ذکر ۱۷ ویں صدی کے برطانوی بورژوا انقلاب اور ۱۸ ویں صدی کے آخر کے فرانسیسی بورژوا انقلاب کا ہے ۔ صفحہ ۱٦۴

۴۸ - کولاک — زارشاہی روس کے امیر کسان جو دوسروں کی محنت کا استحصال کرتے تھے ۔ صفحہ ۱٦۷

۴۹ - جوپیٹر اور منیروا — قدیم روم کے دیوتا ۔ جوپیٹر —آسمان ، روشنی اور بارش کا رعدآسا دیوتا ۔ بعد کو وہ روم کی ریاست کا اعلی دیوتا مانا گیا ۔ منیروا — جنگ کی دیوی اور دستکاری ، سائنس اور آرٹ کی سرپرست ۔ دیومالا کے مطابق منیروا جوپیٹر کے سر سے پیدا ہوئی تھی ۔ صفحہ ۱٦۸

۵۰ - ۱۰ جولائی ۱۹۱۸ ء کو سوویتوں کی پانچویں کل روس کانگرس نے روسی فیڈریشن کے آئین کی تصدیق کی ۔ لینن نے اس آئین کے تیار کرنے میں فیصلہ کن رول ادا کیا ۔ صفحہ ۱٦۸

۵۱ - یہ مضمون ان پانچ سوالوں کے جوابوں پر مشتمل ہے جو لینن سے امریکی خبررساں ایجنسی «United Press» نے کئے تھے ۔ اس ایجنسی نے یہ جواب امریکی اخباروں کو بھیجے لیکن پانچویں جواب کو نکال دیا ۔ یہ جواب اکتوبر ۱۹۱۹ ء میں بائیں بازو کے سوشلسٹ رسالے «The Liberator» میں شائع ہوا ۔ صفحہ ۱۷۳

۵۲ - صلح نامہ ٔ وارسائی — ۱۹۱۴ — ۱۸ء کی عالمی سامراجی جنگ ختم کرنے والے اس معاہدے پر ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو ایک طرف سے ریاستہائے متحدہ امریکہ ، سلطنت برطانیہ ، فرانس ، اٹلی ، جاپان اور ان طاقتوں کے دستخط ہوئے جو جنگ میں ان کے ساتھ تھیں اور دوسری طرف سے جرمنی نے دستخط کئے - صلح نامہ ٔ وارسائی کا مقصد فاتح طاقتوں کے حق میں سرمایہ دار دنیا کی تقسیم کرنا تھا - اس معاہدے کے ذریعہ جرمنی پر زبردست تاوان جنگ عائد کیا گیا - صفحہ ۱۷۹

ناموں کا اشاریہ

— الف —

معلم، کارل مارکس کے دوست اور ساتھی۔ صفحات ۲۸، ۶۳، ۶۴، ۷۲، ۱۰۰، ۱۱۹ — ۱۲۴

— ب —

بوخارین، ن۔ ای۔ (۱۸۸۸ء—۱۹۳۸ء) — روسی صحافی اور ماہرمعاشیات، ۱۹۰۶ء سے روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی کا ممبر رہا۔ جنگ کے دوران بہت سے مسائل میں لیننی پالیسی کی مخالفت کرتا رہا۔ مثلاً ریاست، پرولتاریہ کی ڈکٹیٹرشپ اور قوموں کے حق خودارادیت وغیرہ کے بارے میں۔ اکتوبر سوشلسٹ انقلاب کے بعد بریست کا معاہدۂ امن کرنے کے سوال پر (۱۹۱۸ء) اور ٹریڈیونینوں کے بارے میں بحث کے دوران (۱۹۲۰ء) موقع پرست پوزیشن اختیار کی۔ بعد میں پارٹی میں دائیں حزب مخالف کا لیڈر ہوا اور اسی لئے ۱۹۳۷ء میں پارٹی سے نکال دیا گیا۔ صفحات ۳۰، ۳۱

بولکن، ف۔ ا۔ (سال پیدائش ۱۸۸۸ء) — روسی سوشل ڈیموکریٹ، انسداد پسند۔ پہلی عالمی جنگ کے زمانے میں دفاعیت‌پسند۔ صفحہ ۱۲۵

بیرار (Bérard)، وکٹر (۱۸۶۴ء—۱۹۳۱ء) — فرانسیسی ماہرمعاشیات، صحافی اور ماہر لسانیات۔ صفحہ ۶۹

بیسولاتی (Bissolati)، لیوند (۱۸۵۷ء—۱۹۲۰ء) — اطالوی سوشلسٹ پارٹی کے بانیوں میں سے تھا اور اس کے دائیں، اصلاح پرست بازو کا لیڈر بھی۔ ۱۹۱۲ء میں وہ پارٹی سے نکال دیا گیا اور اس نے اصلاح پرست سوشلسٹ پارٹی قائم کی۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران وہ سوشل شاونسٹ رہا اور اس کی حمایت کی کہ اٹلی اتحاد ثلاثہ کے ساتھ ملکر جنگ میں حصہ لے۔ صفحہ ۱۲۵

بیکن (Bacon) ، ریجینالڈ ہیو اسپنسر (۱۹۴۷ء — ۱۸۶۳ء) — برطانوی نائب امیرالبحر اور جنگی بحری امور کا بڑا ماہر تھا۔ ۱۵ — ۱۹۱۰ء کے دوران کوونٹری میں توپ خانے کا ساز و سامان بنانےوالے کارخانوں کا ڈائرکٹر رہا۔ صفحہ ۱۱

— پ —

پرودھون (Proudhon) ، پیئر ژوزیف (۱۸٦۵ء — ۱۸۰۹ء) — فرانسیسی صحافی، ماہر معاشیات و سماجیات، پیٹی بورژوازی کا نظریہ‌داں۔ صفحہ ۱۵۰

پلیخانوف، گ۔ و۔ (۱۹۱۸ء — ۱۸۵٦ء) — روسی اور بین‌اقوامی مزدور تحریک کا نمایاں کارکن اور روس میں مارکس‌ازم کا پہلا پرچارک۔ پہلی عالمی جنگ کے دوران (۱۹۱۸ء — ۱۹۱۴ء) اس نے سوشل شاونزم کا رویہ اختیار کیا۔ صفحات ۲۸، ۳۱، ۱۱۸

پوتریسوف، ا۔ ن۔ (۱۹۳۴ء — ۱۸٦۹ء) — روسی سوشل ڈیموکریٹک تحریک میں موقع‌پرستی کا ایک لیڈر، انسداد پسند۔ صفحات ٦۵، ۱۱۸، ۱۲۵

پوریشکیوچ، و۔ م۔ (۱۹۲۰ء — ۱۸۷۰ء) — بڑا زمین‌دار، رجعت پرست۔ صفحہ ۳۱

پیاتاکوف، گ۔ ل۔ (۱۹۳۷ء — ۱۸۹۰ء) — ۱۹۱۰ء سے بالشویک پارٹی کا ممبر تھا۔ عالمی سامراجی جنگ کے دوران خود ارادیت کے بارے میں قوموں کے حقوق اور پارٹی کی پالیسی کے دوسرے اہم سوالوں پر لینن مخالف پوزیشن اختیار کی۔ صفحات ۹۲ — ۹٦، ۹۸ — ۱۰۰، ۱۰۲ — ۱۰۵، ۱۰۷ — ۱۱۰

— ت —

تروتسکی، ل۔ د۔ (۱۹۴۰ء — ۱۸۷۹ء) — لینن‌ازم کا شدید دشمن تھا اور بالشویکوں اور لینن کے خلاف جدوجہد کرتا رہا۔ پہلی عالمی جنگ سے قبل ”غیرگروہ بندی“ کا نقاب ڈالکر

انسدادپسندوں کی حمایت کرتا رہا اور جنگ کے زمانے میں مرکزیت پرست بن گیا۔ ۱۹۱۷ء میں پارٹی کی چھٹی کانگرس میں روسی سوشل ڈیموکریٹک لیبر پارٹی (بالشویک) میں لے لیا گیا لیکن لینن‌ازم کے خلاف چپکے چپکے جدو جہد کرتا رہا۔ کمیونسٹ پارٹی نے تروتسکی ازم کا پردہ، پارٹی میں پیٹی بورژوا رجحان کی حیثیت سے چاک کرکے تروتسکی کو نظریاتی اور تنظیمی دونوں طرح سے توڑ دیا۔ تروتسکی کو پارٹی سے اور سوویت یونین سے نکال دیا گیا اور ۱۹۳۲ء میں اس کو سوویت شہریت سے محروم کر دیا گیا۔ صفحات ۱۱۳، ۱۱۷

— چ —

چرنی‌شیفسکی، ن۔ گ۔ (۱۸۲۸ء—۱۸۸۹ء) — عظیم روسی انقلابی ڈیموکریٹ اور سوشلسٹ یوٹوپیائی۔ روسی سوشل ڈیموکریسی کا ایک ممتاز پیش‌رو۔ صفحہ ۱۶۱

چھے ایدزے، ن۔ س۔ (۱۸۶۴ء—۱۹۲۶ء) — منشویزم کا لیڈر تھا۔ بورژوا عارضی حکومت کی سرگرمی سے حمایت کی۔ صفحات ۶۵، ۱۲۰

چھینکیلی، ا۔ ای۔ (۱۸۷۴ء—۱۹۵۹ء) — سوشل ڈیموکریٹ، انسداد پسند۔ صفحات ۶۵، ۱۱۸

— د —

دیبس (Debs)، یوجن (۱۸۵۵ء—۱۹۲۶ء) — ریاستہائے متحدہ امریکہ کی مزدور تحریک کا ایک نمایاں کارکن۔ انھوں نے امریکہ کی سوشلسٹ پارٹی کے بائیں بازو کی رہنمائی کی۔ صفحہ ۱۶۳

— ڈ —

ڈیوڈ (David)، ایڈورڈ (۱۸۶۳ء—۱۹۳۰ء) — جرمن سوشل ڈیموکریسی کے دائیں بازو کے لیڈروں میں سے تھا۔ صفحہ ۱۱۸

۶۹، ۷۰ — ۷۲، ۷۳، ۷۶ — ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۳، ۸۷، ۹۵،
۱۱۳ — ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۸

کروپ (Krupp) — جرمنی میں دھاتساز جنگی کنسرن کے مالکوں کا خاندان۔ صفحہ ۷۶

کلاؤزیویتس (Clausewitz) ، کارل (۱۷۸۰ء — ۱۸۳۱ء) — پروشیائی جنرل اور بہت بڑا بورژوا فوجی نظریہ‌داں تھا۔ اس نے نپولین کی جنگوں اور دوسری جنگوں کی تاریخ کے بارے میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ صفحات ۲۷، ۱۳۲

کلیمینسو (Clemenceau) ، ژورژ بینژاسین (۱۸۴۱ء — ۱۹۲۹ء) — فرانس کا سیاسی اور ریاستی کارکن ، نومبر ۱۹۱۷ء سے فرانسیسی حکومت کا سربراہ ہوا۔ سوویت روس کے خلاف فوجی مداخلت کے ناظموں اور بڑھاوا دینے والوں میں سے تھا۔ صفحہ ۱۷۹

کولچاک، ا۔ و۔ (۱۸۷۳ء — ۱۹۲۰ء) — زار کے بیڑے کا اسیرالبحر ، شاہ پرست، ۱۹۱۸ء — ۱۹۱۹ء میں روسی انقلاب دشمنی کا ایک بڑا رہنما اور اتحاد ثلاثہ کا فرستادہ تھا۔ سائبیریا اور مشرق بعید میں جنگی بورژوا جاگیردارانہ ڈکٹیٹرشپ کی قیادت کی۔ صفحہ ۱۷۹

کونوف (Cunow) ، ہنریخ (۱۸۶۲ء — ۱۹۳۶ء) — دائیں بازو کا جرمن سوشل ڈیموکریٹ، پہلے مارکس‌ازم کی طرف آیا پھر ترمیم‌پرست ہو گیا اور مارکس ازم کی تردید کرنے لگا۔ صفحات ۴۴، ۴۵

کیرینسکی، ا۔ ف۔ (۱۸۸۱ء — ۱۹۷۰ء) — سوشلسٹ انقلابی۔ جولائی ۱۹۱۷ء سے بورژوا عارضی حکومت کا لیڈر تھا۔ صفحہ ۱۶۱

کیئیفسکی، پ — دیکھئے پیاتاکوف، گ۔ ل۔

کیئنس (Keynes) ، جان میئنارڈ (۱۸۸۳ء — ۱۹۴۶ء) — برطانیہ کا عامیانہ ماہرمعاشیات اور ریاستی اجارےدارانہ سرمایہ‌داری کا حامی۔ صفحہ ۱۷۹

— گ —

گلیڈسٹون (Gladstone) ، ولیم یوآرٹ (۹۸ — ۱۸۰۹ء) — برطانوی سیاسی اور ریاستی کارکن اور لبرل پارٹی کا لیڈر تھا اور کئی بار وزیر اعظم بھی رہا۔ صفحہ ۱۱

گومپیرس (Gompers) ، سیموئیل (۱۹۲۴ء — ۱۸۵۰ء) — امریکی ٹریڈیونین تحریک کا کارکن۔ سرمایہ‌داروں سے طبقاتی تعاون کی پالیسی پر عمل کرتا تھا۔ صفحہ ۱۷۰

گووزدیف، ک۔ ا۔ (سال پیدائش ۱۸۸۳ء) — منشویک، انسدادپسند۔ ۱۸ — ۱۹۱۴ء کی عالمی سامراجی جنگ کے دوران سوشل شاونسٹ رہا اور جنگ میں زارشاہی کی شرکت کی حمایت کی۔ صفحہ ۱۲۵

— ل —

لانسبرگ (Lansburgh) ، الفریڈ (سال پیدائش ۱۸۷۲ء) — جرمن بورژوا ماہر معاشیات۔ صفحات ۵۶، ۶۹، ۷۳، ۷۴، ۷۶

لائڈ جارج (Lloyd George) ، ڈیوڈ (۱۹۴۵ء — ۱۸۶۳ء) — برطانوی ریاستی کارکن اور مدبر، لبرل پارٹی کا لیڈر - ۱۹۲۲ء — ۱۹۱۶ء میں برطانیہ کا وزیر اعظم رہا۔ سوویت روس کے خلاف فوجی مداخلت کی ہمت‌افزائی کرنے والوں اور ناظموں میں سے تھا۔ صفحات ۱۲۶، ۱۷۹

لنکن (Lincoln) ، ابراہم (۱۸۶۵ء — ۱۸۰۹ء) — ممتاز امریکی ریاستی کارکن، صدر ریاستہائے متحدہ امریکہ (۱۸۶۵ء — ۱۸۶۱ء)۔ صفحہ ۶۸

لیبکنیخت (Liebknecht) ، ولہلم (۱۹۰۰ء — ۱۸۲۶ء) — جرمن اور بین‌اقوامی مزدور تحریک کا ایک نمایاں کارکن۔ جرمن سوشل ڈیموکریٹک پارٹی کے بانیوں اور لیڈروں میں سے تھا۔ مارکس اور اینگلس کا دوست۔ صفحہ ۲۳

— ن —

— و —

— ھ —

پارٹی اور برطانوی ٹریڈیونین تحریک کا ایک لیڈر - ۱۹۱۸ء —
۱۹۱۴ء میں سوشل شاونزم کا حامی ہو گیا - صفحہ ۱۷۰

ہوبسن (Hobson) ، جان ایٹکینسن (۱۸۵۸ء — ۱۹۴۰ء) — برطانوی
ماہر معاشیات، بورژوا اصلاح پرستی اور امن جوئی (pacifism)
کا حامی - صفحات ۴۲، ۴۳، ۵۲، ۵۴، ۵۶، ۵۷، ۵۹، ۶۶،
۶۹، ۷۸، ۱۱۵ — ۱۱۷

ہیلڈبرانڈ (Hildebrand) ، گیرہارڈ — جرمن سوشل ڈیموکریٹ، ماہر
معاشیات اور صحافی - ۱۹۱۲ء میں اپنی موقع پرستی کی وجہ
سے پارٹی سے نکال دیا گیا - صفحہ ۵۹

ہیلفرڈنگ (Hilferding) ، روڈولف (۱۸۷۷ء — ۱۹۴۱ء) — جرمن سوشل
ڈیموکریسی اور دوسری انٹرنیشنل کا ایک موقع پرست لیڈر
اور ''مالیاتی سرمایہ،، نامی کتاب کا مصنف جس نے اجارےدارانہ
سرمایہ‌دار نظام کی تحقیقات میں اچھا خاصا رول ادا کیا - صفحات
۵۲، ۷۱، ۹۶، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۴۷

ہیوسمانس (Huysmans) ، کامیل (۱۸۷۱ء — ۱۹۶۸ء) — بلجیم کی مزدور
تحریک کا ایک کارکن اور مرکزیت پرست - صفحہ ۸۷

ہیلز (Hales) ، جان (سال پیدائش ۱۸۳۹ء) — برطانوی ٹریڈ یونین
تحریک کا کارکن اور پہلی انٹرنیشنل کی برطانوی فیڈرل کونسل
کے اصلاح پرست بازو کا لیڈر تھا - ۱۸۷۱ء میں اپنی موقع پرستی
اور شاونزم کی وجہ سے انٹرنیشنل سے نکال دیا گیا - صفحہ ۱۱۹

پڑھنے والوں سے

دارالاشاعت ترقی آپ کا بہت شکر گذار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب کے ترجمے، ڈیزائن اور طباعت کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

ہمارا پتہ: زوبوفسکی بلوار۔ نمبر — ۲۱
ماسکو، سوویت یونین

21, Zubovsky Boulevard, Moscow, USSR